واقعۂ کربلا

- واقعہ کربلا کا پس منظر
- نواسۂ رسول کا کوفہ جانے کا فیصلہ
- سفر کربلا کا آغاز
- واقعاتِ کربلا
- شہادتیں
- رسول کریمؐ کے دلبر کی شہر دلبر سے جدائی
- اہلِ کوفہ کے خطوط اور حضرت مسلم کا سفر کوفہ

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی

شاکر پبلی کیشنز لاہو

واقعہ کربلا

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی نظامی

- واقعہ کربلا کا پس منظر
- نواسہ رسول کا کوفہ جانے کا فیصلہ
- سفر کربلا کا آغاز
- واقعاتِ کربلا
- شہادتیں
- رسول کریم کے دِلبر کی شہر دلبر سے جُدائی
- اہلِ کوفہ کے خطوط اور حضرت مُسلم کا سفر کوفہ

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور
فون: 042-37240084

DATA ENTERED

جملہ حقوقِ ملکیت بحق ناشر محفوظ ہیں

واقعۂ کربلا

۱۴۲۳۷۲

باہتمام ملک محمد شاکر

سن اشاعت اگست 2016

طابع اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور

قیمت =/350 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز
اردو بازار لاہور فون: 042-7246006

نظامیہ کتاب گھر
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور 0301-4377868

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی
051-5558320

مکتبہ بابا فرید
چوک چٹی قبر، پاکپتن شریف

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی
051-5536111

مکتبہ قادریہ
داتا دربار مارکیٹ لاہور
042-37226193

معراج کتب خانہ
اندرونی بوہڑ گیٹ ملتان
0323-7210125

تنبیہ

ہمارے ادارے کا نام بغیر ہماری تحریری اجازت بطور ملنے کا پتہ، ڈسٹری بیوٹر، ناشر یا تقسیم کنندگان وغیرہ میں نہ لکھا جائے۔ بصورت دیگر اس کی تمام تر ذمہ داری کتاب طبع کروانے والے پر ہوگی۔ ادارہ ہذا اس کا جوابدہ نہ ہوگا اور ایسا کرنے والے کے خلاف ادارہ قانونی کاروائی کا حق رکھتا ہے۔

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کے متن کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے، تاہم پھر بھی آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

الاہداء

امام حسین علیہ السلام کے ان وفاداروں اور کربلا کے شہداء کے نام جنہوں نے

لہو سے اپنے صحرا کو گلستان کر دیا
عزم و ہمت سے دشمن کو پریشاں کر دیا

جور و جفا او ر ظلم و ستم جن کا تھا انتخابی نشاں
ان شیطانوں کو ذلیل و بے نشاں کر دیا

دینِ نبی سے روشن سارا جہاں کر دیا
کمین گاہ ابلیس کو مکمل ویراں کر دیا

ہو مبارک تمہیں اے غلامانِ حسین رضی اللہ عنہ
تم نے دل کو عزمِ حسین کا پاسباں کر دیا

ظفر نظامی پہ کتنا احسان ہے رب جلیل کا
بنایا غلامِ نبی اور اہلِ بیت کا مدح خواں کر دیا

۱۲-۱۱-۲۰۱۵
صوفی بلال کلمبی
۲۶۷۰/۷

الانتساب

مصطفےٰ کریم کی تنویر، حضرت حسن کی تصویر، شیرِ خدا کے نورِ نظر، سیّدہ فاطمہ کے لختِ جگر، تسلیم و رضا کے پیکر، ہم سب کے دلبر، آفتابِ حق کی تجلی، ماہِ تاباں

جناب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

کے نام

جنہوں نے ثابت کیا کہ

آیا نہ ہو گا اس طرح حسن و شباب ریت پر
گلشن فاطمہ کے تھے سارے گلاب ریت پر

جانِ بتول کے سوا کوئی نہیں کھلا سکا
قطرۂ آب کے بغیر اتنے گلاب ریت پر

عشق میں کیا لٹائیے عشق میں کیا بچائیے
آلِ نبی ﷺ نے لکھ دیا سارا نصاب ریت پر

فیضانِ نظر

آفتابِ ولایت، صاحبِ کرامت، پیرِطریقت، رہبرِ شریعت

حضور پیر سیّد نذیر حسین شاہ صاحب

آستانہ عالیہ کھروٹہ سیّداں شریف

فہرست عناوین

صفحہ نمبر	عناوین	نمبر شمار
۱۹	واقعہ کربلا کا پس منظر	1-
۴۸	رسول کریم کے دلبر کی شہر دلبر سے جدائی	2-
۹۹	اہل کوفہ کے خطوط اور حضرت مسلم کا سفرِ کوفہ	3-
۱۷۵	نواسۂ رسول کا کوفہ جانے کا فیصلہ	4-
۱۸۷	سفر کربلا کا آغاز	5-
۲۰۹	واقعاتِ کربلا	6-
۳۳۵	شہادتیں	7-

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ
الاهداء	۳
الانتساب	۴
فیضانِ نظر	۵
فہرست عناوین	۶
پیش لفظ	۱۷
باب نمبر 1	۱۹
واقعہ کربلا کا پس منظر	
پس منظر	۲۰
(واقعہ کربلا پیش آنے کی بنیادی وجہ)	۲۰
خلافتِ راشدہ کی مدت...... سرکار دو جہاں نے تعیین فرمادی	۲۱
نبی کریم کی پیش گوئی...... پوری ہوگئی	۲۲
یزید کی ولی عہدی کا آغاز	۲۲
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی...... یزید کو وصیت	۲۳
حضرت امیرِ معاویہ کا وصال اور یزید کی تخت نشینی	۲۴
یزید کی نظر میں...... سب سے اہم کام	۲۵
گورنرِ مدینہ (ولید) کے نام...... یزید کا	
خونی خط	۲۶
دوسری روایت میں خط کا متن کچھ یوں ہے	۲۷
ولید کا...... مروان سے مشورہ	۲۸
مروان بدبخت کی...... بری رائے	۲۸
مروان کی بری رائے پر...... ولید کا اظہار تأسف	۲۸
دعوت فکر	۳۰
مروان کون تھا؟	۳۱
گرگٹ کیا ہے؟	۳۴
ولید کا قاصد...... امام عالی مقام کے پاس	۳۶
امام عالی مقام کی حضرت ابن زبیر سے بات چیت	۳۶
اور ولید کی طرف روانگی	۳۶
امام عالی مقام کی...... ولید سے ملاقات	۳۶
حضرت امام عالی مقام کی...... ولید سے بات چیت	۳۷
امام عالی مقام کا خط سننے کے بعد...... ولید	

عنوان	صفحہ
کو جواب	۳۷
ہو جن کی رگوں میں خونِ محمدی..... وہ یزید	
کی بیعت نہیں کرسکتا	۳۸
حسین کا یہ اعلان ہے	۳۹
اے ولید!	۳۹
ولید کی عرض	۴۰
امام عالی مقام کو پتہ تھا..... نتیجہ کیا ہوگا؟	۴۲
اسی لیے تو ہم کہتے ہیں یا حسین!......	۴۳
ولید کا حسن سلوک اور مروان کا بغض	۴۴
امام عالی مقام کا..... مروان کو منہ توڑ	
جواب	۴۵
معراجِ رسول..... اور..... معراج حسین	۴۶
حضرت عبداللہ بن زبیر کی..... مکہ کی	
طرف روانگی	۴۷
باب نمبر 2	۴۸
رسول کریم کے دلبر کی شہر دلبر سے جدائی	
(الف) شہر دلبر سے جدائی	۴۹
عاشقانِ مدینہ ہر وقت دعا کرتے رہتے	
ہیں	۴۹
اے محبانِ مدینہ!	۵۱
امام عالی مقام نے..... مدینہ کیوں	
چھوڑا؟	۵۲
امام عالی مقام کیوں گئے؟	۵۲
فرشتوں کی..... بارگاہِ حسینؓ میں حاضری	۵۳
سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرشتوں کو فرمایا	۵۳
اے صاحبانِ قلب ونظر!	۵۴
رنج والم اور غم واندوہ کا دن	۵۵
ارادوں کی مضبوطی..... اور..... آنسوؤں	
کی برسات	۵۶
محمد بن حنیفہ کا مشورہ	۵۷
ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے.....	
مشاورت	۵۹
ولید بن عتبہ کا..... پھر پیغام آگیا	۶۰
مکہ شریف جانے کا..... فیصلہ فرمالیا	۶۰
امام عالی مقام کا..... اعلان جہاد	۶۱
نواسۂ رسول کا..... روضۂ رسول پر آخری	
سلام	۶۲
خواب میں دیدارِ رسول ﷺ!	۶۸
آقا حسین علیہ السلام کو یاد دہانی کروادی	۶۹
امام ذی وقار نیند سے اٹھے تو عالم وجد	
میں تھے	۷۰
گویا آپ کو یہ سبق یاد ہو چکا تھا کہ	۷۱
حب وطن اور کچھ تقاضے..... آمنے	
سامنے	۷۳
پیارے نانا کے نام پر..... ہر چیز قربان	
کرنے کا تہیہ	۷۴
سیّدہ زینب کی گزارشات..... روضۂ	

صفحہ	عنوان
۷۵	رسول پر ....
۷۶	والدہ محترمہ کی تربتِ انور پر ....
۷۷	اے میری مشفقہ ماں! ....
۷۹	امام عالی مقام...... اپنے بھائی حسن کی تربت پر ....
۸۰	تاریخ...... موڑ مڑتی ہے ....
۸۱	ایک آج کا دن ہے کہ امام مظلوم رضی اللہ عنہ سے مدینہ چھوٹتا ہے ....
۸۳	اہل مدینہ کو جوابِ حسین: ....
۸۳	مدینہ منورہ سے نکلتے ہوئے...... تلاوت قرآن کریم ....
۸۳	اس آیت کریمہ کا پس منظر ....
۸۴	مدینے سے نکلتے وقت صورتحال ....
۸۵	(ب) سیّدہ صغریٰ مدینے میں ....
۸۷	امام عالی مقام کی...... حضرت صغریٰ کو نصیحت ....
۸۷	حضرت صغریٰ کو چھوڑنے کی ایک وجہ
۸۷	سواری کی کمی ....
۸۹	بچھڑتی بیٹی کو...... بچھڑتے باپ کا جواب
۹۰	سب روگاں دا روگ محمد...... جس دا نام وچھوڑا ....
۹۰	ایک دردناک منظر ....
۹۱	انتظار کی گھڑیاں ....
۹۵	(ج) نواسۂ رسول...... مکہ کی راہوں پر۔
۹۵	مکہ ومدینہ کے راستے میں...... عبداللہ بن مطیع سے ملاقات ....
۹۶	دخول مکہ کے وقت...... تلاوت قرآن...
۹۷	اہل مکہ کی طرف سے...... شاندار استقبال ....
۹۹	باب نمبر 3 ....
	اہل کوفہ کے خطوط اور امام مسلم کا سفرِ کوفہ
۱۰۰	اہل کوفہ کے خطوط...... امام پاک کے نام ....
۱۰۲	اہل کوفہ کے خطوط کے متن ....
۱۰۲	دوسرے خط کا متن ....
۱۰۳	تیسرے خط کا متن ....
۱۰۴	مکتوب حسین کا متن ....
۱۰۵	اہل مکہ کا مشورہ ....
۱۰۶	(ب) حضرت مسلم کو...... کوفہ بھیجنے کا فیصلہ ....
۱۰۷	حضرت مسلم کا تعارف ....
۱۰۷	حضرت مسلم کی کوفہ روانگی ....
۱۰۷	حضرت مسلم کا کوفہ میں...... شاندار استقبال ....
۱۱۰	حضرت نعمان بن بشیر کا حضرت مسلم سے حسن سلوک ....
۱۱۱	نعمان کا یزیدیوں کو جواب ....

عنوان	صفحہ
یزید کو اطلاع	۱۱۲
یزید کا سرجون سے مشورہ اور نعمان بن بشیر کی معطلی کے آرڈر	۱۱۲
یزید کا ابن زیاد کو خط	۱۱۳
امام حسینؓ اور یزید کے قاصد..... اکٹھے بصرہ میں	۱۱۳
ابن زیاد کی..... بصرہ میں تقریر	۱۱۴
ابن زیاد کا..... کوفہ میں داخلہ	۱۱۵
ابن زیاد کا..... اہل کوفہ کو دھوکہ	۱۱۶
ابن زیاد کا..... اہل کوفہ کو خطاب	۱۱۶
سرکردہ لوگوں کی..... گرفتاری	۱۱۷
(ج) حضرت مسلم کی شہادت کا پس منظر	۱۱۹
حضرت مسلم کو ہانی بن عروہ کی امان	۱۲۰
حضرت مسلم کی تلاش اور ابن زیاد کا جاسوس	۱۲۰
عبیداللہ بن زیاد..... ہانی بن عروہ کے گھر میں	۱۲۲
ابن ے ں کا منصوبہ	۱۲۳
ہانی بن روہ کی طلبی اور گرفتاری	۱۲۴
حضرت ہانی اور ابن زیاد میں بحث و تکرار	۱۲۵
ہانی کے قتل کی خبر پر ہنگامہ آرائی	۱۲۷
مشکل سے نکلنے کے لیے..... ابن زیاد کے حربے	۱۲۷
ابن زیاد کی بزدلی	۱۲۸
حضرت مسلم کے پاس..... اہل کوفہ کا اجتماع	۱۲۸
دارالامارت کا..... محاصرہ	۱۳۰
اہل کوفہ کی عہد شکنی	۱۳۲
طوعہ کا..... حضرت مسلم کے ساتھ تعاون	۱۳۳
خوش بخت ماں کا..... بدبخت بیٹا	۱۳۶
ابن زیاد کا اعلان اور دھمکیاں	۱۳۶
طوعہ کے بیٹے کی غداری	۱۳۷
شجاعتِ مسلم	۱۳۸
حضرت مسلم کی گرفتاری	۱۳۹
طوعہ کی خدمت مسلم	۱۴۰
حضرت مسلم کی..... محمد بن اشعث کو وصیتیں	۱۴۱
ابن زیاد کا..... امان دینے سے انکار...	۱۴۲
مسلم بن عمرو باہلی کی گستاخی	۱۴۲
حضرت مسلم کی..... ابن سعد کو وصیت	۱۴۳
حضرت مسلم کی..... ابن زیاد سے تلخ کلامی	۱۴۵
حضرت مسلم کی شہادت	۱۴۷
پیغامِ مسلم	۱۴۹
حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت	۱۵۰
حضرت مسلم اور حضرت ہانی کے سر	

عنوان	صفحہ
مبارک........................	۱۵۲
(د) حضرت مسلم کے شہزادوں کی شہادت	۱۵۳
شہزادوں کی تلاش........................	۱۵۳
شہزادے..... قاضی شہر کی امان میں	۱۵۴
بچوں کا معصومانہ کلام	۱۵۵
شہزادوں کو..... باپ کی شہادت کی خبر ہو گئی	۱۵۶
شہزادے..... راہِ مدینہ پر	۱۵۷
بچے..... راستہ بھول گئے	۱۵۹
فیصلے تقدیر کے	۱۶۰
شہزادے..... جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں	۱۶۱
داروغۂ جیل (مشکور) کا حسن سلوک....	۱۶۱
شہزادے..... ایک کنیز کی امان میں ...	۱۶۲
داروغۂ جیل..... مشکور کی شہادت	۱۶۵
شہزادے..... ایک بار پھر مشکلات کا شکار	۱۶۷
شہزادوں کا خواب	۱۶۸
دردناک منظر:	۱۶۹
شہزادوں کی..... گرفتاری اور شہادت ..	۱۷۰
حارث کا انجام	۱۷۳
باب نمبر 4	۱۷۵
نواسۂ رسول کا کوفہ جانے کا فیصلہ	

عنوان	صفحہ
نواسۂ رسول کا..... کوفہ جانے کا فیصلہ ..	۱۷۶
محبین کی طرف سے..... کوفہ نہ جانے کے مشورے	۱۷۶
حضرت عبداللہ بن عباس کا مشورہ	۱۷۷
جواب حسین رضی اللہ عنہ........................	۱۷۸
حضرت ابن عباس کی دوسری حاضری.	۱۷۸
جواب حسین رضی اللہ عنہ........................	۱۷۸
حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن کی گزارش ...	۱۷۹
جواب حسین رضی اللہ عنہ........................	۱۸۰
حضرت عبداللہ بن زبیر کی التجا........	۱۸۰
حضرت عبداللہ بن عمر کی کاوشیں	۱۸۰
استقامتِ حسین رضی اللہ عنہ	۱۸۱
حضرت امام حسین علیہ السلام کا..... راہِ رخصت چھوڑ کر راہِ عزیمت اختیار کرنا ..	۱۸۱
امام عالی مقام کو روکنے کے لئے...... عامل مکہ کی کوشش	۱۸۵
باب نمبر 5	۱۸۷
سفرِ کربلا کا آغاز	
سفر کربلا کا آغاز	۱۸۸
قافلۂ حسینی کو..... روانگی کا حکم	۱۸۹
محترم قارئین!	۱۸۹
غور سے سنو!	۱۹۰
دعوت فکر	۱۹۱
ذرا جواب تو دو!	۱۹۱

عنوان	صفحہ
قافلۂ حسینی میں......شامل افراد	۱۹۱
امام پاک کی......شاعر فرزدق سے	
ملاقات	۱۹۲
جواب حسین	۱۹۳
امام حسین کے ساتھ فرزدق کی	
ملاقات......فرزدق کی زبانی	۱۹۴
حضرت عبداللہ بن جعفر کا خط......امام	
حسین کے نام	۱۹۵
گورنر مکہ کی طرف سے......امام پاک	
کے لئے مکتوبِ امن	۱۹۶
حضرت امام عالی مقام کی طرف سے......	
گورنر مکہ کو جواب	۱۹۶
حضرت امام حسین علیہ السلام کا خواب......اور	
خط لانے والوں کو جواب	۱۹۷
فوائد و نکات	۱۹۷
راستوں کی ناکہ بندی	۱۹۸
حضرت امام حسین کا خط......اہل کوفہ کی	
طرف	۱۹۹
قاصد حسین (حضرت قیس) کی شہادت	۱۹۹
حضرت امام پاک کی......عبداللہ بن	
مطیع سے ملاقات	۲۰۱
حضرت ہانی اور حضرت مسلم کی شہادت کی	
خبر آ گئی	۲۰۲
امام عالی مقام نے......اجلاس بلا لیا	۲۰۳
حضرت علی اکبر کی گزارش	۲۰۴
شہادتِ حضرت مسلم کے صدمے سے......	
معصوم بچی کی حالت زار	۲۰۵
پیارے حسین کی...... پیاری شفقتیں	۲۰۶
حضرت عبداللہ بن بقطر کی شہادت	۲۰۷
خطاب حسین	۲۰۷
باب نمبر 6	۲۰۹
واقعاتِ کربلا	
خاندانِ اہل بیت......اپنی منزل کی طرف	
رواں دواں	۲۱۰
لشکر حر کی آمد	۲۱۱
امام عالی مقام کا......مقام بیضہ پر	
خطاب	۲۱۷
طرماح ابن عدی کی بارگاہِ حسین میں	
حاضری	۲۲۰
طرماح کا......امام پاک کو مشورہ	۲۲۲
جواب حسین	۲۲۳
طرماح......کوفے چلے جاتے ہیں	۲۲۳
خوابِ حسین......اور بشارتِ شہادت	۲۲۴
امام عالی مقام کا......مقام نینوا میں قیام	۲۲۵
ہم حملہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے......	
فرمانِ حسین	۲۲۵
سوئے کربلا روانگی	۲۲۶
امام عالی مقام......اپنی منزل پر پہنچ گئے	۲۲۶

عنوان	صفحہ
سید نے کربلا میں دین محمدی کے...... گلشن کھلا دیئے ہیں	۲۲۸
شہادت ہے ورثہ..... میرے حسین کا	۲۲۹
ابن زیاد کا..... امام پاک کو خط	۲۲۹
عبیداللہ ابن زیاد کا..... عمرو بن سعد کو بلاوا	۲۳۰
عمرو بن سعد کا..... عبداللہ ابن زیاد سے ایک رات کی مہلت طلب کرنا	۲۳۰
ابن سعد کا اپنے دوستوں سے مشورہ	۲۳۰
ابن سعد کو..... بھانجے کی وارننگ	۲۳۲
ابن سعد کی..... امام عالی مقام کی طرف سفیر بھیجنے کی کوشش	۲۳۲
کثیر بن عبداللہ..... امام صاحب کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گیا	۲۳۳
قرۃ بن قیس بہ طورِ سفیر..... امام عالی مقام کی بارگاہ میں	۲۳۴
حبیب ابن مظاہر کی..... قرۃ کو تنبیہ	۲۳۴
قرۃ نے امام عالی مقام کے جواب سے..... ابن زیاد کو آگاہ کیا	۲۳۴
ابن زیاد نے ابن سعد کو..... امام پاک پر سختی کرنے کا حکم کر دیا	۲۳۵
عمرو بن سعد کی سربراہی میں..... نہرِ فرات پر فوج کا پڑاؤ	۲۳۵
بزدلی کی انتہاء	۲۳۵
اہل بیت کے لیے..... پانی کی بندش کا فیصلہ	۲۳۶
درسِ عبرت	۲۳۷
اہل بیت عظام پر..... پانی بند کرنے والے کون تھے؟	۲۳۷
واہ حسین! تیری عظمتوں کو سلام	۲۳۸
ابن حصین ازدی کا..... امام پاک کو طعنہ	۲۳۹
ابن حصین ازدی کا..... برا انجام	۲۳۹
نافع بن ہلال اور عباس بن علی کی...... پانی کے لئے کوشش	۲۴۰
امام عالی مقام اور عمرو بن سعد کے درمیان ......ملاقات	۲۴۱
ایک اہم وضاحت	۲۴۱
ابن سعد کی بدبختی نے..... اپنا رنگ دکھا دیا	۲۴۲
ابن سعد نے..... جہنم کی راہ اپنا لی	۲۴۲
معاملہ..... اتفاق کے قریب پہنچ گیا	۲۴۳
شمر شریر نے جلتی پر..... تیل کا کام کیا	۲۴۴
ابن سعد کی..... شمر کو ملامت	۲۴۵
حضرت عباس اور آپکے بھائیوں کے لیے امان کا اعلان	۲۴۵
حضرت عباس اور آپکے بھائیوں کا امان سے انکار	۲۴۶
پیارے حسین کو..... پیارے آقا کی	

عنوان	صفحہ
زیارت و بشارت	۲۴۶
ایک رات کی مہلت	۲۴۷
امام حسین علیہ السلام کا......اپنے ساتھیوں سے خطاب	۲۴۸
امام عرش مقام کے رفقاء کے جذبات و وفاداری	۲۴۹
حضرت مسلم بن عوسجہ کے جذبات	۲۵۰
حضرت سعید بن عبداللہ حنفی کے جذبات	۲۵۰
حضرت زہیر بن قیس بجلی کے جذبات	۲۵۱
حضرت عبداللہ بن جعفر کے جذبات	۲۵۱
فرزندانِ مسلم کے جذبات	۲۵۱
امام عالی مقام کے...... پرسوز اشعار	۲۵۱
سیّدہ زینب کو صبر کی تاکید	۲۵۲
خندق کھودنے کا حکم	۲۵۴
10 محرم......قیامت صغریٰ کی علامت بن گیا	۲۵۴
نماز فجر کی ادائیگی	۲۵۸
لشکر کی تعداد	۲۵۸
صف بندی	۲۵۸
بارگاہِ خداوندی میں......التجائے حسین	۲۵۹
شہنشاہِ کربلا کا اپنے رفقاء سے...... خطاب	۲۶۱
امام عالی مقام کی...... یزیدیوں کو یاد دہانی	۲۶۲
شمر شریر کی بدکلامی	۲۶۴
شمر کی بدکلامی پر......مسلم بن عوسجہ کے جذبات	۲۶۴
گستاخ حسین......آگ میں جا پڑا	۲۶۵
دوسرا گستاخِ حسین......سیاہ بچھو کے حوالے	۲۶۵
ابن جوزہ......پتھروں سے پاش پاش ہو گیا	۲۶۶
حضرت زہیر بن قیس کی جوشیلی تقریر	۲۶۷
حضرت حر رضی اللہ عنہ	۲۶۹
لشکر حسینی میں......شمولیت	۲۷۱
حضرت حر......اپنا خواب بیان کرتے ہیں	۲۷۳
حضرت حر......میدان جنگ میں	۲۷۴
حضرت حر کی بے مثال شجاعت	۲۷۵
حضرت حر کا......جوشیلہ خطاب	۲۷۶
حضرت حر کی شہادت	۲۷۸
اے حر! تیری قسمت کی کیا بات ہے	۲۸۰
باب نمبر 7	۲۸۰
شہادتیں	
حضرت وہب کی شہادت	۲۸۱
والدہ کی خواہش......اور اپنے بیٹے سے اظہار	۲۸۱
حضرت وہب کا جواب	۲۸۲

عنوان	صفحہ
حضرت وہب کی اپنی بیوی سے بات چیت	۲۸۴
حضرت وہب..... بارگاہِ حسین میں	۲۸۵
ماں کی عرض	۲۸۵
بیوی کی عرض	۲۸۵
حضرت وہب کی عرض	۲۸۶
حضرت وہب کی والدہ کو..... آقا حسین کا جواب	۲۸۶
والدۂ وہب کے جذبات	۲۸۷
میدانِ جنگ میں..... بہادری کے جوہر	۲۸۷
حضرت وہب کا یزیدیوں سے..... مکالمہ	۲۸۸
شہادت	۲۹۱
سلام عقیدت	۲۹۱
حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی شہادت	۲۹۳
تعارف	۲۹۳
امام عالی مقام سے اجازت طلب کرتے ہیں	۲۹۴
حسنِ قاسم کی منظر کشی	۲۹۸
میدانِ جنگ میں..... شجاعت کے مظاہر	۲۹۸
شدید ترین حملہ	۲۹۹
حضرت قاسم کا..... ازرق کے بیٹوں سے مقابلہ	۳۰۰
ازرق..... حضرت قاسم کی تلوار کی زد میں	۳۰۲
شہادت	۳۰۴
حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۰۵
مقام عباس کیا ہے؟	۳۰۶
حضرت عباس..... اجازت طلب کرتے ہیں	۳۰۷
حضرت عباس..... جواباً عرض کرتے ہیں	۳۰۸
حضرت عباس کی..... پانی کے لئے کوششیں	۳۰۹
بحضور تشنگانِ کربلا	۳۱۱
چشمانِ حسین میں..... آنسو نکل آئے	۳۱۳
حضرت عباس کا رُخِ انور..... فرات کی طرف	۳۱۴
شہادت	۳۱۶
حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت	۳۱۹
بارگاہ حسین سے..... اجازت کی درخواست	۳۲۰
امام عالی مقام نے..... علی اکبر کو پھوپھی زینب کے پاس بھیج دیا	۳۲۰
حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں	۳۲۱
حضرت علی اکبر کے اجازت مانگنے پر..... سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے تاثرات	۳۲۲
آقا حسین..... اپنی بہن سے مخاطب	

عنوان	صفحہ
ہوتے ہیں	۳۲۳
علی اکبر کی میدان جنگ جانے کی تیاری	۳۲۳
میدان جنگ...... حُسن علی اکبر سے چمک اٹھا	۳۲۴
اللہ کا شیر...... میدانِ جنگ میں	۳۲۵
یہ کون ہے؟...... جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے؟	۳۲۶
علی اکبر نے جواب دیا ہوگا	۳۲۸
شجاعت و بہادری	۳۲۸
پیاس کی شدت	۳۲۸
کوفی...... واصلِ جہنم ہونے لگے	۳۳۰
شہزادہ علی اکبر...... باپ کی خدمت میں	۳۳۱
☆ شہادت	۳۳۲
☆ علی اکبر...... زندہ باد	۳۳۳
باب نمبر 7	۳۳۳
شہادتِ حسین (رضی اللہ عنہ)	
کون حسین؟	۳۳۵
کون حسین؟	۳۳۶
کون حسین؟	۳۳۶
کون حسین؟	۳۳۷
کون حسین؟	۳۳۷
شہادت حسین...... کتنی عظیم ہے؟	۳۳۷
لفظ لا الٰہ الا اللہ کا...... ضامن حسین ہے	۳۳۸
امام زین العابدین...... میدانِ جنگ کے لئے تیار	۳۳۸
امام عالی مقام...... حضرت زین العابدین کو روک دیتے ہیں	۳۳۹
حضرت زین العابدین کی...... بارگاہِ حسینی میں گزارش	۳۴۱
آقا حسین کی...... امام زین العابدین کو وصیت	۳۴۲
آقا حسین کی...... حضرت شہر بانو کو وصیت	۳۴۳
آقا حسین کی...... حضرت زینب و وصیت	۳۴۳
حضرت زینب کا اپنے بھائی کو جواب	۳۴۵
نواسۂ رسول کی...... میدانِ جنگ کے لئے تیاری	۳۴۵
دردناک منظر	۳۴۶
مقابلے کا آغاز	۳۴۷
امام عالی مقام کی...... شجاعت و بہادری	۳۴۸
یزیدیوں کی بوکھلاہٹ	۳۵۰
یزیدیوں کی یلغار	۳۵۰
شہادت	۳۵۰

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ والصلوٰۃ والسلام علٰی سیّد المرسلین ۔امابعد!

اس دارِ فانی میں بے شمار لوگ آئے۔ بالآخر موت نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ بڑے بڑے لوگوں کا نام تک لوگ بھلا بیٹھے' مگر جن ہستیوں نے دین کی سربلندی کے لیے قربانیاں دیں' ان کے نام آج بھی تاریخ کے ماتھے پر سجے ہوئے ہیں' انہیں ہستیوں میں ایک ہستی امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔آپ کی ذاتِ گرامی اور خدمات پر بڑے لوگوں نے کتابیں لکھیں' تقریریں کیں اور سعادت مندوں میں اپنا نام درج کروایا۔

شہادت حسین ایک ایسا عنوان ہے جس کی اہمیت تاریخی بھی ہے اور ایمانی بھی......وہ ہستی جن کی سواری دوشِ نبوت تھی......جن کا جھولا فرشتے جھولایا کرتے تھے......جن کی ناز برداریاں سیّدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے وہ کون ہیں؟

امام اہلِ وفا......پیکرِ تسلیم ورضا......سیّدالشہداء حضرت سیّدنا امام حسین علیہ السلام' جن کی شہادت تاریخ اسلام کا ایک عظیم باب بھی ہے اور اُمتِ مسلمہ کے لیے پیغام انقلاب بھی۔ واقعہ کربلا لکھنے والے کا اگر قلم کانپتا ہے تو پڑھنے والے کی آنکھیں بھی چھلک پڑتی ہیں۔

چمکتی تلواریں......تیر نیزے......گرمی کی شدت......پیاس کا زور......اور

آگے گلشن رسالت کے مہکتے پھول...... ایسے موضوع پر کچھ لکھنا آسان کام نہیں ہے۔

گل گلستانِ نبوت کی شفقت کی خوشبو نصیب ہو جائے ...... غلامانِ حسین میں نام آ جائے ...... نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے ...... یہی غبارِ راہِ طیبہ کی آرزو ہے، جس نے کچھ لکھنے کے لئے ذہن سازی کی۔ اللہ کریم عزوجل اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخشے اور ہم سب کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔ (آمین ثم آمین)

محترم قارئین!

وقت کی قلت کے پیش نظر محرم/ واقعہ کربلا کے حوالے سے کافی سارے عنوانات رہ گئے ہیں، مثلاً فضائل اہل بیت، سیرت اہل بیت، محبت اہل بیت کی برکات، یادِ حسین کی شرعی حیثیت، ماتم کی شرعی حیثیت، ابتلاء و آزمائش کی حکمتیں اور فضائل، صبر و استقامت کے ثمرات، شہادت کی فضیلت، شہادت حسین کی انفرادیت، جہاد کی ضرورت و اہمیت، امام حسین کا پیغام اُمتِ مسلمہ کے نام، امام عرش مقام پر اعتراضات اور ان کے جوابات، شہادت کے بعد کے واقعات، قاتلانِ حسین کا عبرتناک انجام، یزید کیسا انسان تھا؟ وغیرہ وغیرہ

علاوہ ازیں بعض شہادتوں کو بھی مختصر کر دیا گیا ہے، اگر زندگی نے وفا کی تو یہ سارے عنوانات .... میں آئیں گے۔ (انشاء اللہ تعالیٰ عزوجل)

میری دعا ہے کہ یہ حقیری سی کاوش شرفِ قبولیت پالے اور میرے لیے باعثِ نجات بن جائے۔

غبارِ راہِ طیبہ

۲۱ ستمبر ۲۰۱۵ء/ بروز پیر ۱۴۳۶ھ

بابِ نمبر 1

واقعہ کربلا کا پس منظر

سید نے کربلا میں وعدے نبھا دیئے ہیں
دین محمدی کے گلشن کھلا دیئے ہیں
بولے حسین مولا تیری رضا کی خاطر
اِک ایک کر کے میں نے ہیرے لٹا دیئے ہیں
دینِ نبی پہ واری اکبر نے بھی جوانی
عباس نے بھی اپنے بازو کٹا دیئے ہیں
زینب کے باغ میں بھی دو پھول تھے مہکتے
زینب نے وہ بھی دونوں راہِ خدا دیئے ہیں
زہراء کے ناز پالے پھولوں پہ سونے والے
کربل کی خاک میں وہ ہیرے رُلا دیئے ہیں
بخشش ہے اُس کی لازم سیّد کے غم میں حافظ
دو چار آنسو رو کر جس نے بہا دیئے ہیں

پس منظر

(واقعہ کربلا پیش آنے کی بنیادی وجہ)

وَاَمَّا الشَّهَادَةُ الْجَهْرِيَّةُ الَّتِيْ اخْتُصَّ بِهَا السِّبْطُ الْاَصْغَرُ فَهِيَ مِنْ اَكْبَرِ الْوَقَائِعِ الْمَشْهُوْرَةِ وَسَبَبُ شُهْرَتِهَا كَوْنُهَا جَهْرِيَّةً وَسَبَبُهَا اَنَّهٗ لَمَّا تَمَلَّكَ يَزِيْدُ وَ تَسَلْطَنَ وَذٰلِكَ فِيْ رَجَبَ سَنَةَ سِتِّيْنَ بِدِمَشْقَ كَتَبَ اِلَى الْاَقَالِيْمِ لِاَخْذِ الْبَيْعَةِ لَهٗ وَكَتَبَ اِلٰى عَامِلِهٖ بِالْمَدِيْنَةِ الْوَلِيْدِ بْنِ عُقْبَةَ اَنْ يَّأْخُذَ الْبَيْعَةَ مِنَ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَامْتَنَعَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مِنْ بَيْعَتِهٖ لِاَنَّهٗ كَانَ فَاسِقًا مُدْمِنًا لِلْخَمْرِ ظَالِمًا ۔

واقعہ کربلا (شہادت جہری) کا سبب یہ ہوا کہ جب یزید بادشاہ بنا اور اس نے اقتدار سنبھال لیا اور یہ رجب سن ساٹھ ہجری میں دمشق میں حکمران بنا۔ اس نے اپنے زیر حکومت تمام علاقوں میں بیعت لینے کی غرض سے احکامات جاری کئے۔ اس نے اسی غرض سے مدینہ منورہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو بھی حکم نامہ جاری کیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے بھی بیعت لی جائے۔ چنانچہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ وہ (یزید) فاسق، شرابی اور ظلم کرنے والا تھا۔

(شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، سر الشہادتین (مترجم) مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور)

خلافتِ راشدہ کی مدت......سرکار دو جہاں نے تعیین فرمادی

سرکار دو جہاں ﷺ نے اپنے بعد قائم ہونے والے دورِ حکومت کی پہلے ہی نشاندہی فرمادی تھی۔ حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اَلْخَلَافَةُ فِیْ اُمَّتِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً ثُمَّ مَلِكٌ بَعْدَ ذٰلِكَ

"میری امت میں خلافت تیس برس تک رہے گی، پھر اس کے بعد ملوکیت ہوگی۔" (مسند احمد بن حنبل: ۵/۲۲۱، دلائل النبوۃ للبیہقی: ۶/۳۴۲)

سرکار مدینہ، قرار قلب وسینہ ﷺ کے فرمان کے مطابق خلافت راشدہ آپ کے بعد تیس سال تک ہوگی، اس کے بعد دور ملوکیت کا آغاز ہوگا۔ خیر وفلاح پر مبنی طرزِ حکومت بدل دیا جائے گا اور امت مسلمہ میں سیاسی اقتدار کی جو شکل رواج پائے گی وہ ملوکیت کی صورت میں ہوگی۔ چنانچہ حضور نبی اکرم ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق

☆......حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ۲ برس ۳ ماہ ۱۰ دن تک تخت خلافت پر متمکن رہے۔

☆......خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ۱۰ برس ۶ ماہ ۴ دن تک اس منصب کو زینت بخشی۔

☆......خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو آپ ۱۱ برس ۱۱ ماہ ۲۸ دن تک خلیفہ رہے۔

☆......خلیفہ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ۴ برس ۹ ماہ تک اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے اور تبلیغ دین کے لیے جو کچھ کر سکتے تھے بڑی جانفشانی، جرأت و ہمت اور نہایت جوش وجذبے کے ساتھ وہ سب کچھ کیا۔

آپ کی شہادت کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے یہ عہدہ سنبھالا اور تقریباً چھ ماہ اس منصب پر فائز رہے۔ سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ۶ ماہ شمار کر کے تیس برس پر مشتمل یہ زمانہ عہد خلافت راشدہ کہلاتا ہے۔

نبی کریم کی پیش گوئی...... پوری ہوگئی

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”(میرے جگر گوشہ) حسین بن علی کو سن ۶۰ ہجری کے اختتام پر شہید کر دیا جائے گا۔“ (المعجم الکبیر للطبرانی:۳/۱۰۵، تاریخ بغداد:۱/۱۴۲، مجمع الزوائد:۹/۱۹۰)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشین گوئی کے مطابق سن ۶۰ ہجری میں قبیلہ قریش کی شاخ بنوامیہ کا اوباش نوجوان یزید بن معاویہ تخت نشین ہوا۔ اور ۶۱ ہجری کے ابتدائی دس دنوں میں سانحہ کربلا پیش آیا جس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یزید کی حکومت سے پناہ مانگنے کا حکم فرمایا تھا اور بتا دیا تھا کہ یہی وہ شخص ہوگا جو اہل بیت کے خون سے ہاتھ رنگے گا۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یزید کی نوخیز اور لا ابالی حکومت اور اس کے ظلم وستم سے بھرپور دور سے پناہ مانگا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کی دعا قبول ہوئی اور آپ ایک سال پہلے ہی فوت ہوگئے۔

یزید کی ولی عہدی کا آغاز

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ہی یزید کی ولی عہدی کی بیعت کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ کچھ لوگوں نے برضا و رغبت اور کچھ نے حالات کا رخ بدلنے کی بجائے حالات کے ساتھ سمجھوتہ کرتے ہوئے یزید کی بیعت کر لی تھی۔ جن حضرات نے یزید کے فسق و فجور اور نااہل ہونے کی وجہ سے یزید کی بیعت کرنے سے بانگ دہل اعلان کیا تھا ان میں سے یہ چار شخصیات سرفہرست تھیں۔

۱۶۱۲۳۴۷۲

(۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

(۲) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما

(۳) حضرت عبدالرحمٰن ابن ابی بکر رضی اللہ عنہما

(۴) حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی...... یزید کو وصیت

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور کاتبانِ وحی الٰہی میں سے بھی تھے۔ جب رجب 60ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو انہوں نے یزید کو ان چار حضرات کے متعلق وصیت کی۔ ایک روایت کے مطابق یزید کو بالمشافہ وصیت کی اور دوسری روایت کے مطابق یزید اس وقت وہاں موجود نہ تھا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضحاک بن قیس اور مسلم بن عقبہ المری کو یہ وصیت لکھ دی کہ اسے یزید کے حوالے کر دیں اس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یزید کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے متعلق جو وصیت فرمائی اس کے الفاظ یہ ہیں:

وَاَمَّا الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَهُوَ رَجُلٌ خَفِيْفٌ وَلَنْ يَّتْرُكَهٗ اَهْلُ الْعِرَاقِ حَتّٰى يُخْرِجُوْهُ فَاِنْ خَرَجَ وَظَفِرْتَ بِهٖ فَاصْفَحْ عَنْهُ فَاِنَّ لَهٗ رَحْمَةً مَاسَّةً وَحَقًّا عَظِيْمًا وَقَرَابَةً مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۔

''اور حسین بن علی رضی اللہ عنہما نرم دل آدمی ہیں اہل عراق انہیں حجاز سے نکال کر چھوڑیں گے۔ پس اگر وہ نکلیں گے اور تو نے ان پر غلبہ پالیا تو ان سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا کیونکہ وہ بہت صلہ رحمی کے مستحق ہیں۔ ان کا ہم پر ایک عظیم حق ہے اور ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرابت داری

ہے۔"(ابن اثیر:۲/۴)

حضرت امیر معاویہ کا وصال اور یزید کی تخت نشینی

آئی موت حضرت معاویہ فوت ہوئے خود مختار یزید سدان لگا
ہجری سنہ ۵۹ھ دے دور اندر ظالم ظلم دے ہتھ اٹھان لگا
دھیاں بھیناں دے لنگ اتار سٹے چوراں ڈاکواں نوں سینے لان لگا
اہدے فسق و فجور دی ویکھ حالت در تے سیس ابلیس جھکان لگا
شام پا کے شام زمین اندر دور دور اندھیر مچان لگا
جہڑے باغ تے باغ فردوس شیدا باغ باغ اوہ کرن ویران لگا
دھروں دھکیا کھائیگا انت دھکے نال دھکے دے بیعت منان لگا
غنڈی پارٹی نال گٹھ جوڑ کر کے عزت ربدی نوں ہتھ پان لگا
کمر کس پکی ستمگاریاں دی بیڑے ظلم دے پیر ٹکان لگا
جہڑے لال دی برکتوں لعل چمکن اوس لال تے اکھ بدلان لگا
پردے عرش بریں دے اُٹھ چلے ہون عاشقاندا امتحان لگا
بے دید یزید پلید موذی دائم دونویں جہان ونجان لگا

مؤرخین لکھتے ہیں کہ جب ۶۰ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تو یزید ان کے وصال کے بعد تخت نشین ہوا۔ اہل شام نے یزید کی بیعت میں جلدی کی اور یوں اہل شام کی بیعت کے بعد یزید اب دیگر علاقوں کی جانب متوجہ ہوا اور اس نے وہاں کے گورنروں کو مکتوب لکھے جس میں انہیں کہا گیا کہ وہ لوگوں سے اس کی امارت پر بیعت لیں۔

یزید کی نظر میں......سب سے اہم کام

حضرت معاویہ کی رحلت ہوگئی جب ساٹھ ہجری کو
ہوئے مصروف شامی سلطنت کی خیر خواہی کو
بٹھایا تخت پر سب نے یزید کینہ پرور کو
سمجھتا تھا جو پہلے ہی دشمن آل حیدر کو
یزید ناخلف کو مل گیا جب تختِ سلطانی
خلافِ دین کرنے لگ گیا وہ اپنی من مانی
سگے بھائی بہن کا عقد جائز کر دیا اُس نے
زمینِ شام کو ظلم و ستم سے بھر دیا اس نے
رہا باقی نہ ذرہ بھر اُسے پاسِ مسلمانی
کھلے بندوں بدلنے لگ گیا احکامِ قرآنی
شراب، حسد، فسق، جوئے کی تھی ہر جا گرم بازاری
شریعت کے خلاف اس نے کردی ہر رسم تھی جاری
مگر رہتا تھا اس کے دل میں ہر دم خوف شبیر کا
کہ تھا معلوم اس کو حوصلہ سب ابنِ حیدر کا
سمجھتا تھا مرے کردار بد پر سبط پیغمبر
نکل آئیں گے وہ میدان میں سینہ سپر ہو کر
اس اندیشے کو رکھ کے سامنے بدکار بد اختر
اتر آیا حسین ابن علی کی وہ عداوت پر

یزید کی تخت نشینی کے بعد اس کے لیے سب سے اہم اور بڑا مسئلہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی

بیعت کا تھا کیونکہ ان حضرات نے یزید کی ولی عہدی کو قبول نہیں کیا تھا۔ مزید یہ کہ امتِ مسلمہ میں یہ ایسی بلند پایہ شخصیتیں تھیں کہ جن سے یزید کو اندیشہ تھا کہ کہیں ان میں سے کوئی خود خلافت کا دعویٰ نہ کر دے۔ چنانچہ یزید کے لیے اپنی حکومت کی بقاء اور مضبوطی کے لیے ضروری تھا کہ وہ ان حضرات سے بیعت لے۔

گورنرِ مدینہ (ولید) کے نام...... یزید کا خونی خط

تخت نشین ہوتے ہی یزید نے مدینہ کے گورنر ولید بن عقبہ کو یہ حکم نامہ بھیجا کہ:

أَمَّا بَعْدُ! فَخُذْ حُسَيْنًا وَّعَبْدَاللهِ بْنِ عُمَرَ وَ عَبْدَاللهِ بْنِ زُبَيْرَ بِالْبَيْعَةِ اَخْذًا شَدِيْدًا لَّيْسَتْ فِيْهِ رُخْصَةً حَتّٰى يُبَايِعُوْا ۔

"حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم سے میرے حق میں بیعت لو اور جب تک وہ میری بیعت نہ کریں انہیں ہرگز مت چھوڑو۔"

(تاریخ الطبری: ۶/۲۴، تاریخ ابن اثیر: ۴/۱۴، البدایہ والنہایہ: ۸/۱۴۶)

یزید نے شام کے گورنروں کو مکتوب لکھنے شروع کیے تاکہ وہ لوگوں سے اس کی امارت پر بیعت لیں۔ شاعر نے اس کے بارے میں یوں نقشہ کھینچا ہے:

کیے قاصد روانہ شام سے مکے مدینے کو
لکھا فرماں کہ حاکم مان لیں سب اس کمینے کو

ابی سفیان کا پوتا مدینے میں گورنر تھا
بظاہر سخت درپردہ خلاف فتنہ و شر تھا

ولید اُس نیک دل کا نام تھا عتبہ کا بیٹا تھا
سفیرِ شام جب آیا تو وہ بستر پہ لیٹا تھا

دیا قاصد نے خط مضمونِ خط اس نے پڑھا سارا
چچا کی موت کا تھا سامنے آنکھوں کے نظارا

دوسری روایت میں خط کا متن کچھ یوں ہے

امام حسن رضی اللہ عنہ کا کام تمام کر کے جب یزید پلید نے اپنے ناشاد دل کو خوش کر لیا۔ اب اس شقی کو امام حسین رضی اللہ عنہ یاد آئے، مدینہ کے صوبہ دار ولید کو خط لکھا کہ حسین اور عبداللہ ابن عمر اور عبداللہ ابن زبیر (رضی اللہ عنہم) سے بیعت کے لیے کہے اور مہلت نہ دے، ابن عمر ایک مسجد میں بیٹھنے والے آدمی ہیں اور ابن زبیر جب تک موقع نہ پائیں گے خاموش رہیں گے، ہاں حسین (رضی اللہ عنہ) سے بیعت لینی سب سے زیادہ ضروری ہے کہ یہ شیر اور شیر کا بیٹا موقع کا انتظار نہ کرے گا۔

لکھیا خط یزید ولید تائیں اے گورنر ولید دلدار میرے
میرا باپ معاویہ فوت ہویا آئی سلطنت اختیار میرے
سر تے تاج تے تخت اے تلے قدماں حاضر فوج لشکر بیشمار میرے
میری بیعت قبولی اے تاجداراں وڈے وڈے نے سپہ سالار میرے
کون کوئی جو سامنے دم مارے دنیا جاندی زور بلکار میرے
تینوں حکم گورنرا خاص میرا پاوے شور اوتھے یکبار میرے
تینوں ہور ترقیاں دیوساں میں پکے بیلیا قول اقرار میرے
میری بیعت قبول کرا سب تھیں دس دس کے رعب دھمکار میرے
ہوکا شہر مدینے وچہ پھیر میرا جھنڈے لاہر گلی بازار میرے
ابن علی حسین نوں صاف کہدے منے بیعت تے ویکھے پیار میرے
آکھ عمر صدیق دیاں بیٹیاں نوں ہوون زیر ویکھن اقتدار میرے
تے عبداللہ زبیر دا پُت نالے ابن عباس ہوون وفادار میرے

اینہاں پنجانوں پکڑ لے وچہ پنجے جیکر بیعت تھیں کرن انکار میرے
اینہاں پنجاندے سیس اتار کے تے جلدی بھیج دمشق دربار میرے
اینہاں پنجاندا رہندا اے نت خطرہ متاں کرن ایہ کم خوار میرے
ہووے حکمدی جلد تعمیل دائم گزرن وقت اندر انتظار میرے

ایک دوسری روایت میں خط کا متن کچھ یوں ہے:

اِذَا اَتَاكَ كِتَابِیْ هٰذَا فَاحْضَرِ الْحُسَيْنَ ابْنَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا وَعَبْدَ اللّٰهِ ابْنَ زُبَيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا فَخُذْهُمَا بِالْبَيْعَةِ لِیْ فَاِذَا اِمْتَنَعَا فَاضْرِبْ اَعْنَاقَهُمَا وَابْعَثْ لِیْ بِرُؤُوْسِهِمَا

”جب تیرے پاس میرا یہ خط پہنچے تو حسین بن علی رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو اپنے پاس بلاؤ اور ان سے میری بیعت لو اور اگر وہ بیعت سے انکار کردیں تو ان کی گردنیں اڑا دو اور ان کے سر میرے پاس بھیج دو۔“

(تاریخ طبری:۵/۱۷۵،تاریخ یعقوبی:۲/۲۴۱،تاریخ ابن کثیر:۸/۱۰۰۴)

ولید کا......مروان سے مشورہ

ولید بن عقبہ ایک رحمدل اور خاندان نبوت کی تعظیم وتکریم کرنے والا گورنر تھا۔ وہ یزید کے اس حکم سے بہت گھبرایا۔ اس حکم کی تعمیل اس کے لیے مشکل تھی مگر وہ عدم تعمیل کی صورت میں اس کے انجام سے بھی باخبر تھا۔ اس نے مشورے کے لیے اپنے نائب مروان بن حکم کو بلوا بھیجا اور ساری صورتحال سے آگاہ کیا۔

؎ پڑھکے خط ولید یزید سندا سارا حال مروان نوں دسیا اے
اوہ مردود اگے ایہو چاہوندا سی شکے خط سارا کھڑ کھڑ ہسیا اے

جو کجھ لکھیا یزید نے ٹھیک لکھیا دلوچہ کہے شکار ہن پھسیا اے
کڈ سیں جو بیعت تھیں سیس پھیرے کیوں نہ مرے جو شاہاں تھیں نسیا اے

پر ولید سی ربدا خاص بندہ منوچہ رووندا نالے ترسیا اے
اہل بیت دیناں کیوں ویر پا کے لک ظلم تے ظالماں کسیا اے

ہائے توبہ! یہ گل ہے بہت مندی سینہ فکر دے ناگ نے ڈسیا اے
دائم آکھدا ہو کے آبدیدہ خون چشم ولید تھیں وسیا اے

مروان بد بخت کی...... بری رائے

کہا مروان نے فوراً بلایا جائے تینوں کو
ملے موقعہ تدبر کا نہ ان انجام بینوں کو

مروان ایک ظالم اور سنگدل شخص تھا۔ اس نے کہا کہ میرا مشورہ یہ ہے کہ ان تینوں حضرات کو ابھی بلا بھیجو اور انہیں بیعت کے لیے کہو۔ اگر وہ بیعت کر لیں تو ٹھیک اور اگر انکار کریں تو ان سب کا سر قلم کر دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور ان کو امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کی موت کی خبر مل گئی تو تینوں الگ الگ مقامات پر جا کر خلافت کے مدعی بن کر کھڑے ہو جائیں گے۔ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو ان پر قابو پانا مشکل ہو جائے گا۔ البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جدال وقتال کو پسند نہیں کرتے وہ امر خلافت کے طلبگار بھی نہیں سوائے یہ کہ خلافت خود بخود ان کو دی جائے۔

(ابن اثیر: ۴/۱۵، البدایہ والنہایہ: ۸/۱۴۷)

مروان کی بری رائے پر...... ولید کا اظہار تأسف

ولید نے جب مروان کی رائے سنی تو کہنے لگا:

؎ اے مروان میرا سینہ چاک ہویا تسی ظلم کماونا چاہوندے ہو
باغ فاطمہ دے نوری پھُل سوہنے توڑ خاک ملاونا چاہوندے ہو
ایہہ تصویراں محمدی جاں صدقے رکھکے تسیں مٹاوناں چاہوندے ہو
چند روز دیواسطے بے سمجھو باطل سِکہ چلاوناں چاہوندے ہو

ولید بن عقبہ نے مروان کو کہا! ویحك یا مروان! اے مروان تیرا برا ہو تو مجھ سے کیسا مطالبہ کر رہا ہے واللہ! اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو امام حسین رضی اللہ عنہ کا خون ناحق اپنے سر پر نہ لوں گا کیونکہ مجھے ایک دن اپنے خدا کے پاس جانا ہے اور اپنے نبی کو منہ دکھانا ہے۔

؎ روز جزا کشندۂ فرزند مصطفی
بے شبہ لائق درکات جهنم است
بس کور دل کسے که کند قصد سروری
کز نور چشم سیّد اولاد آدم است

دعوت فکر

یہاں قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ ولید اور مروان کی سوچ میں کتنا فرق ہے۔ ولید دل و جان سے آل نبی اولادِ علی کی قدر کر رہا ہے اور مروان یزید کی خوشی کی خاطر حکومت وقت کو خوش کرنے کے لیے آلِ نبی کو قتل کرنے کا مشورہ دے رہا ہے۔ حالانکہ دونوں کا تعلق ایک ہی قبیلہ سے ہے یہ دونوں بنوامیہ کے ایک ہی خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ مگر سوچ میں کتنا فرق ہے۔ ولید بن عقبہ سے پہلے مروان بن حکم ہی مدینہ پاک کا گورنر تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ۴۲ ہجری میں مروان کو مدینہ پاک کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔ یہ پندرہ سال مدینہ پاک کا گورنر رہا۔ ۵۸ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مروان کو معزول کر کے ولید بن عقبہ کو مدینہ پاک کا

گورنر مقرر فرمایا تھا۔ (تاریخ طبری: ۵/۳۴، ۱۴۸)

مروان کون تھا؟

مروان انتہائی ظالمانہ مزاج کا مالک اور بدکردار تھا۔ اسی لیے اس نے ولید کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کا مشورہ دیا تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں مدینہ شریف میں جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کے ماں باپ بچے کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں لے جاتے تو پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اس بچے کو پیار دیتے پھر اس کو گھٹی دیتے پھر اس بچے کا پیارا سا نام رکھتے۔

مروان بھی اسی دور میں پیدا ہوا تو اس کی نانی نانا سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اس کو لے کر آئے تاکہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نگاہ کرم فرمائیں اور گھٹی دیں تاکہ بچے کا بخت بلند ہو نصیب بلند ہو۔ جب مروان سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو غیب دان آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے مروان کو دیکھتے ہی فرمایا:

هُوَ الْوَزَغُ ابْنُ الْوَزَغ

یہ گرگٹ کا بیٹا ہے اور خود بھی گرگٹ ہے۔ (حیوۃ الحیوان: ۱/۲۲۹، النہایہ، ص: ۴۵)

گرگٹ کیا ہے؟

گرگٹ پنجابی میں اس کرلے کو کہتے ہیں جو طرح طرح کے رنگ بدلتا رہتا ہے اور کبھی ایک حالت میں نہیں رہتا۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب تاریخ الخلفاء میں فرماتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی تفسیر میں یہ بات لکھی ہے امام نسائی نے اپنی تفسیر میں یہ بات لکھی ہے امام ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں یہ بات لکھی ہے کہ جس زمانے میں

مروان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدینہ پاک کا گورنر تھا اس زمانے میں ایک دن مسجد نبوی میں اس نے خطبہ دیتے ہوئے لوگوں کے سامنے یہ بات کہی کہ لوگو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنے بعد اپنا جانشین اپنا ولی عہد بنانے کا پروگرام بنایا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے پروگرام میں اپنے ارادے میں بالکل صحیح ہیں۔

آپ کی رائے اس معاملے میں بالکل درست ہے کیونکہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اپنے اپنے دور میں یہی کام کیا تھا۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کوئی نیا کام نہیں کررہے بلکہ صدیق اکبراور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی سنت پاک پرعمل فرمارہے ہیں۔

جب مروان نے یہ بات کہی تو اس مجمع میں سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے تھے۔آپ نے سنا تو آپ جلال میں آگئے کہ یہ مروان کتنا بڑا جھوٹ بول رہا ہے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے کیسے پاک لوگوں پر الزام تراشیاں کررہا ہے اب اگر اس کو جواب نہ دوں تو مجھے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا بیٹا کون کہے گا؟

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اٹھ کے کھڑے ہوگئے اور جلال میں فرمایا: مروان تم غلط کہہ رہے ہو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صدیق اکبراور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی سنت پر عمل نہیں کررہے بلکہ یہ قیصراور ہرقل بادشاہ کی سنت پرعمل کررہے ہیں۔حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو سن لو مجھے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی قسم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں نہ اپنی اولاد میں سے کسی کو اپنا جانشین بنایا نہ اپنے خاندان میں کسی فرد کو اپنا جانشین بنایا مروان جھوٹ بول رہا ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اگر یزید کو اپنا جانشین بنا رہے ہیں تو بیٹا سمجھ کر محبت کی وجہ سے پیار کی وجہ سے بنا رہے ہیں کسی کی سنت پر عمل نہیں کر رہے۔ مروان یہ سچا اور سچا جواب سن کر لاجواب ہو گیا کوئی جواب نہ آیا کیونکہ بات ہی لاجواب تھی۔ اب وہ لاجواب ہو کر شرمندہ ہو کر کہنے لگا او عبدالرحمٰن چپ کر مجھے پتہ ہے تیری حیثیت کیا ہے؟ کیا تو وہی عبدالرحمٰن نہیں جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا تھا کہ

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (پ:۱۵، بنی اسرائیل:۲۳)

''اپنے ماں باپ کی بارگاہ میں بے ادبی کرتے ہوئے اف بھی نہ کہو۔''

حضرت عبدالرحمٰن نے فرمایا: مروان کچھ ہوش کرو کیا کہہ رہے ہو یہ آیت میرے بارے تو نہیں اتری البتہ تم مجھے یہ بتاؤ کیا تجھ پر اور تیرے باپ حکم پر اللہ تعالیٰ کے رسول نے لعنت نہیں فرمائی تھی؟ کیا اللہ تعالیٰ کے محبوب نے تمہیں اور تمہارے باپ کو لعنتی نہیں کہا تھا؟ مروان شرمندہ ہو کر خاموش ہو گیا۔

کسی آدمی نے یہ بات ام المؤمنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بتائی کہ امی جان آج عبدالرحمٰن کی اور مروان کی آپس میں تو تو میں میں ہو گئی تھی تو مروان نے کہا کہ عبدالرحمٰن اللہ تعالیٰ نے تیری مذمت میں قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت ۲۳ نہیں نازل کی تھی؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مروان یہ آیۃ کریمہ میرے بھائی کے حق میں نہیں نازل ہوئی تھی بلکہ فلاں بن فلاں بندے کی مذمت میں نازل ہوئی تھی البتہ میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا کہ سرکار فرما رہے تھے کہ

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَبَا مَرْوَانَ وَ مَرْوَانُ فِيْ صُلْبِهٖ فَمَرْوَانُ يَفِيْضُ مِنْ لَّعْنَةِ اللّٰهِ ۔

''حضور ﷺ نے مروان کے باپ پر لعنت فرمائی اس وقت مروان اپنے باپ حکم کی پشت میں تھا تو مروان بھی اللہ تعالیٰ کی لعنت پانے والا ہوا۔'' (اسد الغابہ:۳/۴۷،تاریخ الخلفاء،ص:۲۹۸)

ولید کا قاصد......امام عالی مقام کے پاس

بلانے کو انہیں بھیجا سپاہی ایک عامل نے
کہا تینوں کو جلدی لا بلا کر دیکھ عامل نے

سپاہی مسجد نبوی میں ان کو ڈھونڈتا آیا
حسین پاک وعبداللہ بن زبیر کو وہیں پایا

کہا عامل بلاتا ہے چلو جلدی سے تینوں کو
سرِ دربار لاؤ حکم یہ ہے پاک بینوں کو

ولید نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے قاصد بھیجا۔ قاصد نے ان دونوں حضرات کو مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھے ہوئے پایا۔ وہ قاصد ایسے وقت میں آپ حضرات کے پاس آیا جس وقت ولید کسی سے نہ ملتا تھا۔ قاصد نے کہا کہ آپ دونوں حضرات کو امیر نے بلایا ہے۔ انہوں نے قاصد سے کہا ''تم چلو! ہم ابھی آتے ہیں۔''

امام عالی مقام کی حضرت ابن زبیر سے بات چیت اور ولید کیطرف روانگی

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہا۔
''یہ وقت ولید کے بیٹھنے کا نہیں ہے اس وقت بلانے کا سبب کیا ہوسکتا ہے؟''
حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میرا گمان ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا ہے اور ہمیں اس وقت بیعت کے لیے کہا جا رہا ہے اور ابھی لوگوں میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی موت کا کسی کو علم بھی نہیں ہے چنانچہ اس سے پہلے کہ یہ بات مشہور ہو ہمیں بیعت کے لیے آمادہ کیا جا رہا ہے۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

''میرا بھی یہی خیال ہے لہٰذا اب ہمارا آئندہ کا لائحہ عمل کیا ہونا چاہئے؟''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں ابھی اپنے خاندان کے لوگوں کو اکٹھا کرتا ہوں اور ان کو ساتھ چلنے کا کہتا ہوں ان لوگوں کو ہم دروازے پر کھڑا کریں گے اور میں اندر جاؤں گا۔''

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا۔

''مجھے آپ رضی اللہ عنہ کی جان کا خطرہ ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں سوچ سمجھ کر جاؤں گا۔''

اس گفتگو کے بعد حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل و عیال میں تشریف لائے اور پھر بنی ہاشم کے چند جوانوں کے ہمراہ ولید بن عتبہ کے پاس پہنچے اور ولید بن عتبہ کے گھر کے دروازے پر ان جوانوں کو کھڑا کیا اور فرمایا:

''تم سب یہیں دروازے پر کھڑے رہو گے اور میں تنہا اندر جاؤں گا اگر تم ولید کی آواز کو اونچا ہوتے سنو تو تم بلا جھجک اندر آ جانا وگرنہ میری واپسی کے منتظر رہنا۔'' (البدایہ والنہایہ: ۸/۱۹۱ تا ۱۹۲، تاریخ طبری: ۴/۱۴۰)

امام عالی مقام کی......ولید سے ملاقات

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ولید بن عتبہ کے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ ولید بن عتبہ اور مروان ابن الحکم آج ساتھ ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دونوں کو بیٹھے دیکھا تو فرمایا:

"صلح، جھگڑے سے بہتر ہے اور اتفاق بڑی عمدہ چیز ہے اللہ عزوجل تم دونوں کے مابین تعلقات کو بہتر بنائے۔"

ان دونوں نے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے تو ولید بن عتبہ نے یزید کا خط پڑھ کر سنایا اور کہا۔

"امیر معاویہ (رضی اللہ عنہ) کا انتقال ہوگیا ہے۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے سنا تو فرمایا:

"ہم اللہ عزوجل کے لیے ہیں اور ہمیں اللہ عزوجل ہی کی جانب لوٹ کر جانا ہے، اللہ عزوجل تمہیں اس مصیبت میں صبر کی نعمت عطا فرمائے۔"

ولید بن عتبہ نے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو کہا۔

"مجھے یزید نے لکھا ہے کہ میں آپ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے بیعت لوں۔"

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"بیعت تو اعلانیہ ہوتی ہے اور تم یوں پوشیدہ بیعت لینا چاہتے ہو۔ تم لوگ یہ منادی کروادو کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ وصال فرما چکے اور پھر تم لوگوں سے اعلانیہ بیعت لو اس کے بعد تم مجھ سے مطالبہ کرنا۔"

ولید بن عتبہ کا گمان تھا کہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فوری انکار کریں گے مگر

وہ آپ رضی اللہ عنہ کا نرم لہجہ دیکھ کر حیران رہ گیا اور اس نے آپ رضی اللہ عنہ کے اس جواب کو ہی کافی سمجھا۔ (تاریخ طبری: ۴/۱۴۰ تا ۱۴۱، البدایہ والنہایہ: ۸/۱۹۲)

حضرت امام عالی مقام کی......ولید سے بات چیت

گورنر مدینہ ولید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سامنے یزید پلید کا پیغام پہنچانے کے لیے جو انداز اپنایا......اس کا نقشہ دائم اقبال دائم رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ یوں کھینچا ہے۔

میرے آقا حسین قربان جاواں خونی چٹھی یزید دی آگئی اے
میرے پیر شبیر تحریر پڑھکے لب تے جان مرید دی آگئی اے
تُل کھلا اے آپ دے قتل اتے مرگ ابد پلید دی آگئی اے
سراں نال مرداندے میلیاں سوساری سمجھ بیدید دی آگئی اے
کرن بیعت یا سیس اتار چھڈو چٹھی سخت تاکید دی آگئی اے
میں مستعفی ہاں اج گورنری تھیں سیخیں جند ولید دی آگئی اے
آہ اُٹھ کلیجیوں اکھیاں تھیں غمدے موتی خرید دی آگئی اے
شروع شہر مدینے اندر غمدے رُت شام وچہ عید دی آگئی اے
مارو لاناں محمدی نور دیاں ظلمت دور شدید دی آگئی اے
ہاشم زادیو لگی فضا بدلن چادر سرخ خورشید دی آگئی اے
آ مضمون کتاب شہید اعظم پہلی سرخی تمہید دی آگئی اے
دائم خونی قلم تے دست قدرت تختی عرش مجید دی آگئی اے

امام عالی مقام کا خط سننے کے بعد......ولید کو جواب

اے ولید یزید پلید سندی سانوں کدے بھی بیعت قبول ناہیں
فاسق فاجر مرتد ملحد ظالم یاد جسنوں رب رسول ناہیں

کر لوے جو کرنا سُو باجھ لعنت ہونا اوسنوں لکھ وصول ناہیں
اسیں آل اولاد رسولدی ہاں قولوں ہارنا ساڈا اصول ناہیں
مال جان جہان تے سرصدقے اپیر رب ولوں مڑناں مول ناہیں
جلوے یار دے چمکدے تیغ اتے جندواریاں باجھ حصول ناہیں
سراں گے ہاراں گے کدی بھی نہ ڈرنا موت تھیں عشقداروں ناہیں
نقدسیس دیدار دا نقد سودا دائم ہون دیتا قصہ طول ناہیں

امام حسین رضی اللہ عنہ نے ولید کا خط سننے کے بعد فرمایا: ولید میں یزید کی بیعت نہیں کرسکتا۔ عرض کی حضور وجہ کیا ہے؟ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وَيَزِيْدُ بْنُ الْمُعَاوِيَةَ رَجُلٌ فَاسِقٌ شَارِبُ الْخَمْرِ.

یزید بن معاویہ ایسا بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے شراب کا عادی ہے ظالم ہے قاتل ہے ہم جیسے پاک لوگوں کو یہ بات نہیں جچتی کہ اس جیسے دین کے باغی کی بیعت کرلیں۔ (روضۃ الشہداء:۲/۳۶)

ہو جن کی رگوں میں خونِ محمدی...... وہ یزید کی بیعت نہیں کرسکتا

بھلا وہ حسین رضی اللہ عنہ جن کی رگوں میں خونِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم تھا!
بھلا وہ حسین رضی اللہ عنہ جن کے بازوؤں میں علی رضی اللہ عنہ کی قوت تھی!
بھلا وہ حسین رضی اللہ عنہ جن کے خون میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پاک دودھ تھا!
بھلا وہ حسین رضی اللہ عنہ جن کے دل میں عشقِ الٰہی کا دریا موجزن تھا!
بھلا وہ حسین رضی اللہ عنہ جن کے سینے میں دینِ مصطفیٰ کی تڑپ تھی!
بھلا وہ حسین رضی اللہ عنہ جن کی نگاہوں میں جلوۂ حسن یار تھا!

وہ کس طرح برداشت کر لیتے کہ کوئی انسان اسلام کے نام پر حکومت لے اور پھر اسلام ہی کی حدوں کو توڑے۔ سیّدہ کے لال نے یزید کی بیعت سے انکار کر دیا!

اور فرمایا کہ ایک باطل پرست انسان کی بیعت شجر دین اسلام کی جڑوں پر کلہاڑے مارنے کے مترادف ہے۔

حسین کا یہ اعلان ہے

حسین مدینہ چھوڑ سکتا ہے
حسین مکہ چھوڑ سکتا ہے
حسین کربلا کے تپتے میدان میں ڈیرے لگا سکتا ہے
حسین پانی بند کرا سکتا ہے
حسین بچے بیٹے بھانجے شہید کرا سکتا ہے
حسین خود بھی نیزے کی نوک پر چڑھ کر قرآن سنا سکتا ہے
مگر یزید کی بیعت نہیں کر سکتا۔

قربان جاؤں فاطمہ کے لال آپ کی شجاعت پر...... اے علی کے لخت جگر تیرے حوصلے پر قربان

؎ شعلے کو سیاہی سے ملایا نہیں تو نے
سر کفر کی چوکھٹ پہ جھکایا نہیں تو نے
وہ کون سا غم تھا جو اٹھایا نہیں تو نے
بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا نہیں تو نے
دامانِ وفا وقت کے شریروں میں نہ چھوڑا
راستہ سیدھا تھا وہ تیروں میں بھی نہ چھوڑا

اے ولید!

یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو محبوب خدا نے چوما

یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو شیرِ خدا نے چوما
یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو فاطمۃ الزہریٰ نے چوما
یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو صدیق اکبر نے چوما
یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو عمر فاروق نے چوما
یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو عثمان غنی نے چوما
یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو عبداللہ بن مسعود نے چوما
یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو ازواجِ مصطفےٰ نے چوما
یہ وہ ہاتھ ہیں جن کو اصحابِ مصطفےٰ نے چوما

یہ ہاتھ کسی فاسق وفاجر کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر سکتے۔

؎ دل ہمارا جذبہ غیرت کو کھو سکتا نہیں
ہم کسی کے سامنے جھک جائیں ہو سکتا نہیں
راہِ خودداری سے مر کر بھی بھٹک سکتے نہیں
ٹوٹ تو سکتے ہیں ہم لیکن لچک سکتے نہیں

یہ ہاتھ کسی شرابی کے ہاتھ میں چلے جائیں؟......نہیں......ایسا نہیں ہو سکتا۔

ولید کی عرض

اے عزت مآب حسین رضی اللہ عنہ!.....

میرے ساتھ تعاون فرمایئے!

فرمایا:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ص (پ:۶، مائدہ:۲)

''اے ایمان والو! اچھے کاموں میں نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے
سے تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے
تعاون نہ کرو۔''

اے ولید!

یزید نیک ہوتا...... یزید تہجد گزار ہوتا...... یزید قرآن کا قاری ہوتا...... یزید کردار کا غازی ہوتا...... یزید میرے نانا کا غلام ہوتا...... یزید شرم و حیا کا پیکر ہوتا...... یزید عزتوں کا رکھوالا ہوتا...... تو میں تیرے ساتھ تعاون کرتا میں یزید کی بیعت ضرور کر لیتا۔

مگر

یزید شرابی ہے — میں بیعت کیوں کروں؟
یزید زانی ہے — میں بیعت کیوں کروں؟
یزید کتوں کا شکاری ہے — میں بیعت کیوں کروں؟
یزید دین کا باغی ہے — میں بیعت کیوں کروں؟
یزید حلال کو حرام سمجھتا ہے — میں بیعت کیوں کروں؟
یزید حرام کو حلال سمجھتا ہے — میں بیعت کیوں کروں؟
یزید بے نمازی ہے — میں بیعت کیوں کروں؟

یزید کا خط پڑھ کر ہاشمی خون اُبل پڑا...... چہرہ اقدس پر جلالت رقص کرنے لگی...... پھر ساتھ ہی نانے مصطفیٰ ﷺ کی دی ہوئی شہادت کی خبر بھی یاد آ گئی...... کربلا کا خونیں منظر بھی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر نے فرمایا:

میں حسین رضی اللہ عنہ — اور — یزید کی بیعت؟

میں نواسۂ رسول	اور	یزید کی بیعت؟
میں علی کا جایا	اور	شریعت کے باغی کی بیعت؟
میں جگر گوشۂ بتول	اور	دین کے دشمن کی بیعت؟

نہیں...... یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔

اس لیے کہ

☆ میرے وہ ہاتھ جو کبھی بوسہ گاہِ رسول تھے...... آج یزید کے پلید ہاتھوں میں نہیں جاسکتے۔

☆ میرا وہ سر جو شب و روز بارگاہِ ایزدی میں جھکا رہتا ہے...... اسلام کے ایک دشمن کے آگے نہیں جھک سکتا۔

☆ جس نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کا پاک دودھ پیا ہے...... وہ ایک باطل پرست انسان کی اطاعت نہیں کرسکتا۔

☆ جبریل علیہ السلام جس کے گھر کی دربانی کرے...... فرشتے جس کا جھولا جھلائیں...... خدا جس کے ناز دیکھے...... مصطفیٰ ﷺ جس کو اپنے کندھوں پر اٹھائے...... وہ حسین آج امانت الٰہیہ میں خیانت کرنے والے اور دین کی حدوں کو توڑنے والے یزید کی بیعت کرکے آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے اسلام کی بے حرمتی کے لیے راستہ نہیں کھول سکتا۔

امام عالی مقام کو پتہ تھا...... نتیجہ کیا ہوگا؟

حضرت امام حسین علیہ السلام جانتے تھے...... یزید کی بیعت کا انکار کرنے سے

حکومت سے ٹکر	ہو جائے گی
یزید میرا مخالف	ہو جائے گا
میرا مدینہ میں رہنا	دشوار ہو جائے گا

میں وطن سے بے وطن ہو جاؤں گا
میں کربلا کے میدان میں بھوکا پیاسا شہید ہو جاؤں گا

یہ تمام باتیں امام حسین رضی اللہ عنہ اللہ کی عطا سے جانتے تھے کیونکہ وہ ولیوں کے سلطان کے بیٹے تھے...... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گودی میں کھیلنے والے تھے...... سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا نوری لب چومنے والے تھے...... بھلا پتہ کیوں نہ ہوتا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اتنے دکھ اتنی تکالیف اتنے صدمے برداشت کیے مگر آقا حسین رضی اللہ عنہ نے تقیہ نہیں کیا۔ صرف اور صرف دین اسلام کی آبیاری اور اللہ ورسول کریم عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر۔ کیونکہ آپ کو یقین تھا۔

؎ یہ بازی عشق کی بازی ہے جب چاہو لگا دو جی چاہے
گر جیت گئے تو کیا کہنے، ہارے بھی تو بازی مات نہیں
جس دھج سے کوئی مقتل میں گیا وہ شان سلامت رہتی ہے
یہ جان تو آنی جانی ہے اس جاں کی تو کوئی بات نہیں

اسی لیے تو ہم کہتے ہیں یا حسین!

؎ چرچا ہے جہاں میں تیری تسلیم و رضا کا
زیبا ہے لقب تجھ کو امام الشہداء کا

ناز بشریت ہے ترا سجدۂ آخر
رخ پھیر دیا جس نے زمانے کی ہوا کا

نذرانۂ جاں پیش کیا دین کی خاطر
تو باب نیا کھول گیا صدق و صفا کا

ولید کا حسن سلوک اور مروان کا بغض

امام عالی مقام نے جب یزید کی بیعت سے انکار کر دیا تو ولید چونکہ ایک امن پسند آدمی تھا اس نے کہا کہ اچھا! آپ تشریف لے جائیں۔ اس پر مروان نے ولید سے کہا کہ اگر اس وقت تم نے ان کو جانے دیا اور بیعت نہ لی تو تم کبھی بھی ان پر قابو نہ پاسکو گے تاوقتیکہ بہت سے لوگ قتل ہو جائیں۔ ان کو قید کر لو اگر یہ بیعت کر لیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کا سر قلم کر دو۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ یہ سن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا:

''ابن الزرقا! تو مجھے قتل کرے گا یا یہ کریں گے؟ خدا کی قسم تو جھوٹا اور کمینہ ہے۔''

یہ کہہ کر آپ اپنے گھر تشریف لے آئے۔

آپ کے تشریف لے آنے کے بعد مروان نے ولید سے کہا:

''تم نے میرا مشورہ نہ مانا اب تم کبھی دوبارہ اس طرح کا موقع نہ پاسکو گے۔''

ولید نے کہا:

''تم پر افسوس کہ تم مجھے ایسا مشورہ دے رہے ہو، خدا کی قسم! اگر دنیا بھر کا مال و متاع اور بادشاہی مجھے اس بات پر ملے کہ میں نواسۂ رسول ﷺ کو یزید کی بیعت نہ کرنے پر قتل کر دوں تو مجھے قبول نہیں ہے بخدا قیامت کے دن جس سے خون حسین رضی اللہ عنہ کی باز پرس ہوگی وہ ضرور خفیف المیزان ہوگا۔''

مروان نے کہا:

''تم ٹھیک کہتے ہو۔'' یہ بات اس نے صرف ظاہراً کہی تھی ورنہ دل میں ولید کی بات کو ناپسند کرتا تھا۔ (ابن اثیر: ۴/۱۵-۱۶، طبری: ۴/۱۹۰، البدایہ والنہایہ: ۸/۱۹۲)

امام عالی مقام کا......مروان کو منہ توڑ جواب

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مروان کی بکواس سنی تو اس کا ایسا منہ بند کیا کہ وہ بولنے کے قابل نہ رہا۔

اے مروان ذرا سن!

حسین ابن علی نے ڈانٹ کر فی الفور فرمایا
غلط ہے قتل تو مجھ کو کرے مروان بے پایا
نہیں تنہا یہاں میں اے ولید اے عامل طیبہ
محافظ مرا فالله خیر حافظ والله
مکان سے کہہ کے یہ تشریف باہر آپ لے آئے
مگر امکان رہنے کے مدینے میں نہ اب پائے
گئے ابن عمر دربار میں ہی نہ ابن زبیر اس جا
مدینے سے کیا عزمِ سفر فی الفور مکے کا
اس دن رات کو دونوں ہی وہ اک دم مدینے سے
روانہ ہو گئے مکے کو چھپ چھپ کر قرینے سے
مدینہ چھوڑ مکے کی جانب بے قرار آئے
خدا کے گھر میں محبوب خدا کے جانثار آئے

یہ کس کا کلیجہ ہے کہ ایسا ارادہ دل میں لائے، میری جانب نظر اٹھائے......جو میرے قتل کا عزم کرے گا، میرے مرنے سے پہلے وہ خود مرے گا......اسی کے خون سے زمین کو سرخ کر دیا جائے گا......اور اس کے گلستان حیات کو صرصر ممات سے پائمال کر دیا جائے گا......اے مروان! تیری یہ جرأت کہ مدینے شہر میں میرے قتل کی بات کرے، تو تو کیا؟ کوئی متنفس بھی یہاں مدینہ میں میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور

میں سوائے کربلا کے کسی اور جگہ شہید نہیں ہوں گا کہ میرے نانا نے میری پیدائش سے بھی پہلے یہ خبریں دنیا کو سنا دی ہیں (ساری دنیا مانتی اور جانتی ہے۔ یارسول اللہ ﷺ)

؎ تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
جو دن کو کہہ دیا شب تو رات ہو کے رہی

معراجِ رسول......اور......معراج حسین

جب امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے انکار کر کے ولید کے دربار سے نکلے تو رجب شریف کا مہینہ تھا چاند کی ستائیس تاریخ تھی۔ ساٹھ ہجری کا سال چل رہا تھا۔

حضرات یہی وہ مہینہ ہے جس مہینہ میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا نانا معراج کرنے کے لیے آسمانوں کی بلندیوں کو عبور کر کے لامکاں تک پہنچا تھا۔ مگر افسوس! اسی مہینہ میں حسین پاک رضی اللہ عنہ کو نانے کا مدینہ چھوڑنا پڑا۔ میرا نبی ﷺ بھی معراج پر گیا تھا، آقا حسین رضی اللہ عنہ بھی معراج پر جارہا تھا۔

میرے آقا مکہ چھوڑ کر عرشِ معلیٰ پر پہنچے......میرے حسین مدینہ چھوڑ کر کربلا معلیٰ پہنچے۔

میرے آقا اپنی امت بخشوانے عرش پر پہنچے......میرے حسین نانے کی امت کو بخشوانے کربلا پہنچے۔

میرے آقا نے عرش پر زلفیں بکھیر کر امت کو بخشوایا......میرے حسین نے کربلا میں بچوں، بھتیجوں، بھانجوں، بھائیوں کی قربانیاں دے کر نانے کی امت کو بخشوایا۔

میرے آقا معراج کی رات جوڑے سمیت عرش پر سوار ہوئے......میرے

حسین کربلا میں تن کٹوا کے نیزے کی نوک پر سوار ہوئے۔

یا یوں کہہ لیجئے کہ:

سر امت کا ابن مرتضٰی کو تاج کہتے ہیں
حسین ابن علی کا دو جہاں پر راج کہتے ہیں
ہوئے سر خم زمانے کے سر شبیر کے آگے
اسی رفعت کو اہل معرفت معراج کہتے ہیں

حضرت عبداللہ بن زبیر کی......مکہ کی طرف روانگی

گورنر مدینہ......ولید نے امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ...... دونوں کو بلا بھیجا تھا...... حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ ولید کے پاس چلے گئے مگر حضرت عبداللہ بن زبیر طرح طرح کے حیلوں سے ولید کے قاصد کو ٹالتے رہے اور ولید کے پاس نہ گئے۔ دوسرے دن وہ اپنے بھائی جعفر کے ہمراہ مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ ولید کے عملہ نے ان کو بڑا تلاش کیا مگر وہ نہ مل سکے۔

(البدایہ والنہایہ: ۱۹۲/۸، تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول، ص: ۱۴۱ تا ۱۴۲)

باب نمبر 2

رسول کریم ﷺ کے دلبر کی شہر دلبر سے جدائی

یہ جو ہچکیاں باندھ کر رو رہا ہے
غمِ ہجر نے اس کو تڑپا دیا ہے

ترے عاشقوں کو قرار آئے کیونکر؟
مدینے سے دوری بڑی جانگزا ہے

مدینے کے والی کا محبوب اور عظیم دلبر
حسین مدینے سے آج الوداع ہے

(الف) شہر دلبر سے جدائی

؎ فرزند رسول ﷺ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب سے مدینہ چھوٹ گیا
نازک تھا بہت نازوں کا پلا وہ شیشہ دل جو ٹوٹ گیا
دیکھا کیسے یہ تو نے فلک اے غیرت حق اللہ الصمد
اک ظلم شعار ستم پیشہ فرزند رسول ﷺ کو لوٹ گیا
قائم رہے کیسے ارض و سما زینب رضی اللہ عنہا نے لاشۂ شہ سے کہا
نانا کا مزار تو چھوٹا تھا بھائی کا بھی دامن چھوٹ گیا
اللہ اللہ کیا وہ نقشہ تھا عابد رضی اللہ عنہ کی زباں پر جاری تھا
اس غربت و کرب و بلا میں کیا ہم سب کا نصیبہ پھوٹ گیا

عاشقانِ مدینہ ہر وقت دعا کرتے رہتے ہیں

؎ میرا مسکن مدینہ ہو میرا مدفن مدینہ ہو
میرا سینہ مدینہ ہی بنا دو یا رسول اللہ

مدینہ کے ساتھ ہر اہل ایمان کو جو دلی وابستگی اور قلبی تعلق ہے وہ کسی اہل ایمان سے مخفی نہیں۔ اہل محبت کے دلوں کی ہر دھڑکن مدینہ کی یاد کے ساتھ دھڑکتی ہے اور ہر آنکھ یاد مدینہ میں ساون بھادوں کی سی برکھا برستی ہے۔ اسی لیے امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے کہا:

؎ جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا

اور جب بھی کوئی مدینہ منورہ کی پرکیف فضاؤں کو چھوڑ کر آتا ہے۔ تو چشم گریاں کے ساتھ اور بادیدہ نم آتا ہے۔ بقول ظہوری:

؎ چھوڑ آیا ظہوری میں دل و جان مدینے میں
اب جینا یہاں مجھ کو دشوار نظر آئے

اے صاحبانِ دل!

کس کا جی چاہتا ہے مدینۂ رسول چھوٹے؟......

وہ مدینہ جو فرشتوں کی جائے نزول ہے
وہ مدینہ جہاں قدر زہراء بتول ہے
وہ مدینہ جو مسکن رسول ہے
وہ مدینہ جس کی زیارت کے لیے ایمان والوں کے دل ترستے ہیں
وہ مدینہ جہاں ہر گھڑی رحمت کے بادل برستے ہیں
وہ مدینہ جو شہر رسول اللہ ہے
وہ مدینہ جو تاجِ زمین کا نگینہ ہے
وہ مدینہ جو مقدس ترین دھرتی کا سینہ ہے

ایسے عظمت والے شہر کو چھوڑ کر چلے جانا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہت بڑی قربانی اور عالم انسانیت پر بہت بڑا احسان ہے۔

اے دل والو!

ذرا اس منظر کو تصور کی آنکھوں سے دیکھو کہ رونق مدینہ...... مدینۂ رسول کو کس درد بھری آواز میں الوداع کہہ رہا ہے...... اونٹوں پر کجاوے!...... اور کجاووں پر شاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پردہ دار نواسیاں...... اور آل پیغمبر کے چھوٹے چھوٹے بچے اور معصوم بچیاں جن کو ابھی ابھی نیند سے بیدار کر کے اونٹوں پر سوار کیا گیا ہے......

نیند سے پلکیں بوجھل...... چہرے اداس...... اجسادِ پاک مضمحل...... طبیعت میں کسماہٹ...... نگاہوں میں حیرت وحسرت...... اور دل میں مدینۃ الرسول کے چھوٹ جانے کا غم...... اس نوری قافلے کی ظاہری بے کسی و بے بسی کا دلخراش منظر دیکھ کر آسمان تھرا گیا ہوگا...... فرشتے حیرت کی تصویر بن گئے ہوں گے...... حوروں کی چیخیں نکل گئی ہوں گی...... فرشِ زمین پر اضطراب سے لرزا پیدا ہوگیا ہوگا...... نخلستانِ مدینہ نے فرقت کے لمحوں میں خضرت کی چادریں اتار دی ہوں گی۔

گلہائے مدینہ کی رنگت اڑ گئی ہوگی...... کلیوں کا غزہ اُتر گیا ہوگا...... مدینے کی گلیوں میں کھلنے والے دروازوں کی دہلیزوں پر بیٹھ کر، وہاں شرافت مآب خواتین سیدۃ نساء العٰلمین اور زینب کبریٰ کا نام لے لے کر رو رہی ہوں گی...... طیبہ کی گلیوں میں کھیلنے والی ننھی ننھی معصوم بچیاں سیّدہ سکینہ کو یاد کر کے آہیں بھرتی ہوں گی......

کہ دیکھو! مدینے سے مدینے کا والی جا رہا ہے...... مسجد نبوی کے منبر کا مالک جا رہا ہے...... سجادۂ رسول کا وارث جا رہا ہے...... علی کا لعل اور بتول کا گوہر جا رہا ہے...... غریبوں کا غمخوار جا رہا ہے...... آلِ محمد کا سردار جا رہا ہے...... دیکھو...... آج...... مدینہ سے...... کون جا رہا ہے۔

مدینے سے ماہِ مدن جا رہا ہے
حرم سے امام زمن جا رہا ہے
بہاروں نے رو کر کہا ہائے کیونکر
یہ سارے کا سارا چمن جا رہا ہے

اے محبانِ مدینہ!

ذرا تصور کریں کہ وہ حسین رضی اللہ عنہ مدینہ جن کے نانا کا گھر تھا...... جن کا بچپن

مدینہ کی گلیوں میں گزرا تھا......انہوں نے کن جذبات کے ساتھ مدینہ منورہ کو چھوڑا ہو گا؟......اور جب آخری نظر روضۂ رسول ﷺ کے پر کیف نظاروں پر ڈالی ہو گی......تو قلب مضطر پر کیا گزری ہو گی؟......اور جب نانا جان کے مزار پر آخری مرتبہ حاضری دی ہو گی اور زبانِ حال سے نانا جان کو اپنی بپتا سنائی ہو گی تو سوز اور درد کا کیسا ساماں بندھ گیا ہو گا؟

اے باغبانِ گلشنِ توحید الوداع
میں جا رہا ہوں تیری بہاروں کو چھوڑ کر

بہر کیف نانا جان کا پڑھایا ہوا سبق بھی یہی تھا کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو سر بلند کرنے کے لیے سب کچھ لٹا دینا ہی عشق کی معراج ہے۔

امام عالی مقام نے......مدینہ کیوں چھوڑا؟

حسین رضی اللہ عنہ آج مدینہ چھوڑ کر کیوں جا رہا ہے؟

حکومت حاصل کرنے کے لیے!	نہیں ہرگز نہیں
کسی مفاد کے لیے	نہیں ہرگز نہیں
کسی ذاتی لالچ کے لیے	نہیں ہرگز نہیں

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا مدینہ سے مکہ......مکہ سے کربلا جانا کسی ذاتی مفاد پرستی کی بنا پر نہ تھا......بلکہ اپنے نانا کا وعدہ وفا کرنے کے لیے......اور اپنے جد امجد کی آغوش رحمت کی خوشبو سونگھنے کی خاطر جانا پڑا۔

امام عالی مقام کیوں گئے؟

مصیبت سے پنجہ لڑانے کی خاطر
جفاؤں کا ہر تیر کھانے کی خاطر

شہادت کا گلشن سجانے کی خاطر
شہید ہو کے قرآن سنانے کی خاطر
مدینے سے نکلا نبی ﷺ کا نواسہ
نبی ﷺ کی شریعت بچانے کی خاطر

ے جے کر ہستی رسول دے دوہترے دی نہ کربلا آن قربان ہندی
نہ ایہہ حج زکوٰۃ نہ نماز روزہ نہ ایہہ دین اسلام دی شان ہندی
نہ کوئی منبراں اتے قرآن پڑھدا نہ ایہہ مسجداں وچہ اذان ہندی
ایہہ تے صدقہ حسین دے سجدیاں دائیں تے ہستی دی ہستی ویران ہندی

فرشتوں کی...... بارگاہِ حسین میں حاضری

ملا باقر مجلسی جلاء العیون میں لکھتے ہیں کہ جب امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ پاک چھوڑنے لگے تو آسمانوں سے فرشتے بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سلام عرض کرنے کے بعد عرض کی حضور ہم اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں ہمیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہم نے کئی مقامات پر میدان جنگ میں آپ کے پیارے نانا جان محمد مصطفیٰ ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی عطا سے مدد کی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے ہیں۔ اگر ہماری خدمت کی ضرورت ہے تو ہم حاضر ہیں۔ اگر کسی سے آپ کو خطرہ ہے تو ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرشتوں کو فرمایا:

اے اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق آپ کی بڑی مہربانی میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ آپ میری حوصلہ افزائی کے لیے تشریف لائے فی الحال مجھے آپ لوگوں کی مدد کی

کوئی ضرورت نہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر سارے فرشتے واپس چلے گئے۔ جب فرشتے چلے گئے تو جنوں کا ایک گروہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی حضور ہم آپ کے شیعہ ہیں اور آپ کی مدد کے لیے آئے ہیں۔ آپ حکم فرمائیں ہم آپ کے دشمنوں کو اسی وقت تباہ و برباد کر دیں؟

امام حسین رضی اللہ عنہ مسکرا پڑے آپ نے جنات کا شکریہ ادا کیا۔ فرمایا:

اے جنوں کے گروہ! اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اتنی طاقت عطا فرمائی ہے تو میں بھی حسین ہوں...... میں بھی علی کا لال ہوں...... میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر کھیلنے والا ہوں...... اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بڑی طاقت اور قوت عطا فرمائی ہے میں بھی دعا کر کے اپنے دشمنوں کو تباہ و برباد کر سکتا ہوں۔ لیکن بددعا کرنی نہیں۔ جنوں نے عرض کی حضور وجہ کیا ہے؟

فرمایا: میں بتانا چاہتا ہوں کہ یزید کے ظلم کی انتہا کتنی ہے اور حسین رضی اللہ عنہ کے صبر کی معراج کتنی ہے۔ (جلاء العیون: ۲/۱۸۷، ۱۸۸)

طاقت ہے پر زور نئیں لانا متاں صبر وچہ خلل نہ آوے
صبر دا دامن چھڈنا ناہیں تے بھاویں ظالم ظلم کماوے
دکھڑے سہساں، پیاس بھی جھلساں بھاویں پانی بند ہو جاوے
کوئی پرواہ نئیں گھر دی لٹ جائے پچ دین نبی دا جاوے

اے صاحبانِ قلب و نظر!

مدینہ چھوٹنے کا غم رسول کریم سے پوچھو
مدینہ چھوٹنے کا غم حضرت بلال سے پوچھو
مدینہ چھوٹنے کا غم صدیق اکبر سے پوچھو

مدینہ چھوٹنے کا غم ابن عمر سے پوچھو
مدینہ چھوٹنے کا غم اویس قرنی سے پوچھو
مدینہ چھوٹنے کا غم حضرت امام مالک سے پوچھو

؎ دشمن کو بھی اللہ چھڑائے نہ وطن سے
جانے وہی بلبل جو بچھڑ جائے چمن سے
واقف ہے مسافر کا دل اس رنج ومحن سے
چھٹتا نہیں گھر جان نکل جاتی ہے تن سے
آرام کی صورت نہیں مسکن سے بچھڑ کر
طائر بھی پھڑ کتا ہے نشیمن سے بچھڑ کر

ایک شاعر یوں کہتا ہے:

؎ لگی چوٹ سی سینے نوں
ٹردیاں پرت جدوں شاہ تکیا مدینے نوں

رنج والم اور غم واندوہ کا دن

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہونے کی تیاری فرما رہے تھے......تو اہل مدینہ کا صدمہ سے عجیب حال تھا......جتنی خوشی اہل مدینہ کو رسول کریم ﷺ کے تشریف لانے کی ہوئی تھی......اتنا ہی آج ہر گھر غمکدہ بنا ہوا تھا...... یہ دن رنج والم اور غم واندوہ کا دن تھا......کہیں رونے کی آواز آرہی تھی......اور کوئی سسکیاں بھر رہا تھا......تو کوئی ہچکیاں لے رہا تھا......اور کوئی دکھ، درد کی تپش کو سینے میں چھپائے حیرت کی تصویر بنا بیٹھا تھا۔

؎ نگاہوں میں بیمار بیٹی کا چہرہ
غمِ دل کو دل میں دبانا تو دیکھو

محمد کے روضے کو دے کر سلامی
نبی کے نواسے کا جانا تو دیکھو
اِدھر چھٹ رہا ہے نبی کا مدینہ
اُدھر دین کا ہے بھنور میں سفینہ
فدا کر کے اکبر کی اُٹھتی جوانی
سفینے کو ساحل پہ لانا تو دیکھو

ارادوں کی مضبوطی......اور......آنسوؤں کی برسات

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے مکہ روانہ ہونے کے بعد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے اعزہ واقارب اور اہل وعیال کو جمع کیا اور مدینہ منورہ کی حرمت کی خاطر یہاں سے مکہ مکرمہ منتقل ہو جانے کا ارادہ فرمالیا۔ گھر والوں کو تیاری کا حکم دے کر آپ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضر ہوئے، نوافل ادا کیے۔

ہوئے رضائے الٰہی میں گم، رضا والے
خدا کے اور قریب آ گئے، خدا والے
کیا وہ کام کہ، حیران رہ گئی دنیا
وفا کے نام کو چمکا گئے، وفا والے
یزید جنگ کی تیاریوں میں تھا مصروف
خدا کی یاد میں مشغول تھے، خدا والے
لہو سے اپنے رقم کر کے، داستان حیات
ہوئے ہیں زندہ و جاوید، کربلا والے

مثال اِن کی کہاں، بے مثال ہیں یہ ظفرؔ
یہ سب کے سب ہیں علی والے، مصطفےٰ والے

اور دست بستہ سلام عرض کیا، آپ کی آنکھوں سے بے ساختہ آنسو رواں وہ گئے۔ گنبد خضریٰ کے مکین ﷺ اور مدینہ طیبہ سے جدائی کے خیال نے آپ پر رقت طاری کردی، اس شہر مبارک میں آپ نے عمر عزیز کا اکثر حصہ گزارا تھا۔ اس شہر کی معطر اور پرنور فضاؤں میں آپ اپنے بچپن سے لے کر اب تک سانس لیتے آرہے تھے۔ مدینہ منورہ سے دوری آپ کے لیے بڑی مشکل تھی۔

گھٹاؤ اشک برساؤ مدینہ یاد آیا ہے
سماں ساون کا دکھلاؤ مدینہ یاد آیا ہے
تڑپ کر اے دلِ بے تاب تڑپا دے زمانے کو
جلا دو بجلیو آ کر خوشی میں آشیانے کو
نہ چھیڑو واعظو جنت کے لالہ زار کی باتیں
سناؤ آج بس مجھ کو دیارِ یار کی باتیں
خدا کے واسطے روکو نہ مجھ کو آج رونے دو
مِرے اشکوں کو بہنے دو مجھے بیتاب ہونے دو

محمد بن حنیفہ کا مشورہ

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما جب مدینہ منورہ سے چلے گئے تو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ جن کا شمار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نابغہ روزگار بیٹوں میں ہوتا ہے اور محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نامور عالم دین تھے۔ ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے مشورہ کیا۔

حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آپ رضی اللہ عنہ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں، میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت سے انکار کر دیں اور کسی دوسری جگہ جا کر اپنے حامیوں کے ذریعے لوگوں کو اپنی بیعت کی دعوت دیں۔ اگر لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت کا انکار بھی کر دیا تو اس سے آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں کچھ کمی نہ آئے گی۔ اگر آپ رضی اللہ عنہ کسی ایسی جگہ گئے جہاں آپ رضی اللہ عنہ کے حامی موجود ہیں تو پھر مجھے اندیشہ ہے کہ اختلاف پیدا ہو جائے گا اور بات خون خرابے تک جا پہنچے گی۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بات سن کر فرمایا:

''میرا بھی یہی خیال ہے کہ مدینہ منورہ میں رہنا اب درست نہیں کیونکہ میرے انکار سے یزید مشتعل ہو جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ مدینہ منورہ خون سے رنگین ہو۔'' (تاریخ ابن خلدون:۱/۵۱۰تا۵۱۱)

ایک روایت کے مطابق حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''بھائی! آپ مجھے اپنے تمام بہن بھائیوں سے زیادہ عزیز ہیں اور میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ کسی شہر میں قیام نہ کریں بلکہ دیہاتوں اور بیابانوں میں قیام کریں اور لوگوں کے پاس اپنے قاصد بھیجیں اور انہیں اپنی بیعت پر آمادہ کریں اور اگر وہ آپ کی بیعت پر آمادہ ہوں تو یہ اللہ عزوجل کا بڑا فضل ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو فرمایا:

''تم مجھے کیا مشورہ دیتے ہو کہ مجھے کہاں جانا چاہیے؟''

حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا:

''آپ مکہ مکرمہ چلے جائیں اور اگر وہاں حالات بہتر نہ ہوں تو پھر بیابانوں میں چلے جائیں اور کسی ایک جگہ مستقل قیام نہ کریں اور حالات کا جائزہ لیں جب تمام حالات واضح ہو جائیں گے تو پھر آپ کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو گی۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم نے میرے لیے بھلائی کی بات کہی اور تمہاری رائے انشاء اللہ العزیز بہتر ہو گی۔'' (تاریخ طبری: ۱۴۲/۴)

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ سے...... مشاورت

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ روانگی سے قبل ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام حالات و واقعات ان کے گوش گزار کیے۔ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''تمہاری باتیں سن کر میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے مگر میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے سنا ہے کہ تیرے بیٹے حسین (رضی اللہ عنہ) کو عراق کی سرزمین پر شہید کیا جائے گا اور پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اس مقام جس کا نام کربلا ہے کی مٹی دی تھی اور فرمایا تھا کہ جب یہ مٹی خون بن جائے تو سمجھ لینا کہ میرے بیٹے کو شہید کر دیا گیا ہے چنانچہ میرے بیٹے تمہارا یہ سفر مکہ مکرمہ کا نہیں بلکہ عراق کا ہے۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب بات سنی تو رو دیے اور کہا:

''امی جان! مجھے معلوم ہے کہ میرے ساتھ ظلم کیا جائے گا اور مجھے شہید کر دیا جائے گا۔''

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''تم اپنے ساتھ اہل وعیال کو اور بچوں کو نہ لے جاؤ۔''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے کہا:

''امی جان! یہ سب کچھ تو لکھ دیا گیا ہے اور مشیت خداوندی بھی یہی ہے کہ وہ اس سفر میں میرے ہمراہ ہوں۔'' (الحیات الخفی:۲/۳۲)

ولید بن عتبہ کا......پھر پیغام آ گیا

ولید بن عتبہ نے اپنے ایک پیغام رساں کے ذریعہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کے مکتوب سے آگاہ کیا اور آپ رضی اللہ عنہ سے مشورہ طلب کیا کہ میں اس معاملے میں شدید پریشانی میں مبتلا ہوں اور وہ مجھے مسلسل آپ رضی اللہ عنہ کی بیعت یا پھر آپ رضی اللہ عنہ کے قتل پر آمادہ کر رہا ہے۔ (روضۃ الشہداء:۲/۳۷)

مکہ شریف جانے کا......فیصلہ فرمالیا

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو جب ولید بن عتبہ کا پیغام ملا تو آپ رضی اللہ عنہ جان گئے کہ اب مدینہ منورہ مزید قیام کرنا ممکن نہیں رہا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے اہل و عیال اور اہل بیت رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ وہ مدینہ منورہ سے روانگی کی تیاری کریں اور سامان سفر تیار کر لیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے اس حکم کے بعد ماسوائے حضرت محمد بن حنیفہ رضی اللہ عنہ کے جو بوجہ علالت مدینہ منورہ میں مقیم رہے باقی تمام اہل وعیال اور اہل بیت رضی اللہ عنہم نے سفر کی تیاری شروع کر دی۔

(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۴۲، تاریخ ابن خلدون:۲/۵۰۹)

امام عالی مقام کا......اعلان جہاد

رات گزری۔ صبح ہوئی تو نواسۂ رسول نے مدینہ منورہ کے بازاروں میں اعلان کروایا کہ سب مسلمان بچے عورتیں، بوڑھے اور جوان مسجد نبوی میں جمع ہو جائیں۔

اعلان ہوا تو تھوڑی ہی دیر میں اہل اسلام سے مسجد نبوی بھر گئی۔ رسول پاک ﷺ کے بعد یہ پہلا موقعہ تھا کہ امام حسین کے اعلان پر اہل مدینہ مسجد نبوی میں جمع ہوئے تھے۔

دین وایمان کے	متوالے
حق وصداقت کے	پرستار
توحید ورسالت کے	پروانے

خلافت راشدہ کے...... قائم کردہ اسلامی نظام اور روح جمہوریت پر یقین رکھنے والے مسلمان جمع ہو گئے۔ جب مسجد نبوی بھر گئی تو پھر کیا ہوا؟

ہوئی جنبش......اٹھابیتِ رسول اللہ کا پردہ

؎ پھر اس پردے سے بے پردہ حبیب مصطفیٰ نکلا
محمد حبیب خدا ہے اور حسین حبیب مصطفیٰ نکلا

یہی ہے فاطمہ بنت محمد کا جگر پارہ
علی المرتضیٰ شیر خدا کی آنکھ کا تارہ

نظر والے اسی کو حسین کی تنویر کہتے ہیں
خبر والے اسی کو عشق کی تفسیر کہتے ہیں

حضرت امام عالی مقام حجرۂ اقدس سے باہر تشریف لائے اور نانے مصطفیٰ ﷺ کے منبر پاک پر جلوہ افروز ہو گئے اور خطبہ ارشاد فرمایا:

اے اللہ ورسول پر ایمان رکھنے والو! میرے نانے پاک کا کلمہ پڑھنے والو اور نظام قرآن پر یقین رکھنے والو مجھے یزید کا خط آیا ہے کہ میری بیعت کرلو اور میری خلافت وامامت کو تسلیم کرلو۔ مگر چونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ فاسق وفاجر ہے۔ زانی وشرابی ہے اور اسلام کا باغی اور دین کا دشمن ہے اس لیے میں اپنا سب کچھ قربان کردوں گا۔ مگر اسلام کے باغی کی بیعت نہیں کروں گا۔ اور میرا فیصلہ سن لو۔

کہ ہم بندے خدا کے ہیں ہمارا ہے خدا اللہ
نہیں ہے حاکم مطلق کوئی بھی ماسوا اللہ
عبادت بھی اسی کی ہے اطاعت بھی اسی کی ہے
حکومت بھی اسی کی ہے صداقت بھی اسی کی ہے
شریعت میں کبھی بالجبر بیعت لی نہیں جاتی
مسلمانوں پہ طاقت سے حکومت کی نہیں جاتی

سیّدہ کا لال خطبہ دینے اور اپنا فیصلہ سنانے کے بعد اپنے حجرہ پاک میں واپس آ گیا!

نواسۂ رسول کا......روضۂ رسول پر آخری سلام

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنی ہمشیرہ اور بیٹی سکینہ سے فرمایا کہ پتہ نہیں پھر ہمیں مدینہ دیکھنا نصیب ہو کہ نہ ہو۔ اور یہ مقدس گلیاں اور درودیوار پھر ہماری قسمت میں ہوں کہ نہ ہوں۔ اور معلوم نہیں کہ پھر نانے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے پاک کی زیارت نصیب ہو کہ نہ ہو اس لیے اٹھو اور چلو تاکہ آخری بار مدینہ کی گلیوں میں گھوم لیں۔ اس کے درودیوار کو چوم لیں اور نانے پاک کے روضۂ انور پر حاضری دے آئیں۔ اور گنبد خضریٰ کی چوٹی کو آخری سلام کر آئیں۔

مزارِ مصطفیٰ پر شام ہوتے ہی امام آئے
اجازت کی غرض سے آخری کرنے سلام آئے
حبیب کبریا مشکل کشا ساری خدائی کے
مرے دن آ گئے ہیں آقا اب تم سے جدائی کے

سیّدۂ عالم اٹھیں۔ سر پر چادر تطہیر اوڑھی۔ بچوں کو ساتھ لیا اور یہ مختصر سا قافلہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضے کی آخری زیارت کرنے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ چھوڑ دینے کی اجازت لینے کے لیے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلا جا رہا ہے۔ راستے میں حضرت زینب کو اپنی ماں خاتون جنت کی وہ بات یاد آ گئی تو تڑپ اٹھیں کہ

اے میری زینب رضی اللہ عنہا جس طرح آج میں رات کی تنہائی میں اپنے جگر گوشوں حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ کو لے کر اپنے باپ کے روضے کی آخری زیارت کے لیے جا رہی ہوں۔ ایک رات اسی طرح آدھی رات کے وقت اپنے نانے پاک کے مزارِ پر انوار کو دیکھنے کے لیے تو بھی حاضر ہو گی۔

آج میرے ساتھ حسن رضی اللہ عنہ و حسین رضی اللہ عنہ ہیں اور کل تیرے ساتھ عون و محمد ہوں گے۔

کتنا دردناک تھا وہ منظر اور کتنا پر درد تھا وہ سماں۔ کہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے دوش پر سواری کرنے والا حسین رضی اللہ عنہ اور دو جہاں کے والی کی عنبریں زلفوں سے کھیلنے والا حسین رضی اللہ عنہ آج کبھی نانے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس روضے کی دیواروں سے لپٹ کر روتا ہے اور کبھی سنہری جالی کو چوم کر تڑپتا ہے...... کبھی گنبدِ خضریٰ کی حسین چوٹی کی طرف حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ کر آہیں بھرتا ہے...... کبھی روضے پاک کا طواف کرنے والے خوش نصیب کبوتروں کی ہُو ہُو کی آوازیں سنتا ہے...... پھر نواسۂ

رسول کے دل سے ایک پردرد پرسوز آہ نکلی اور روضے پاک کی دیواروں کو کلاوے میں لے کر عرض کی:

اے نانا جان!

سلام اے جدِ امجد اے میرا منہ چومنے والے
مجھے دوشِ نبوت پر اٹھا کر گھومنے والے
ذرا نظریں اٹھا کر دیکھ کس کا نورِ عین آیا
اٹھ اے نانا محمد ﷺ تیرے در پر ہے حسین آیا

ایک شاعر یوں عرض کرتا ہے:

ہتھ جوڑ امام نے عرض کیتی تیرا پیارا حسین ذی شان چلیا
تیری مہر نبوت تے بہن والا چڑھ کے نیزے تے پڑھن قرآن چلیا
آ ویکھ سکینہ تے شہربانو نالے اکبر عباس جوان چلیا
اساں فیر مسافراں آوناں نئیں تیرے دین توں ہون قربان چلیا

میں وہی حسین رضی اللہ عنہ ہوں جس کے لیے آپ آغوش نبوت کھول دیا کرتے تھے...... جس کے رونے سے آپ کا دل تڑپ جایا کرتا تھا...... جس کو آپ نے جنت کے جوانوں کا سردار فرمایا تھا...... جس کو آپ نے جنت کا پھول کہا تھا...... اور میں آپ کے دوش پر سواری کرنے والا حسین رضی اللہ عنہ ہوں...... آپ کی عنبرین زلفوں سے کھیلنے والا حسین رضی اللہ عنہ ہوں...... اور آج آپ کا وہی حسین رضی اللہ عنہ آپ کے مدینہ کو چھوڑنے کی اجازت طلب کرنے حاضر ہوا ہے۔

میرے نانا جی شاہد کلام اللہ واللہ میرا سلام ایہ آخری اے
سدا ساقی ایہ میکش مخمور تیرا پیندا جاوندا جام ایہ آخری اے

دن آخری اے رات آخری اے صبح آخری اے شام آخری اے
ابراہیم دے خواب تھیں شروع جیہڑا میرے ذمے نظام ایہ آخری اے

جس دے نگر امام بھی جھکے جاندے عین عشق امام ایہ آخری اے
کوئی نئیں باہجھ حسین دے سنن والا خونریز پیغام ایہ آخری اے

کشتی نوح دی ڈولدی رہی جتھے میرے حصے مقام ایہ آخری اے
بولی سراندے سودے دی یا نانا تیرے بیٹے دے نام ایہ آخری اے

آخر وانگ ویکھو محشر خیز گویا مچیا ہویا کہرام ایہ آخری اے
اللہ اللہ درود و سلام دائم نانا جان سلام ایہ آخری اے

آپ کے جس روضۂ اقدس کی سلامی کے لیے ستر ہزار فرشتے آسمان سے زمین پر اترتے ہیں...... آج آپ کا حسین رضی اللہ عنہ اسی روضے پاک کی دیواروں کو چھوڑ کر جانے کی اجازت چاہتا ہے...... نانا جان میں نے بہت کوشش کی کہ آپ کا آستانۂ رحمت نہ چھوٹے اور گنبدِ خضریٰ آنکھوں سے اوجھل نہ ہو...... مگر میں ہر طرف سے اور ہر طرح سے مجبور ہو چکا ہوں...... آج آپ کے مدینہ کی گلیاں مجھ سے چھوٹ رہی ہیں۔

مری منزل کٹھن ہے اور مسافر، بے نوا ہوں میں
مدد اے رہبر کامل، کہ تنہا رہ گیا ہوں میں
ترے قدموں سے دنیا اب مجھے بھی دور کرتی ہے
کسی فاجر کی بیعت پر مجھے مجبور کرتی ہے

ستم ہے مجھ کو سچی بات بھی کہنے نہیں دیتے
جو چپ رہتا ہوں، اے نانا تو چپ رہنے نہیں دیتے

آپ کا روضہ آنکھوں سے اوجھل ہورہا ہے...... گنبدِ خضریٰ چھپ رہا ہے......
مگر یہ جو کچھ بھی ہورہا ہے......
آپ کے دین کی حفاظت کے لیے ہے...... آپ کی شریعت کی رکھوالی کے لیے ہے...... آپ کی امانت کی نگہداشت کے لیے ہورہا ہے...... مجھے یزید جیسے فاسق و فاجر اور باطل پرست حکمران کی بیعت کے لیے مجبور کیا جارہا ہے...... شریعت کے ایک باغی کی اطاعت کے لیے ڈرایا جارہا ہے...... مگر میں سب کچھ قربان کرکے آپ کے دین کی آبرو بچانے کا عہد کرچکا ہوں۔

نانا جان!

ذرا دیکھیں آپ کی یہ نواسیاں زینب اور سکینہ بھی حاضر ہیں...... عون ومحمد بھی حاضر ہیں...... ان کے سروں پر دست شفقت پھیرو...... ان کی ڈھارس بندھاؤ...... ان کے ڈوبتے دلوں کو سہارا دو...... اور دامنِ رحمت سے ان کے آنسو پونچھو۔

نانا جان میری معصوم بچی صغرا بیمار ہے...... اسے میں آپ کے حوالے کرکے جا رہا ہوں...... وہ تنہائی میں گھبرائے نہ...... میری جدائی میں چلائے نہ...... اس کا خیال رکھنا۔

پھر امام عالی مقام نے نگاہ اوپر اٹھائی تو سفید سفید کبوتروں کو اپنے سروں کو جھکائے اور اپنے پیروں کو دیواروں سے چمٹائے تصورِ محبوب میں گم دیکھا آپ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی اور ان کبوتروں کو مخاطب ہوکر فرمایا: اے میرے پیارے نانے کے روضۂ اقدس کا طواف کرنے والے خوش قسمت پرندو!

اے سیّد المرسلین علیہ السلام کے گنبد خضریٰ سے چمٹنے والے خوش نصیب کبوترو!
تم کتنے خوش بخت ہو کہ دن رات اور صبح وشام اس آستانۂ رحمت کے اردگرد چکر لگاتے رہتے ہو...... اور تم کتنے خوش نصیب ہو کہ سکونِ قلب اور راحتِ جان حاصل کرنے کے لیے میرے نانے کے روضے کی دیواروں سے چمٹ جاتے ہو۔
مگر حسین رضی اللہ عنہ کتنا غم نصیب ہے کہ اس مرکزِ رحمت کو چھوڑ کر جا رہا ہے اس آستانۂ فیض وکرم سے جدا ہو رہا ہے...... اور اس سرچشمۂ رشد وہدایت سے دور جا رہا ہے...... اور اس جلوہ گاہِ حسنِ ازل سے محروم ہو رہا ہے...... حسین رضی اللہ عنہ آج کے بعد یہ رشکِ جنت کی گلیاں...... یہ سنہری جالی اور یہ حسین در و دیوار پھر نہ دیکھ سکے گا۔

جس مدینہ کو چھوڑتے ہوئے جانوروں پر بھی رقت طاری ہو جاتی ہے۔ خدا ہی جانتا ہے اس مدینہ والوں کے پیارے کی حالت کیا ہو گی جو مدینے میں پلا بڑھا...... جوان ہوا...... اب بڑھاپا آ گیا...... اور مدینے والے کے کندھوں پر سوار ہو کر مدینے کی گلیوں میں سیر کرتا رہا...... اس حسین ابن حیدر پر لاکھوں سلام۔

دنیا والو!
دیکھو...... اور غور سے دیکھو...... چشم ظاہر سے نہیں...... دل کی آنکھوں سے دیکھو...... اور نگاہوں سے تعصب کے پردے اٹھا کر دیکھو کہ مدینہ چھوڑ کر کون جا رہا ہے؟ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما!
نہیں نہیں صرف حسین رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ یہ

مدینہ کی روح جا رہی ہے
مدینہ کی جان جا رہی ہے
مدینہ کی رونق جا رہی ہے

مدینہ کی دولت جارہی ہے

مدینہ کی برکت جارہی ہے

نہیں نہیں صرف یہی نہیں بلکہ

اسلام کا دل جارہا ہے

دین کا بازو جارہا ہے

ناطق قرآن جارہا ہے

امن وسلامتی کا فرشتہ جارہا ہے

خواب میں دیدارِ رسول ﷺ!

امام حسین رضی اللہ عنہ کے مدینے کو چھوڑنے کا غم کون جان سکتا ہے؟ یا نانا جان سکتا ہے یا نواسہ جان سکتا ہے جس نے مدینہ چھوڑتے ہوئے اپنے نانا جان کے مدینے کو ان الفاظ میں دعا دی۔

نانا تیرے کرم کے خزینے کی خیر ہو
میں جا رہا ہوں تیرے مدینے کی خیر ہو

عرض کیا! کیوں جارہا ہوں؟ اگرچہ مدینہ چھوڑنے کے الفاظ سن کر ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے مگر پھر بھی جارہا ہوں تو صرف اس لیے کہ

مجھے جانا پڑے گا عظمت اسلام کی خاطر
نبی کے دین کی خاطر، خدا کے نام کی خاطر

نہیں جاتا تو پھر حیدر کے گھر کی آن جاتی ہے
تمہارا دین میری غیرت ایمان جاتی ہے

میں جاتا ہوں کہ دنیا میں وفا کا نام رہ جائے
مرا کچھ نہ رہے لیکن خدا کا نام رہ جائے

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ دعائیں مانگ رہے تھے...... مناجات کر رہے تھے کہ خواب دیکھا۔ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے ہیں اور امام کو کلیجے سے لگا کر فرماتے ہیں:

''حسین! وہ وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کیے جاؤ اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں۔''

یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی، اٹھے اور روضۂ مقدس کے سامنے رخصت ہونے کو حاضر ہوئے۔ (آئینہ قیامت از مولانا حسن رضا خاں، ص: ٢٦ مطبوعہ مدینۃ العلمیہ کراچی)

حسب عادت حضور دے روضے اُتے اوس رات سرکار حسین آئے
لیٹ گئے عشاء نماز پڑھکے جگہ سُکھدی سکھ چین آئے
آئی نیند ہوئے دیدہ دل روشن ملن خواب اندر نوری نین آئے
بادشاہ شرقین و مغربین نانا نور العین دیاں خبراں لین آئے
رکھیا سیس نواسے نے وچہ قدماں مرحبا سرتاج کونین آئے
میرے عین حسین تیار ہو جا رلکے دائم مٹاونے غین آئے

آقا حسین علیہ السلام کو یاد دہانی کروادی

اے حسین میرے نور العین تینوں دشمن دکھ تے دکھ پہنچاوں گے
میری اکھیاندی ٹھنڈک تے دلدے ٹکڑے ظالم شمع انوار بجھاون گے
عنقریب دشت کربلا اندر سیس کٹ کے تیغ چڑھاون گے
ہوسیں وچہ پردیس شہید بچہ ظالم ظلم تھیں باز نہ آون گے
اہل بیت دے چمندے پھل کلیاں تتی ریت تے کٹ رلاون گے
کلے والیاندے کلمہ گو قاتل لاشے روند کے خاک ملاون گے

بھُلن والڑے رب رسول تائیں انت دوزخاندیوچہ جاوِن گے
بنی ہاشم دے اصغراں اکبراں دا پانی بند بیدرد کراوِن گے
ہوسی رنگ آسماندا سرخ خونی دشت جبل دھرتی تھرتھراوِن گے
نعرہ مار پیاریا ٹھل جاویں دشمن لکھ طوفان جھلاوِن گے
باقی رہیگا کوئی نہ رون والا ملک فلکدے نیر وگاوِن گے
لگا ہون تیرا امتحان بچہ انبیاء بھی ویکھ ترساوِن گے
حد صبر دی صابر اوس جاویں ظالم ظلم دی حد وکھاوِن گے
دائم رہیگا دین اسلام زندہ زندہ باد مومن نعرے لاوِن گے

امام ذی وقار نیند سے اٹھے تو عالم وجد میں تھے

کھلی اکھ حسین نوں وجد ہویا ویکھ لاٹاں حضور دے نور دیاں
چڑھیا نیناں نوں نشہ شہادتاندا آیاں ساعتاں موج سرور دیاں
جی آیاں آ جا رضائے خالق سر تے متھے تے رب غفور دیاں
حاضر ہاں کھلا لبیک دامن نیڑے دس رہیاں رمزاں درود دیاں
منزل ویکھ حسین دی دور سارے ہویاں منزلاں ختم منصور دیاں
کربلا دا ایہہ میدان خونی ایتھے نہیں پہاڑیاں طور دیاں
ایہہ ملاح جہاز اسلام دا اے ریساں کی ایتھے نوحدے پور دیاں
دھماں حشر تک دھمیاں رہن گیاں ایس حقدے مست مخمور دیاں
لال فاطمہ دے واگاں ہتھ لیاں روز روشن تے شب دیجور دیاں
غوث قطب ابدال غلام سارے شاناں عین حسین حضور دیاں
تختوں ڈگ امیر فقیر ہوسن رساں ویکھ فقیر رنجور دیاں!
دائم لکھ صلوٰۃ سلام ہوسن نذراں نظر منظور نامنظور دیاں

گویا آپ کو یہ سبق یاد ہو چکا تھا کہ

اے حسین، چاہے تجھ پر سختیوں کے پہاڑ ٹوٹیں
اے حسین چاہے تجھ پر مصیبتوں کے طوفان آئیں
اے حسین چاہے تجھ پر ظلم و ستم کی آندھیاں چلیں
تم صابر و شاکر رہنا

اب جاؤ
اسلام کی کشتی کو کنارے پر لگانے کے لئے
دین کی شمع کو اپنے خون سے جلانے کے لئے
حق و صداقت کے علم کو لہرانے کے لئے
امانتِ خداوندی کی حفاظت کے لئے
یاد رکھنا......
تیروں کی بارش بھی ہوگی
نیزوں کا مینہ بھی برسے گا
تلواروں کی بجلیاں بھی چمکیں گی
اکبر کی لاش پر گھوڑے بھی دوڑیں گے
اصغر کے حلق پر تیر بھی پیوست ہوگا
عون و محمد کی لاشیں بھی تڑپیں گی
قاسم کا سہرا بھی لٹے گا
عباس کے بازو بھی قلم ہوں گے
پھر تمہارا سر بھی نیزے پر چڑھے گا
مگر بیٹا حسین رضی اللہ عنہ!

تمہارے پاؤں میں لغزش نہ آئے......تمہارے عزم واستقلال میں فرق نہ آئے......زبان سے حرف شکایت نہ نکلے......تم نبی کے نواسے ہو......نبوت کی آبرو رکھنا......تم سخی کے بیٹے ہو......سخاوت کی عزت بچانا اور تم فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لال ہو......دودھ کی لاج رکھنا......نواسۂ رسول ہو......قربانی ہنس کر دینا......جگر گوشۂ بتول ہو......جان مسکرا کے دینا......حیدر کے بیٹے ہو......سخاوت خوشی سے کرنا۔

چاہے......!!

چڑھ جائے کٹ کے سر تیرا نیزے کی نوک پر
لیکن یزیدیوں کی اطاعت نہ قبول کر

کیونکہ

حالات کے قدموں میں مرد قلندر نہیں گرتا
ستارہ ٹوٹ بھی جائے تو زمین پر نہیں گرتا
دریا تو سمندر میں گرا کرتے ہیں اکثر
سمندر کبھی دریا میں لیکن نہیں گرتا

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے جذبات کی بلندیوں کی انتہا دیکھنے والی تھی کہ آپ کے لیے اپنی جان، اپنے اہل وعیال کی جان سے زیادہ شریعت اور دین کی پاسداری عزیز تھی۔

اسی لیے دائم اقبال دائم نے کہا۔

متاں کرن حملہ ناری آ ایتھے مدھم ہووسی شمع انوار دا گھر
ہوندی بے ادبی ویکھن نہیں ہوندی ایہہ مدینہ رسول مختار دا گھر
گنبد خضریٰ دربار سرکار دا اے خانہ کعبہ ستار غفار دا گھر
ایتھے دشمن نوں قدم نہ دھرن دیساں رہوے وسدا میری سرکار دا گھر

جھاساں جھل غریب خزاں غربت دیساں چھڈ گلزار بہار دا گھر
ایہ مدینہ محمدی نور خزانہ مکہ شہر اے پروردگار دا گھر!
اینہاں خانیاندی شالا رہے عزت لیساں مُل آیو جنگل بار دا گھر
اِک طالب دا اِک مطلوب دا گھر اک عاشق دا اک دلدار دا گھر
نانا جی تساڈڑی یاد اندر ویکھو پیا حسین وساردا گھر
سردار سادات آباد کرناں دین حق دا گھر سردار دا گھر
اسم اعظم ہے لبھاندیو چہ ظاہر چشمانو چہ دِسّے تاجدار دا گھر
دل عشق پیار دینال بھریا میرا دل ہے عشق پیار دا گھر
میرے خون تھیں رہیگا سدا رنگین جیہڑا رہیا خلیل اسار دا گھر
دائم محض حسین دا سر صدقہ یار ویکھدا رہیگا یار دا گھر

حب وطن اور کچھ تقاضے...... آمنے سامنے

محترم قارئین!

حیات دنیوی میں امام کی یہ حاضری پچھلی حاضری ہے۔ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سر جھکا کر کھڑے ہوگئے ہیں۔ غمِ فراق کلیجے میں چٹکیاں لے رہا ہے۔ آنکھوں سے لگا تار آنسو جاری ہیں۔ رقت کے جوش نے جسمِ مبارک میں رعشہ پیدا کر دیا ہے، بے قراریوں نے محشر برپا کر رکھا ہے۔

دل کہتا ہے سر جائے، مگر یہاں سے قدم نہ اٹھایئے، صبح کے کھٹکے کا تقاضا ہے جلد تشریف لے جایئے۔ دو قدم جاتے ہیں پھر پلٹ آتے ہیں۔ حب وطن قدموں پر لوٹتی ہے کہ کہاں جاتے ہو؟ غربت دامن کھینچتی ہے کیوں دیر لگاتے ہو؟ شوق کی تمنا ہے کہ عمر بھر نہ جائیں۔ مجبوریوں کا تقاضا ہے دم بھر نہ ٹھہرنے پائیں۔ بالآخر آپ نے پختہ ارادوں پر کار بند رہتے ہوئے حب وطن کو قربان کر دیا۔

ساوا روضہ حضور دا سدا ساوا جتھے نہیں یزیدیئے بہن دیندے
رہن حسرتاں نانا حسین سینے رجکے نہیں قدماں اُتے ڈھہن دیندے
چائی اِت منافقاں دغے بازاں جھوٹے گل سچی ناہیں کہن دیندے
لمی تسبیح سُکا کلمہ پڑھن والے دائم نہیں مدینے وچہ رہن دیندے

مگر......

ارادے جن کے پختہ ہوں یقین جن کا محکم ہو
تلاطم خیز موجوں سے وہ گھبرایا نہیں کرتے

آپ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں یہ عرض کرتے ہوئے اجازت لی۔

پورا کرے رب میرے ارادیانوں ایہہ دعا تعجیل کرناں!
نانا صاحب جی آپ دے حکم سندی میں حسین ہاں پیا تعمیل کرناں
دنیا مافیہا کُکھ نہیں چیتے دمدم یاد میں رب جلیل کرناں
ہوندا آپ دا پیا حضور تائیں داستانِ محبت طویل کرناں
خاطر امت دی اپنا خون دیکے جاری پیا چشمہ سلسبیل کرناں
اوس خواب دا صاف جواب ہانمیں پوری پیا تعبیر خلیل کرناں

پیارے نانا کے نام پر...... ہر چیز قربان کرنے کا تہیہ

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے پیارے نانا جان کے نام پر ہر چیز قربان کرنے کا فیصلہ کرلیا...... پھر ظالموں کے ظلم کی پرواہ نہیں کی...... اور اپنے وطن کی محبت کو قربان کرکے کربلا کی طرف روانہ ہوگئے...... تاکہ اپنے نانے کے دین کے باغ کی رکھوالی کی جائے۔

میرے نانا جی دین دے باغ اُتے بدلی قہر تے غضب دی گج رہی اے
ہمزلا ۱۱۰ مقدر نوں کون روکے گھنٹی میرے وچھوڑیدی وج رہی اے

ہو گئے ہاشمی اج فقیہ خستہ محفل بنوامیہ دی سج رہی اے
چلیا دکھی یتیم حسین تیرا طبع دنیاوی زینتوں رج رہی اے
بیت الحرم دی شرم نہ ظالمانوں جتھے صف نوری کردی حج رہی اے
اہل بیت دینال جوڑ کر کے ستم ایہہ قوم فلج رہی اے
تیری آل دینال کردید کر کے امت اپنا دس کوچ رہی اے
مست شرغیور دی جوہ اندر باطل حرصدی لومڑی بھج رہی اے
نانا ختم اے روضے دی خاکبوسی وڈی حسرت حسین نوں اج رہی اے
اپیر آدموں لاہتھ عاشقاندے دائم دین اسلام دی لج رہی اے

سیّدہ زینب کی گزارشات......روضۂ رسول پر

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے عرض کی:

پیارے نانا جان! میری طرف بھی نگاہ رحمت فرمایئے......میں بھی فاطمہ کی بیٹی ہوں......میں بھی علی کی لخت جگر ہوں......میں بھی آپ کی گودی میں کھیلنے والی زینب ہوں......نانا جان میں بھی مدینہ چھوڑ کر ویر حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے کربلا کی طرف جا رہی ہوں...... پیارے نانا جان میرے لیے بھی دعا کرنا تا کہ میں بھائی کے دکھوں میں برابر کی شریک ہوسکوں۔

صلوٰۃ وسلام نوں پڑھ زینب نے کیتا نانے نال کلام اے
مینوں سفراں دی کوئی فکر نئیں تے میرے نال جو ویرا امام اے
میں وہ درباراں خطبے پڑھساں تے جتھے ہوسی بلوہ عام اے
چا مدد کریں پردیسن دی نانا تے تبلیغ دا مرکز شام اے

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے رو کر صلوٰۃ وسلام کے نذرانے جب پیش کر لیے تو معصوم سکینہ نے بھی نانا جان کے حضور صلوٰۃ وسلام کی لڑیاں نچھاور کیں پھر نانے کے

روضہ کو چوم کر رو کر عرض کی نانا جان حسین رضی اللہ عنہ کی بیٹی کا سلام بھی قبول فرمائیے۔

جالی چم کے روضے والی تے کردی عرض سکینہ
کملی والیا چھٹ. چلیا اے تیرا شہر مدینہ

والدہ محترمہ کی تربتِ انور پر

جھڑیا بنت رسولدی قبر اُتے ایہ وچھوڑا نہ جاوندا جھلیا اے
آس پاس میرے چڑھیاں آن گرداں لُوں لُوں میرا درداں سلیا اے
توڑن لگے نے ناشناس غافل جیہڑا لعل تیری گود پلیا اے
تیری اکھاندا تارا حسین پیارا اج شہر مدینیوں چلیا اے
جم جم چمکے مدینے دا آئینہ میرا سینہ فراق نے سلیا اے
ایس دیس نہ پرت کے آوناں ایں اینا راہ پردیس دا ملیا اے
جون روی جو نانے نوں آکھ اسی اوسے مینوں سنیہوڑا گھلیا اے
اے بیکس حسین دا منہ تک لے رنگ روپ میرا مٹی رلیا اے
ڈھاسکھ نہ اماں جی نانے جی دا سایہ جدوں دا سرانتوں ڈھلیا اے
دائم دردمند رکھنا ہاں درد ایسا پتھر موم مثال ہو گلیا اے

امام حسین رضی اللہ عنہ نانے کی بارگاہ میں سلام عرض کرنے کے بعد اپنی بہن زینب کو لے کر جنت البقیع میں اپنی والدہ کی قبر پر تشریف لائے۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ماں کے قدموں میں کھڑے ہو گئے۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا ماں کے سرہانے کھڑی ہو گئیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ماں کے قدموں کو چوما۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے ماں کی پیشانی کو چوما۔ آقا حسین رضی اللہ عنہ کے آنسو نکل آئے۔ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کی آہ نکل گئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے امی کو خطاب کر کے کہا:

اے امی جان! غریب بیٹے کا سلام ہو۔

پیاری امی جان! تیرا حسین تجھے آخری سلام کرنے آیا ہے یہ تیری آخری زیارت ہے۔ (روضۃ الشہداء: ۲/۴۰)

پھر رو کر کہا کہ

؎ لے اماں آج چھوڑ کفن نوں تے ویکھ توں حال غریباں
ٹرپے پردیسی ایتھوں تے ملنا ای نال نصیباں
جے رب مینوں خیریں آندا تے کرساں آن سلامی
مت مرجاواں تاں بخشاواں تے بخشو حق تمامی

جس ماں نے قرآن پڑھ کر جگایا ہو
جس ماں نے ساری عمر ساتھ نبھایا ہو
جس ماں نے بڑے پیار سے پالا ہو
جس ماں نے لوریاں دی ہوں
جس ماں کا دامن دامن رحمت ہو

اس کی قبر انور پر حاضری دینا اور پھر معافی مانگنا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ امام ذی شان بھی اسی غرض سے اپنی ماں کی تربت پر حاضر ہیں...... اور عرض کرتے ہیں۔

؎ پڑھ کے فاتحہ ماں دی قبر اُتے شاہِ امام حسین پکار دا اے
میرا بولیا چالیا معاف کرنا ایہ سلام ہن آخری وار دا اے
تیری گود اندر لکھاں سکھ پائے ہن دکھاں دا بھار پیا ماردا اے
میرے خون دی دین نوں لوڑ پے گئی تائیں اے کربلا قصد اسوار دا اے

اے میری مشفقہ ماں!

دنیا کا اصول ہے۔ بیٹیاں پردیس جاتی ہیں تو مائیں وداع کرتی ہیں.....

منہ چومتی ہیں...... گلے لگاتی ہیں...... اور دور تک ساتھ چلتی ہیں۔ میں بھی آپ کی بیٹی ہوں...... لختِ جگر ہوں...... نورِ نظر ہوں...... میں دیس چھوڑ کر پردیس جا رہی ہوں...... مدینہ چھوڑ کر کربلا جا رہی ہوں...... اور نانے مصطفیٰ کا روضہ چھوڑ کر کوفہ کے ریگستان کو جا رہی ہوں۔

امی جان! اٹھیں...... مجھے پیار دیں...... مجھے سینے سے لگائیں...... اور اپنی صورت دکھائیں...... یہ سن کر قبر فاطمہ تھرا اٹھی ہوگی...... روح کائنات کانپ گئی ہو گی عرش اعظم لرز گیا...... مدینہ کے در و دیوار ہل گئے ہوں گے پھر تربتِ زہرا سے آواز آئی ہوگی۔

بیٹی زینب! رونا بند کرو...... امتحان صبر سے دو...... اور میرے دودھ کی لاج رکھو۔

اے میری شہزادی! یاد رکھو:

جو دین اسلام کی خاطر قربانی دے...... وہ سدا روشن ہوتا ہے...... رب کائنات اس کے دونوں جہان آباد فرما دیتا ہے۔

؎ کیوں نہ دین دنیا اگے رہے روشن جیہڑا چھڈ دنیا مافیہا جاوے
ذرہ مثل خورشید دے لاٹ مارے قطرہ قدرتوں ہو دریا جاوے
من لیندا اے رب رضا اوہدی جیہڑا ربدی من رضا جاوے
درجہ اوسدی دید عبادتاندا جیہڑا حق تے ہو فدا جاوے
تدوں دلدے وچہ دلدار آوے جدوں دل دلیلاں نوں کھا جاوے
او سوہا بولدا اے جنہوں یار پیار آپ مار آواز بلا جاوے
کہے اوسنوں ناطق قرآن جیہڑا چڑھ کے نیزے قرآن سنا جاوے
دسے اپنا آپ محبوب اوہنوں جیہڑا اپنا آپ مٹا جاوے

میں میں چھڈ کے آ تکبیر تھلے انت انت دی تار وجا جاوے
قلماں کاغذاں عشق استاد ساڈے نال نگہ دے علم پڑھا جاوے

امام عالی مقام......اپنے بھائی حسن کی تربت پر

امام حسین رضی اللہ عنہ جنت البقیع کی تمام مزارات پر باری باری حاضر ہو کر سلام عرض کرنے لگے۔ اماں عائشہ، اماں حفصہ، اماں زینب، اماں ماریہ، اماں ام حبیبہ (رضی اللہ عنہن) تمام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج پاک کے مزارات پر حاضری دی آخر میں اپنے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار پاک پر حاضر ہوئے سلام کر کے عرض کی:

لے او ویر حوالے رب دے اج لگیاں ہون جدائیاں
میرے وی کجھ وس نہ ویرا تے تیرے ویر مہاراں چائیاں
باجھ بھراواں بنی مصیبت تے کیہڑا ہوسی دردی
سنگ تہاڈا چھوڑی جاندا تے ایہو رب سوہنے دی مرضی

سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزار پاک سے یقیناً یہی سبق ملا ہوگا۔

بھائی حسین جاؤ میری طرف سے اجازت ہے۔ ضرور جاؤ اللہ تعالیٰ تجھے ہر میدان میں کامیابی عطا فرمائے لیکن بھائی حسن رضی اللہ عنہ پر ایک احسان ضرور کرنا جب میدان کربلا میں اپنے اکبر کو شہادت کی اجازت دینا علی اصغر کو شہید کرانا وہاں میرے بیٹے ابوبکر، عمر، عبداللہ قاسم رضی اللہ عنہم کو بھی سینے پر برچھیاں کھانے کی اجازت ضرور دینا تاکہ میدان کربلا میں میرا حصہ بھی شامل ہو جائے۔ میں بھی کربلا کے شہیدوں کی فہرست میں آجاؤں۔

کریں احسان میرے تے ویرا تے جداوہ ویلا آوے
قاسم تیرے اکبر نالوں تے پہلوں برچھی کھاوے

جاؤ دین نانے دا ویرا تے جاناں وار بچاؤ
دے قربانی حکم شرع دے تے نافذ دین کراؤ

☆☆☆

تاریخ......موڑ مڑتی ہے

ایک وہ دن تھا کہ سرکار دو جہاں ﷺ نے کافروں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کی وجہ سے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب یہ خبر سنی، دلوں میں مسرت آمیز اُمنگوں نے جوش مارا اور آنکھوں میں شادیٔ عید کا نقشہ کھینچ گیا...... آمد آمد کا انتظار لوگوں کو آبادی سے نکال کر پہاڑوں پر لے آتا...... منتظر آنکھیں مکہ کی راہ کو جہاں تک ان کی نظر پہنچتی ٹکٹکی باندھ کر تکتیں...... مشتاق دل ہر آنے والے کو دور سے دیکھ کر چونک پڑتے...... جب آفتاب گرم ہو جاتا...... گھروں پر واپس آتے...... اسی کیفیت میں کئی دن گزر گئے...... ایک دن اور روز کی طرح وقت بے وقت ہو گیا تھا...... اور انتظار کرنے والے حسرتوں کو سمجھاتے...... تمناؤں کو تسکین دیتے پلٹ چکے تھے کہ ایک یہودی نے بلندی سے آواز دی۔

"اے راہ دیکھنے والو! پلٹو! تمہارا مقصود بر آیا اور تمہارا مطلب پورا ہوا۔"

اس صدا کے سنتے ہی وہ آنکھیں جن پر ابھی حسرت آمیز حیرت چھا گئی تھی...... اشکِ شادی برسا چلیں۔ وہ دل جو مایوسی سے مرجھا گئے تھے...... تازگی کے ساتھ جوش مارنے لگے...... بے قرارانہ پیشوائی کو بڑھے...... پروانہ وار قربان ہوتے آبادی تک لائے۔

اب کیا تھا خوشی کی گھڑی آئی، منہ مانگی مراد پائی، گھر گھر سے نغماتِ شادی کی آوازیں بلند ہوئیں، پردہ نشین لڑکیاں دف بجاتی، خوشی کے لہجوں میں مبارک باد کے گیت گاتی نکل آئیں:

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَیْنَا مِنْ ثَنِیَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّکْرُ عَلَیْنَا مَا دَعَا لِلّٰہِ دَاعٍ

ترجمہ:-"وداع کے ٹیلوں سے ہم پر ایک چاند طلوع ہوا جب تک کوئی بلانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے گا ہم پر اس (چاند) کا شکر واجب ہے۔"

بنی نجار کی لڑکیاں گلی کوچوں میں اس شعر سے اظہارِ مسرت کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ
یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

ترجمہ:-ہم قبیلہ بنی نجار کی بچیاں ہیں حضرت سیّدنا محمد ﷺ کیسے اچھے پڑوسی ہیں کہ ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی۔خوشی ہے آمنہ کے لال کے تشریف لانے کی۔

غرض ہر طرف مسرت کا جوش تھا، در و دیوار سے خوشی ٹپکتی تھی۔

ایک آج کا دن ہے کہ امام مظلوم رضی اللہ عنہ سے مدینہ چھوٹتا ہے

مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب راحتیں، تمام آسائشیں، ایک ایک کر کے رخصت ہوتی اور خیر باد کہتی ہیں۔ یہ سب درکنار...... ناز اٹھانے والی ماں کا پڑوس...... ماں جائے بھائی کا ہمسایہ...... اور سب سے بڑھ کر امام رضی اللہ عنہ پر اپنا بیٹا قربان کر دینے والے جدِ کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کا قرب...... کیا یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیر لی جائیں!...... آسانی سے آنکھیں پھیرنی کیسی! اگر امام رضی اللہ عنہ کو مدینہ نہ چھوڑنے پر قتل کر دیا جاتا تو قتل ہو جانا منظور فرماتے اور مدینہ سے باہر پاؤں

نہ نکالتے۔

مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام رضی اللہ عنہ کے ناقہ کو قضا، مہار پکڑے اس میدان کی جانب لیے جاتی ہے۔ جہاں قسمت نے پردیسیوں کے قتل ہونے، پیاسوں کے شہید کیے جانے کا سامان جمع کیا ہے...... مدینے کی زمین جس پر آپ گھٹنوں چلے......جس نے آپ کی بچپن کی بہاریں دیکھیں......جس پر آپ کی جوانی کی کرامتیں ظاہر ہوئیں......اپنے سر پر خاک حسرت ڈالتی اور پردیس جانے والے کے پیارے پیارے نازک پاؤں سے لپٹ لپٹ کر زبانِ حال سے عرض کر رہی ہے کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی گود کے سنگھار! کلیجے کی ٹیک! زندگی کی بہار! کہاں کا ارادہ فرمادیا؟

وہ کون سی سرزمین ہے جسے یہ عزت والے پاؤں جو میری آنکھوں کے تارے ہیں، شرف بخشنے کا قصد فرماتے ہیں؟

؎ اے تماشا گاہ عالم روئے تو
تو کجے بھر تماشا مے روی

جس قدر یہ برکت والا قافلہ نگاہ سے دور ہوتا جاتا ہے اسی قدر پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجد نبوی کے منارے سر اٹھا اٹھا کر دیکھنے کی خواہش زیادہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جانے والے نگاہوں سے غائب ہو گئے اور مدینہ کی آبادی پر حسرت بھرا سناٹا چھا گیا۔ (الکامل فی التاریخ:۳/۳۸۱)

؎ پتھر دل یزید دیاں شورشاں تھیں لال ہاشمی سب حیران ہوئے
پریشان ہو بال جوان یکدم پیش شاہ حسین دے آن ہوئے
سنیا ایں کے شریف سرکار چلے اسیں سندیاں سرگردان ہوئے
ہنجوں وگدیاں ایس روانگی تھیں عقلاں مکیاں ہوش روان ہوئے

اہل مدینہ کو جواب حسین:

رہسی چمکدی خاک زمین اُتے سدا یاد کرسی آسمان مینوں
میری منزل فقط سربکف ہوناں ملیا سفر دا شاہی فرمان مینوں
صد شکر وچہ ملک تاریخ آدم ملے احمر باب مکان مینوں
دائم چڑھے نے نشے شہادتاندے ساقی لگا اے پور پلان مینوں

مدینہ منورہ سے نکلتے ہوئے……تلاوت قرآن کریم

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب مدینہ منورہ سے نکلے تو آپ رضی اللہ عنہ کے لبوں پہ یہ آیت مبارکہ جاری تھی۔

فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ قَالَ رَبِّ نَجِّنِىْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (پ:۲۰، القصص:۲۱)(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۴۳)

اس آیت کریمہ کا پس منظر

اس آیت کریمہ کا پس منظر یہ ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبطی شخص مارا گیا تو حکومتی ایوانوں میں یہ بات پہنچی کہ قبطی کو موسیٰ علیہ السلام نے مارا ہے، فرعونیوں نے آپ کو گرفتار کر کے ختم کرنے کی سازش کی، حضرت موسیٰ کے ایک مخلص کو پتہ چلا تو وہ دوڑا دوڑا آیا اور حکومت کے ارادے سے آپ کو مطلع کیا۔ عرض کی کہ آپ یہاں سے جلدی نکلنے کی فکر کریں۔ آپ کو گرفتار کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

چنانچہ آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور دل میں یہ کھٹکا لگا ہوا تھا کہ کوئی پیچھے سے آکر گرفتار نہ کرلے۔ اس لیے بارگاہ خداوندی میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس ظلم وستم کرنے والی قوم سے بچالے۔

اسی طرح جب امام ذی وقار نے بوقت سفر مذکورہ آیت تلاوت کی تو آپ

کے ذہن میں اس آیت مبارکہ کا پوراپس منظراور جنابِ موسیٰ علیہ السلام کا مدین کی طرف سفر کرنا موجود تھا۔ جبھی تو آپ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔

(روضۃ الشہداء، ص:۴۰۲)

مدینے سے نکلتے وقت صورتحال

جناں دے دلبر جانی وچھڑن تے کون روئے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمد تے جس دا نام وچھوڑا
قسم خدا دی پناہ خدا دی تے برے عذاب جدائیاں
پچھلے لوگ جدائیاں کولوں، دیندے گئے دوھائیاں

جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ مدینہ پاک سے نکلے تو صورتحال یوں محسوس ہوتی تھی کہ جیسے پھول سے خوشبو نکل کے جارہی ہے جسم سے جان رخصت ہورہی ہے۔

آج نانے پاک دی نگری توں کیتی پیر حسین تیاری
لجپال دی ویکھو تیاری نوں پئی روندی خلقت ساری

(ب) سیّدہ صغریٰ مدینے میں

؎ منزل دور تے اوکھے پینڈے چکیاں سیّد مہاراں
وچہ دروازے بی بی صغرا کردی رہی پکاراں

۶۰ھ شعبان المعظم کی چار تاریخ کی رات کا چاند تھوڑی دیر کے لیے نکلا اور پھر ڈوب گیا پھر رات کی تاریکی نے صحرائے عرب کو اپنے دامن میں لے لیا۔ مدینہ منورہ کا ہر انسان محوِ خواب تھا۔ مگر ایک عظیم انسان اس رات جاگ رہا تھا اس لیے کہ اس کی ماں جائی اور پیاری بہن بی بی زینب رضی اللہ عنہا مدینے سے کوچ کے لئے رختِ سفر باندھ رہی تھی۔

وہ رات امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیماری بیٹی صغرا رضی اللہ عنہا کے لیے ایک قیامت کی رات تھی...... اس لیے کہ اس کی آنکھوں سے ویرا اکبر اور اصغر ہمیشہ کے لیے جدا ہو رہے تھے...... اس کی پھوپھی زینب اس کو چھوڑ کر جا رہی تھی...... عون و محمد چھپ رہے تھے...... قاسم اور عباس کہیں گم ہو رہے تھے...... اور آج اس معصوم بچی کا باپ ہمیشہ کے لیے بچھڑ رہا تھا...... اس کی نظریں اصغر کے پھول جیسے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

وہ اپنے ویر کو بار بار سینے سے لگاتی تھی...... بار بار منہ کو چومتی تھی...... اس کا دل کانپ رہا تھا...... آنکھیں اشکبار تھیں...... اور قدرت پکار پکار کر صغرا کو کہہ رہی تھی کہ اے حسین رضی اللہ عنہ کی بیمار بیٹی صغریٰ!

جی بھر کے اپنے ویر اصغر کو دیکھ لے...... اور دل کھول کے قاسم وعباس کی بلائیں لے لے...... عون ومحمد کو چوم لے...... اور اُٹھ اور پھوپھی زینب کے سینے سے چمٹ جا...... دوڑ اور اکبر کے گلے سے لگ جا...... جلدی کر اور عون ومحمد کی گردنوں میں بانہیں ڈال دے...... چل اور قاسم وعباس کے دامن سے لپٹ جا...... اور آگے بڑھ اور باپ کے پاؤں کو بوسہ دے۔

اس لیے کہ پھر تو ساری زندگی اکبر واصغر کی صورت نہ دیکھ سکے گی...... عون ومحمد تجھے نظر نہیں آئیں گے...... قاسم وعباس کے یہ چہرے پھر نہ دیکھ سکے گی...... اور باپ کی یاد میں عمر بھر روتی رہے گی۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ جب قافلہ لے کر مدینے سے چلنے لگے تو اپنی بیٹی سیّدہ صغریٰ رضی اللہ عنہا کا ماتھا چوم کر فرمایا: بیٹی صغریٰ!

عرض کی: جی ابو حضور!

فرمایا: بیٹی آخری بار اپنے باپ کے سینے سے لگ جا ہم مدینہ شریف چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے جارہے ہیں۔

سیّدہ صغریٰ نے عرض کی: ابو کیا میں آپ کے ساتھ نہیں جاؤں گی؟

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹی تو ساتھ نہیں جائے گی بلکہ مدینہ پاک میں ہی رہے گی۔

سیّدہ صغریٰ رضی اللہ عنہا نے روتے ہوئے عرض کی:

کہدے آسرے تے چھڈ چلیا ایں
ایتھے کون میرا غم خوار بابا
بعد مرن دے جندڑے وجدے نیں
تے توں جیوندیاں ای چلیاں مار بابا

روندی رہواں گی ویراں نوں یاد کر کے
کون دیوے گا مینوں پیار بابا
چکی جاواں گی جا نماز تیرا
کر لے باندیاں وچہ شمار بابا

امام عالی مقام کی...... حضرت صغریٰ کو نصیحت

کی دسیئے گل نہ دسنے دی اک پکیا سفر ضرور دا اے!
تینوں نال لیچلناں آہا بیٹی! ایہہ سخت گرمی پینڈا دور دا اے
تتی لُو تے تھلاندے دور پینڈے جلد رخت پرداز طیور دا اے
بیابان اجاڑ پہاڑ اُچے دامن وچھیا شب دیجور دا اے
قدم قدم تے برق تپان شعلے آتشین بلوے شمس پور دا اے
توں معصوم ایں کریں دعاء بچی غالب امر ایہہ رب غفور دا اے
لگے داغ نہ صبر دستار تائیں لانبو بھڑکدا ظلم تندور دا اے
دائم کردا اے جان کے ضبط آنسو سیّد دیوا حضور دے نور دا اے

حضرت صغریٰ کو چھوڑنے کی ایک وجہ...... سواری کی کمی

حضرت صغریٰ رضی اللہ عنہا کو مدینے چھوڑنے کی ایک وجہ یہ تھی کہ وہ بیمار ہیں۔ اور ایک وجہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ بتائی کہ ہم نے سواریاں اتنی ہی تیار کی تھیں جس میں علی کے گھرانے کی مستورات بیٹھ سکتی تھیں سب بیٹھ گئی ہیں۔ اب مزید سواری میں کسی کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں۔ سیّدہ صغریٰ رضی اللہ عنہا نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑ لیا ہے۔ عرض کی: ابو جی! مجھے سواری کی کوئی ضرورت نہیں جس سواری پر میرا ویرا اصغر سوار ہوگا میں اس کے آگے آگے دوڑتی جاؤں گی کوئی پوچھے گا بی بی تو کون ہے؟ تو

میں جواب دیتی جاؤں گی میں علی کی خادمہ ہوں میں فاطمۃ الزہراء کی کنیز ہوں میں حسین رضی اللہ عنہ کی لونڈی ہوں۔ ابو مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔

تجھ سے کوئی سوار نہ لوں گی
کربلا تک میں پیدل چلوں گی

اپنا دکھ نہ بتاؤں گی تجھ کو
راہ میں نہ ستاؤں گی تجھ کو

جب کبھی دل گھبرائے گا میرا
دیکھ لوں گی میں اصغر کا چہرہ

خالی جھولا جھلاؤں گی کس کو
لوریاں دے کے سلاؤں گی کس کو

میری امید نہ توڑ بابا
نہ اکیلی مجھے چھوڑ بابا

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بیٹی تو کیوں پریشان ہے؟ گھبرا نہیں ایک مہینے کے بعد تیرا ویرا اکبر آئے گا تیرے خاوند سے اجازت لے کر تجھے ساتھ لے جائے گا۔ اتنی دیر میں تو ٹھیک ہو جائے گی۔

حضرت صغریٰ کے جواب کو علامہ دائم نے اپنے لفظوں میں یوں بیان کیا ہے۔

بابا صغریٰ بیمار توں لیجلو نہیں تے وچہ فرقت مر جاوسانگی!
دُکھی اک اکلڑی باہجہ سنگاں پچھے روکے کی بناوساں گی
وانگ فضہ دے خادمہ سمجھ لینا سارے حکم بجا لیاوساں گی
تم تم یا حبیبی پکار کے تے جھولا، اصغر دا پئی جھلاوساں گی

پانی مول نہ منگساں کسے کولوں ہائے ہائے نہ کر کرلاوساں گی
مڑ ہکا آوسی اُتر بخار جاسن تپش سفر تھیں فائدہ پاوساں گی
ہور تنگیاں ابا جی سہہ جاساں مشکل پنڈ وچھوڑیدی چاوساں گی
بھاویں ہاں بیمار پر شرط پکی کسے جی نوں نہ ستاوساں گی
سُتے ویکھ ویرن دم گھٹ جاساں اللہ جاندا نہیں جگاوسانگی
گلاں مٹھیاں مٹھیاں نال ابا، اصغر چن دا جی بہلاوسانگی
مینوں چھڈ نہ جاوناں مہر بانو راہ بھالدی پئی ترساوسانگی
تساں باجھ ہمدردا ے کون دائم کہنوں دکھاندے حال سناوسانگی

بچھڑتی بیٹی کو......بچھڑتے باپ کا جواب

تیرا جانا محال اے نال صغریٰ آیا رون تے بچڑی رولسیں توں
روضہ نبی دا ای قبر دادی دی آچم خاک نوری دل ہولسیں توں

نوشہ ہون والا تیرا چن ویرن سہرا اکبر دے لئی پرولسیں توں
ایہہ لے اصغر نوں مل تے چپ کر جا قسمت وچہ تیری لکھیا جولسیں توں

جیکر ہووے شفا تاں رات پچھلی دادی فاطمہ دی چکی جھولسیں توں
خاک روضے مبارک دی پا سروچہ پانی ہنجواں تھیں جامہ دھولسیں توں

گلیا نوچہ نہ پھریں بیتاب روندی ساڈے راہاں تے گھڑی کھلوسیں توں
دائم باد سموم دے جھونکیاں تھیں ساڈے حال بندی سنسوئیں توں

سب روگاں دا روگ محمد......جس دا نام وچھوڑا

سیّدہ صغریٰ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ بابا حسین رضی اللہ عنہ مدینہ چھوڑ کر جا رہا ہے تو آپ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور کہا کہ:

مکے کو جانے والے پیارے حافظ ترا خدا ہو
راضی ہوں میں اس میں جس میں تری رضا ہو

سیّدہ صغریٰ رضی اللہ عنہا نے بھائی اکبر کی طرف چہرہ کر کے کہا کہ:

کیسے کروں میں الوداع کیسے تمہیں جدا کروں
آنے کا وعدہ تم کرو ملنے کی میں دعا کروں

سیّدہ صغریٰ رضی اللہ عنہا روتے ہوئے بابا جان اور بھائیوں کو وداع کر رہی ہیں اور روتی جاتی ہیں کیونکہ:

جناں دے دلبر جانی وچھڑن تے کوئی روئے مڑ تھوڑا
سب روگاں دا روگ محمد تے جس دا نام وچھوڑا

قسم خدا دی پناہ خدا دی تے برے عذاب جدائیاں
پچھلے لوگ جدائیاں کولوں دیندے گئے دوہائیاں

جدائی کے وقت کیسا دلدوز منظر ہوگا!

عرشاں دا دِل ہلیا
روندی صغرا نوں جد بابل چھڈ چلیا

ایک دردناک منظر

اے صاحبانِ اولاد! ذرا سوچئے: کیسا منظر ہوگا؟

؎ نگاہوں میں بیمار بیٹی کا چہرہ
غمِ دل کو دل میں دبانا تو دیکھو
محمد کے روضے کو دے کر سلامی
نبی کے نواسے کا جانا تو دیکھو

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ جب مدینے سے نکلے تو ایک دردناک منظر آنکھوں کے سامنے تھا۔ ہر طرف سے چیخ وپکار کی آوازیں آرہی تھیں۔ حسین رضی اللہ عنہ مدینے سے جا رہا تھا تو

آسمان	بے قرار ہو گیا
زمین	بے چین ہو گئی
پنچھی	اداس ہو گئے
اہل مدینہ کی پلکوں پہ	آنسوؤں کی لڑیاں تھیں
عرش کے وجود پر	کپکپی تھی

بچے، بوڑھے، جوان، سب رو رو کر یہی کہتے ہوں گے۔

؎ مدینے سے شاہ کونین کا نور نظر نکلا
وطن سے بے وطن ہو کر وطن کا تاجور نکلا

انتظار کی گھڑیاں

امام عالی رضی اللہ عنہ اپنی بیمار بیٹی صغریٰ کو مدینے میں چھوڑ آئے تھے اور یہ کہہ کر آئے کہ ایک مہینے کے بعد علی اکبر کو بھیجوں گا تو تمہیں ساتھ لے آئے گا۔ اب بی بی صغریٰ کی انتظار کی گھڑیاں یوں لمبی ہوئیں کہ

اس کے رونے سے	کائنات کا سینہ شق ہو رہا ہے
اس کی گریہ وزاری سے	آسمان کا کلیجہ پھٹ رہا ہے

اس کی آہ وبکا سے عرش الٰہی کانپ رہا ہے
اس کی دکھی فریاد سے فرش زمین لرز رہا ہے
اس کی پُردہ آہ وفغاں سے مدینے کے درودیوار رو رہے ہیں
اس کے پرسوز نالوں سے تُربتِ زہرا جنبش میں ہے

مگر انتظار کی گھڑیاں ختم نہیں ہو رہیں...... دن گزرے...... راتیں گزریں...... صبحیں ہوئیں...... شامیں گئیں...... پھر تین مہینے گزر گئے۔ مگر

نہ ہی علی اکبر آیا
نہ ہی علی اصغر آیا
نہ ہی عابد آیا
نہ ہی باپ آیا
نہ ہی پھوپھی کی اطلاع ملی
نہ ہی ماں کا پیغام آیا

بی بی صغریٰ صبح ہوتے ہی دروازے پر بیٹھ جاتی اور ہر گزرنے والے سے پوچھتی۔ میرے باپ کو دیکھا ہے تو بتا دو...... میرے ویروں کا کچھ پتہ ہے تو بتاؤ...... میری بہن کو کہیں دیکھا ہے تو اس کا حال بتا دو...... مگر ہر کوئی صغریٰ کو چھوڑ کر آگے نکل آجاتا۔

ایک شاعر یوں بیان کرتا ہے:

سوہنے بدر منیراں دی
صغرانوں تاہنگ رہی سدا وچھڑیاں ویراں دی

شام ہوتے ہی وہ پرندوں کو آتے دیکھتی تو سوچتی کہ یہ پرندے صبح جاتے ہیں اور شام کو واپس آجاتے ہیں مگر میرے باپ کو تین مہینے گزر گئے مگر

کوئی خبر بھی نہیں آئی۔ اس کا دل اور بے چین ہو جاتا۔ اس کا کلیجہ پھٹنے لگتا ...... مگر کوئی ان کا پرسانِ حال نہ تھا...... کوئی تسلی دینے والا نہ تھا...... کوئی ہمدرد نہ تھا۔

حضرت صغریٰ پرسوز آہیں بھرتی، دعائیں کرتی اور اپنے ویر علی اکبر کو بلاتی ہوئی کہتی ہیں۔

ے سب پردیسی وطنیں آئے توں وی اکبر موڑ مہاراں
وعدہ کر کے امڑی جایا میریاں لین نہ آیوں ساراں
راتیں وچہ فراق تیرے میں رو رو کراں پکاراں
دن چڑھے تے لبھدی پھردی تینوں وچہ اجاڑاں

اور کبھی کہتی ہیں:

ے آ غمِ شبیر آ سینے لگا کر چوم لوں
کربلا کی خاک کو آنسو پلا کر چوم لوں
آ میرے اصغر! صدا دیتی تھی صغرا رات دن
آ تیری راہوں کو میں پلکیں بچھا کر چوم لوں

اور کبھی دل میں یوں خیال کرتی۔

ے دُکھ جھلے جگ دیاں پیراں نے
زہرا دیاں بدر منیراں نے
کیتے ظلم نے شر شریراں نے
کر لیے برداشت بے تقصیراں نے
تساں کوفیو! رب دا در چھڈیا
تساں ٹکڑے جہاں نوں کر چھڈیا

ایہہ قرآنی تفسیراں نے
دُکھ جھلے جگدیاں پیراں نے

کربل وچ نہیریاں اوہ چلیاں
مُڑ بھین نوں خبراں ئمیں گھلیاں
صغریٰ دیاں وچھڑیاں ویراں نے
دُکھ جھلے جگدیاں پیراں نے

جیہڑے ہتھ رحمت ورتاندے نے
امت لئی دعا فرماندے نے
اوہناں ہتھاں وچ زنجیراں نے
دُکھ جھلے جگدیاں پیراں نے

(ج) نواسۂ رسول......مکہ کی راہوں پر

مکہ و مدینہ کے راستے میں......عبداللہ بن مطیع سے ملاقات

جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر شروع فرمایا تو راستے میں ایک مقام پر عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عرض کی:

اے ابنِ رسول خدا! میری جان آپ پر قربان ہو! آپ کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں؟

آپ نے فرمایا:

اے عبداللہ! ظالموں کے ہاتھوں تنگ آ کر اپنے شہر اور وطن کو چھوڑ رہا ہوں۔ احباب و اصحاب کی صحبتوں کو خیر باد کہہ کر حرم کی طرف جا رہا ہوں۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے:

مَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ (پ:۵،آل عمران:۹۷)

''جو شخص اس میں داخل ہو جائے (وہ ہر خطرے سے) محفوظ ہو جاتا ہے۔''

اس کے بعد استخارہ کروں گا کہ کہاں جانا ہے، انہوں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت رکھے اور ہمیں آپ پر فدا کرے۔ جب آپ مکہ پہنچ جائیں تو کوفہ کا ہرگز ارادہ نہ فرمائیں کیونکہ وہ ایک منحوس شہر ہے وہیں آپ کے والد ماجد

شہید کیا گیا وہیں آپ کے بھائی کو بے یار و مددگار چھوڑا گیا اور ان پر برچھی کا وار کیا گیا تھا کہ وہ جاں بحق ہو جاتے۔

آپ مکہ میں ہی رہیں...... اس کو نہ چھوڑیں...... آپ عرب کے سردار ہیں...... اہل حجاز آپ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے...... ہر طرف سے لوگ آپ کے پاس آئیں گے...... میرے چچا اور ماموں آپ پر قربان ہوں...... آپ حرم کعبہ کسی حال میں بھی نہ چھوڑیں...... خدا کی قسم! اگر آپ ہلاک ہو گئے تو آپ کے بعد ہم سب غلام بنا لیے جائیں گے۔

(ابن اثیر:۴/۱۹،الکامل فی التاریخ:۳/۳۸۱)

دخول مکہ کے وقت......تلاوت قرآن

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ کی زبان مبارک پر تلاوت قرآن جاری تھی اور آپ یہ آیت کریمہ تلاوت فرما رہے تھے:

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّىٓ اَنْ يَّهْدِيَنِىْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ○ (پ:۲۰،القصص:۲۲) (تاریخ طبری:۴/حصہ اول،ص:۱۴۳)

"اور جب مدینہ کی طرف متوجہ ہوا کہا امید ہے میرا رب مجھے سیدھی راہ دکھائے گا۔"

جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے اہل وعیال کے ہمراہ مکہ مکرمہ پہنچے تو اہل مکہ نے انتہائی خوشی ومسرت کا اظہار کیا۔

مرحبا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسر آئے
سیّدہ فاطمہ کے لخت جگر آئے
واہ قسمت کہ چراغ امین آئے
اے مسلمانو! مبارک ہو کہ حسین آئے

اہل مکہ کی طرف سے......شاندار استقبال

جب امام حسین علیہ السلام کی سواری مکہ مکرمہ کے قریب پہنچی تو اہل مکہ کی طرف سے شاندار استقبال کیا گیا۔ اور یہ ترانہ پڑھا:

جن سے روشن ہے مدینہ وہ قمر آئے
جن کا معدن ہے نجف میں وہ گہر آئے
حضرت سرور عالم کے پسر آئے
سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر آئے
جن کا گھر عرش پر ہے وہ مرے گھر آئے
واہ قسمت! کہ آقا کی دُعا کا اثر آئے

وہ شہر مکہ جہاں آپ کے نانا جان نے اپنی حیات ظاہری کے ترپن سال گزارے تھے اس شہر میں جب ۴ شعبان المعظم ۶۰ھ کو آپ کی سواری داخل ہوئی تو شہر مکہ قابل رشک بن گیا۔ اور اہل مکہ زبان حال سے پکار اٹھے۔

مرحبا اے اہل مکہ مرحبا
مرحبا صد مرحبا صد مرحبا
آج نور مصطفیٰ کی دید ہے
آج ہی اہل حرم کی عید ہے
آمد شبیر کی کیا دھوم ہے
دھوم ہے کیا دھوم ہے کیا دھوم ہے
آمد آمد ہے میرے سردار کی
آمد آمد ہے شہِ ابرار کی

آمد آمد مالک جنت کی ہے
آمد آمد نور پیغمبر کی ہے
آمد آمد ہے حسینِ پاک کی
آمد آمد ہے پسر شہِ لولاک کی

جب اہل مکہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی زیارت کی تو زبان سے یوں گویا ہوئے۔

؎ مدینہ پاک سے حسنِ رسول ﷺ آیا
امن کے شہر میں ابنِ بتول آیا
ہمارے دل کے چمن میں بہار آئے گی
وہ دیکھو گلشن حیدر کا پھول آیا

علامہ دائم اقبال امام حسین رضی اللہ عنہ کی مکہ کی تشریف آوری کا نقشہ کچھ یوں کھینچتے ہیں:

؎ چیر منزلاں درد فراقدیاں عاشق ربدا نام دھیاوندے نے
گھر رب دے مکے شریف اندر سیّد سخی تشریف لیاون دے نے!

حاضر ہوئے تمام امرائے مکہ سیس پیش امام جھکاون دے نے
بڑی خوشی سرکار دے آونے دی شوقوں ادب تعظیم بجاون دے نے

عرشی نور دے نور دا نور آیا قد میں اکھاں دے فرش وچھاون دے نے
آیا شیر خدا دا شیر سوہنا مومن پے تعریف سناون دے نے

باب نمبر 3

اہل کوفہ کے خطوط اور امام مسلم کا سفرِ کوفہ

نازک نرم سریر سخی دا جیویں چنبے دیاں کلیاں
اگ پئی برسے، وقت دوپہرا سڑ گیاں نازک تلیاں

کوفیاں بند دروازے کیتے کوئی دل دا حال نئیں پچھدا
تنہا ویر حسین دا پھردا وچہ کوفے دیاں گلیاں

اہل کوفہ کے خطوط......امام پاک کے نام

یزیدیوں نے اہل شام سے بیعت لے لی اور انہیں یزید کی رائے پر متفق ہونے پر قائل کر لیا۔ جبکہ اہل کوفہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں درخواستیں بھیج رہے تھے اور تشریف آوری کی التجائیں کر رہے تھے۔ لیکن امام رضی اللہ عنہ نے صاف انکار کر دیا تھا۔

لکھے کوفیاں خط امام تائیں سو سو ادب تعظیم سردار حضرت
رحمت رب دی آپ تے پئی برسے باغ نبوت وچہ سدا بہار حضرت
ساڈا ورد خدا دی حمد ہر دم اتے نعت رسول مختار حضرت
لکھ شکر واحد پاک ذات والے تے احسان جس دے بیشمار حضرت
سرکش موذی یزید پلید کولوں اسی ہوئے ہاں سخت بیزار حضرت
دھکو دھکی بن گیا مرتد حاکم نبی دے حکم وسار حضرت
خطرناک دمشق دا چور ڈاکو جس پائی اے رات انھار حضرت
دھوکہ جوا شراب اے کار جس دی انت سڑے گا نرگدی نار حضرت
چُن چُن ماردا رب دے نیک بندے کردا بریاں دے سنگ پیار حضرت
راج اوسدا نہیں قبول سانوں کریئے بیٹھ کے نت وچار حضرت
ایس وقت نئیں کوئی امام ساڈا سارے ہاں کوفی بے مہار حضرت
تے نعمان گورنر اے شہر ساڈے بیٹھا لا الگ دربار حضرت

اسیں اوس پچھے جمعہ نئیں پڑھ دے ناہیں عید نماز گزار حضرت
قسم رب دی اوس یزید پیئے تے ناہیں مول ساڈا اعتبار حضرت
اسیں بنوامیہ تھیں تنگ ڈاہڈے لؤ آن ساڈی خبر سار حضرت
مکے دس پئی اے تسی آئے مکے اسیں دید کارن بیقرار حضرت
تسی لیاؤ تشریف تے پلک اندر غیر نوں کڈھساں مار حضرت
ایسی اوسدی پیٹھ بہادیساں صبح کرے گا شام دیار حضرت
اہل بیت سیّد کرلیو بیعت سانوں لاؤ ڈبدیاں بیڑیاں پار حضرت
اسیں کریئے حسین حسین دائم جلدی آ کے دیہو دیدار حضرت

جب اہل کوفہ کو یہ خبر ملی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا ہے تو وہ سب حضرات سلیمان بن صرد کے گھر میں جمع ہوئے اور یہ فیصلہ کیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بلایا جائے اور ان کی اس موقع پر مدد کرنا اور دشمن کے خلاف جہاد کرنا چاہئے۔ اگر تم اپنی کمزوری سے نہیں ڈرتے تو پھر ان کو بلالو۔ اور اگر تم کمزور ہو تو پھر خواہ مخواہ ان کو مصیبت میں نہ ڈالنا۔ اس پر اہل کوفہ نے یہ متفقہ فیصلہ کرلیا کہ

نُقَاتِلُ عَدُوَّهُ وَنَقْتُلُ اَنْفُسَنَا

''ہم ان کے دشمنوں کو قتل اور اپنی جانوں کو ان پر قربان کردیں گے۔''

(طبری:۶/۱۹۷، مطبوعہ دارالفکر)

چنانچہ بالاتفاق امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک خط لکھا گیا، پھر تمام جماعتوں اور فرقوں کی طرف سے ڈیڑھ سو کے قریب عرضیاں امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچیں۔

اہل کوفہ کے خطوط کے متن

اہل کوفہ کے خطوط کا متن کچھ اس طرح ہوتا تھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لِلْحُسَيْنِ ابْنِ عَلِيٍّ مِنْ شِيْعَتِهٖ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ اَمَّا بَعْدُ فَحَيِّ هَلًّا ۔ فَاِنَّ النَّاسَ يَنْتَظِرُوْنَكَ لَا اِمَامَ لَهُمْ غَيْرَكَ فَالْعَجَلُ ثُمَّ الْعَجَلُ ۔

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی طرف ان کے مسلمان اور مومن شیعوں کی طرف سے اما بعد جلد تشریف لائیں۔ لوگ آپ کے منتظر ہیں۔ آپ کے سوا ہمارا کوئی امام نہیں جلدی کریں، جلدی کریں۔'' (تاریخ یعقوبی: ۳/۲۴۲)

اس مضمون کے اتنے خطوط اور قاصد امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے کہ آپ نے سوچ لیا کہ اب مجھ پر ان کی مدد کے لیے اور انہیں فاسق و فاجر یزید کی بیعت سے بچانے کے لیے جانا ضروری ہو گیا ہے، تا کہ کوفہ والوں کی دلجوئی ہو سکے۔ اور ان کو اسلام کے حقیقی نظام پر چلایا جائے۔

دوسرے خط کا متن

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِلْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، مِّنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ ۔ وَالْمُسَيَّبِ بْنِ نَجَبَةٍ، وَّرِفَاعَةَ ابْنِ شَدَّادٍ، وَّحَبِيْبِ بْنِ مُظَاهِرٍ وَّ شِيْعَتِهٖ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ ۔ مِنْ اَهْلِ الْكُوْفَةِ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاَنَّا نَحْمَدُ اِلَيْكَ اللّٰهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ...... اَمَّا بَعْدُ!

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حسین بن علی کے لیے، سلیمان بن

صرد، مسیّب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد اور حبیب بن ظاہر اور کوفہ کے شیعہ مومنین و مسلمین کی طرف سے، سلام ہو آپ پر۔ ہم اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتے ہیں۔ جس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں......امابعد!''

اللہ کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے جبار (جبر وستم کرنے والا) اور عنید (لڑاکا، سرکش) دشمن کو موت سے ہمکنار کیا۔ جس نے نظام حکومت کو درہم برہم کیا۔ غنائم (غنیمت کی جمع مال غنیمت) پر قبضہ جمائے رکھا اور لوگوں کی مرضی کے بغیر ان پر حکومت کی۔ نیکوں کو قتل کیا اور شر پسندوں کو باقی رکھا اور اللہ تعالیٰ کا مال جفا کاروں میں تقسیم کیا۔ ان پر عذاب نازل ہو۔ جس طرح قومِ عاد پر نازل ہوا۔

ہم بغیر امام کے ہیں۔ آپ تشریف لائیں! شاید آپ کی وجہ سے ہم حق پر جمع ہو جائیں۔ امیر کوفہ نعمان بن بشیر دارالامارات میں موجود ہے ہم ان کے پیچھے جمعہ اور عید کی نماز نہیں پڑھتے۔ اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ آپ تشریف لا رہے ہیں، تو ہم انہیں شام کی طرف دھکیل دیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ ۔''

(تاریخ طبری:۶/ ۱۹۷، مطبوعہ دارالفکر، البدایہ والنہایہ:۸/ ۱۹۷ تا ۱۹۸، تاریخ ابن خلدون:۲/ ۵۱۲)

تیسرے خط کا متن

ایک اور خط امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو اس متن سے لکھا گیا۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

لِحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ مِّنْ شِيْعَتِهٖ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَلَا رَأْيَ لَهُمْ فِيْ غَيْرِكَ فَالْعَجَلُ الْعَجَلُ ۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ ۔

''بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حسین بن علی کو ان کے شیعہ مومنین اور مسلمین کی طرف سے۔ جلدی روانہ ہو جائیے لوگ آپ کے انتظار

میں ہیں۔ اور سب کی رائے بس آپ ہی کے اوپر ہے جلدی کیجئے جلدی کیجئے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ۔'' (طبری: ۶/۱۹۷)

مکتوب حسین کا متن

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے جماعت مومنین و مسلمین کے نام!

ہانی اور سعید تم لوگوں کے خط لے کر میرے پاس آئے..... تمہارے قاصدوں میں یہ دونوں شخص سب سے آخر میں آئے ہیں...... جو کچھ تم نے لکھا اور بیان کیا...... اور تم نے کہا ہمارا کوئی امام نہیں ہے...... آپ آئیے شاید اللہ تعالیٰ آپ کے سبب سے ہم سب کو حق و ہدایت پر جمع کردے......

لہٰذا میں نے اپنے چچا زاد بھائی جن پر مجھے بھروسہ ہے...... اور وہ میرے اہل بیت میں سے ہیں...... تمہارے پاس روانہ کیا ہے...... اور میں نے ان سے کہہ دیا ہے کہ وہ تم لوگوں کا حال اور سب کی رائے مجھے لکھ کر بھیجیں...... اگر ان کی تحریر سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ تمہاری جماعت کے لوگ اور تم میں سے صاحبان عقل و فضل سب اس بات پر متفق الرائے ہیں جس کام کے لیے تمہارے قاصد میرے پاس آئے ہیں اور جو مضامین تمہارے خطوں میں میں نے پڑھے ہیں تو میں انشاء اللہ تمہارے پاس بہت جلد چلا آؤں گا۔

فَلَعَمْرِیْ مَا الْإِمَامُ إِلَّا الْعَامِلَ بِالْكِتَابِ وَالْآخِذَ بِالْقِسْطِ وَالدَّائِنَ بِالْحَقِّ وَالْحَابِسَ نَفْسَهُ عَلٰى ذَاتِ اللّٰهِ (وَالسَّلَامُ)

مجھے میری زندگی کی قسم امام وہی ہوسکتا ہے جو کتاب اللہ پر عمل کرنے والا، انصاف قائم کرنے والا، حق کا طرفداری اور ذات الٰہی پر توکل کرنے والا ہو۔'' (طبری: ۶/۲۰۰)

اہل مکہ کا مشورہ

کوفہ کے سرداروں نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو جو خطوط بھیجے تھے۔ ان خطوط میں انہوں نے اہل بیت اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی حفاظت اور ان کی جانثاری کی قسم کھائی تھی۔ ان خطوط نے آپ کی ہمت اور غیرت دینی میں جوش پیدا کر دیا۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، آپ کے دیگر اعزا و اقارب اور کئی جلیل القدر صحابہ اور تابعین اور عرب کے شرفاء نے آپ کو مشورہ دیا کہ آپ کوفہ تشریف نہ لے جائیں، کوفہ کے لوگ بے وفا ہیں۔ جفا کار ہیں۔ اہل کوفہ اپنے وعدہ کو پورا نہیں کریں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ وہاں جانے کی بجائے کسی دوسرے شخص کو وہاں بھیج دیں، وہ وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر آپ کو ان کے حالات سے آگاہ کرے۔

(ب) حضرت مسلم کو...... کوفہ بھیجنے کا فیصلہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کو یزید کی نااہلی کا بھی علم تھا اور کوفہ والوں کی متلون مزاجی اور جفا کاری سے بھی خوب واقف تھے۔ اہل کوفہ کے گزشتہ حالات بھی ان کے پیش نظر تھے جس طرح انہوں نے آپ کے ابا حضور سے بے وفائی کی تھی انہیں غربت، پردیس اور کسمپرسی کی حالت میں شہادت کے انجام تک پہنچایا تھا۔ اور آپ کے بھائی سیّدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے کیے ہوئے عہد و پیمان پر بھی کوفہ والے پورے نہ اترے تھے۔

بہرحال یہ مسئلہ ایسا تھا کہ جس کے حل کے لیے امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفیوں کی دعوت پر لبیک کہنا پڑا۔ اہل مکہ کے شرفاء آپ کی اس رائے سے متفق نہ تھے مگر امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس کوفیوں کی گزارش کو رد کرنے کا کوئی شرعی جواز نہیں تھا۔ چنانچہ آپ نے یہ فیصلہ کیا کہ پہلے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو کوفہ میں بھیجا جائے۔ تاکہ حضرت مسلم بن عقیل حالات کا جائزہ لے کر بتائیں کہ کوفہ والوں کا کیا ارادہ ہے ان کے عہد میں کس حد تک وفا ہے۔ اگر کوفیوں نے بدعہدی کی تو ان کے پاس نہ جانے کا عذر شرعی مل جائے گا۔

چنانچہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو سفارت کی غرض سے کوفہ بھیجا اور فرمایا کہ اے میرے بھائی مسلم!

"کوفہ جا کر حالات کا جائزہ لو اور وہاں کے حالات سے مجھے آگاہ کرنا

اور خط لکھنا اور مشورہ دینا کہ میرا وہاں جانا مناسب ہے یا نہیں؟'' (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول ۱۵۱ تا ۱۵۲، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۱۹۷ تا ۱۹۸)

حضرت مسلم کا تعارف

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما مولائے کائنات شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بڑے بھائی حضرت عقیل بن ابی طالب کے صاحبزادے ہیں۔ اس لحاظ سے جناب مسلم امام حسین رضی اللہ عنہ کے چچیرے بھائی ہیں۔

مولا علی کی صاحبزادی آپ کے نکاح میں تھی۔ اس نسبت کے اعتبار سے جناب مسلم، حضرت امام حسین کے بہنوئی بھی لگتے ہیں۔ آپ نہایت خوش شکل، پاک طینت اور پر وقار شخصیت کے مالک تھے۔ جذبہ وفا سے سرشار میدانِ شجاعت کے شہسوار تھے۔ اور اپنے بھائی امام حسین سے بے پناہ محبت تھی۔ ایسی محبت جس میں عقیدت کا رنگ نمایاں تھا۔

یہی وجہ ہے کہ کوفیوں کی طرف سے آنے والے خطوط کے جواب میں امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی مسلم بن عقیل کو بطور سفیر کوفہ میں بھیجا تاکہ وہ حالات کا جائزہ لے کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو حقیقت سے آگاہ کریں۔

حضرت پیر امام حسین کہیا میرے ویر پیارے جانی جان مسلم
ہیر پھیر اندھیر تے پھیر نظراں میرے شیر دلیر جوان مسلم
رکھ آسرا رب رسول والا کوفے شہر نوں ہو روان مسلم
جتھاں خطاں تے خط ہزار گھلے ویکھ انہاں دے عہد و پیمان مسلم
اللہ کرے تے راستہ صاف ہووے فیض فیض رسان تھیں پان مسلم
رکھ خاص معیار صداقتاں دی پرکھ انہاں دے ونج ایمان مسلم

آکھیں ہُنے حسین بھی آوندے نے ایویں ہون ناہیں پریشان مسلم
اہل بیت ہاں کراں گے بیعت کامل ہوسن مشکلاں سب آسان مسلم
اے ابن عقیل جمیل صورت نبی پاک سر تے نگہبان مسلم
سارا پتہ کر کے خط لکھ میں نوں وت آوساں گا اندر آن مسلم
کوفے شہر دے بول نوں تول پختہ اللہ ول توں رکھ دھیان مسلم
لے ہن الوداع دوستا اللہ اللہ دائم رب سچا پاسبان مسلم

حضرت مسلم کی کوفہ روانگی

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کوفہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ آپ مدینہ منورہ حاضری کے بعد کوفہ تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ کے ساتھ کچھ ساتھی اور دو کمسن بچے ابراہیم اور محمد تھے۔

(تاریخ طبری: ۴/حصہ اول: ۱۴۷)

مسلم کوفے دے شہر رواں ہویا دوہاں بچیاں نوں ٹریا نال لیکے
میں قربان حسین دے ایلچی توں گیا عزت تے شان کمال لے کے
کوفے کفر ظلمات اندھیر خانے آیا بے مثال مثال لے کے
پاک سخن تے پاک زبان لے کے پاک طبع تے پاک خیال لے کے
دیواں عید مبارکاں کوفیاں نوں جھنڈا چمکیا بدر ہلال لے کے
دائم مسلم دا ویکھ جمال نوری سارے ہوئے حاضر جان و مال لے کے

حضرت مسلم کا کوفہ میں......شاندار استقبال

نمائندہ بنے مسلم امامِ پاک طینت کے
چلے مکے سے کوفے جام پینے کو شہادت کے

جب داخل ہوئے کوفے میں گھر گھر ایک شادی تھی
یکم تاریخ تھی ذی الحجہ کی سن ساٹھ ہجری تھی

کیا اظہار اربابِ عقیدت نے مسرت کا
ہوا سامان گھر گھر خیر سے مسلم کی دعوت کا

بکثرت نزدِ مسلم لوگ آئے شادماں ہو کر
امامِ دوسرا کو خط سنائے ترجماں ہو کر

ترقی رات دن ہونے لگی اہل عقیدت کی
ہزاروں کوفیوں نے حضرت مسلم سے بیعت کی

لکھے حالات سب مسلم نے فرزندِ پیمبر کو
بلایا جانب کوفہ بہت جلد ابنِ حیدر کو

خلاصہ واقعی حالات کا تحریر فرمایا
نتیجہ اپنی تحقیقات کا تحریر فرمایا

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جب اپنے ساتھیوں سمیت کوفہ پہنچے...... تو کوفہ والوں نے آپ کی تشریف آوری پر محبتوں اور عقیدتوں کے پھول نچھاور کیے...... آپ کا شاندار استقبال کیا...... کوفہ میں آپ مختار بن ابوعبیدہ اور ایک روایت کے مطابق مسلم بن عوسجہ کے ہاں قیام پذیر ہوئے...... پہلے ہی دن بارہ ہزار کوفیوں نے حضرت مسلم کے ہاتھ پر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے نام کی بیعت کی...... ان لوگوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ ان لوگوں کی تعداد اٹھارہ ہزار تک پہنچ گئی...... لوگوں کا شوق...... عقیدت و محبت...... جوش...... اور ولولہ دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھ دیا گیا کہ حالات موافق اور سازگار ہیں۔ اس لیے آپ بلا جھجک کوفہ میں تشریف لا سکتے ہیں۔

علامہ دائم نے اس صورتحال کو یوں بیان کیا۔

کوفے والیاں پرے دے پرے بدھے کوچے گلی سب باغ بہار ہوئے
لکھ شکر آ گیا طبیب حاذق غفلت وچہ ساں اسی بیمار ہوئے
جھک جھک کے مسلم دے قدم چمن دوہاں بچیاں توں نثار ہوئے
تسی ملے تے گویا حسین ملیا اسیں مدتاں دے بیقرار ہوئے
لکھ خط حسین بھی جھب آون دیدے دید سندے طلبگار ہوئے
نعرہ مار کے مسلم دے ہتھ اُتے بیعت شوق تھیں چالی ہزار ہوئے
اسیں آکھ ہاں نہ نہ کرساں پکے حلفیہ قول اقرار ہوئے
ویکھ ادب عقیدڑے کوفیاں دے اوہ رب دے شکر گزار ہوئے
اہل بیت دا جنہاں دے پیار سینے ویکھ ویکھ دیدار بلہار ہوئے
اپر جیہڑے یزید دے سان بیلی ایس رنگنوں ویکھ بیزار ہوئے
اڈی چوٹی تک لگ گئی اگ انہاں کھول کھول دساں مارو مار ہوئے
کیوں نہ بلبلاں کرن فریاد نالے پھلاں نال قدیم تھیں خار ہوئے
ہر موسیٰ دے نال فرعون ہوندا جویں موماں نال کفار ہوئے
اہل بیت دے نال یزید باندے دائم ویر دے گرم بازار ہوئے

حضرت نعمان بن بشیر کا حضرت مسلم سے حسن سلوک

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں آمد کے وقت کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر تھے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ صحابی رسول اور نیک طینت انسان تھے۔ جب لوگ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی آمد پر جوق در جوق بیعت کے لیے جمع ہونے لگے تو انہوں نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے کوئی تعرض نہ کیا اور خاموش رہے۔

یزیدیوں میں سے ایک شخص نے کہا۔

اِنَّکَ ضَعِیْفٌ اَوْ مُتَضَعَّفٌ قَدْ فَسَدَ الْبِلَادَ

بے شک تم کمزور آدمی ہو۔ پھر یوں ہی کمزور بنتے ہو شہروں میں فسادات پھیل رہے ہیں (اور تم خاموش بیٹھے ہو)

حضرت نعمان بن بشیر نے اسے یوں جواب فرمایا:

اَنْ اَکُوْنَ ضَعِیْفًا وَّاَنَا فِیْ طَاعَةِ اللهِ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ اَنْ اَکُوْنَ قَوِیًّا فِیْ مَعْصِیَةِ اللهِ۔

"اگر میں خدا کی اطاعت میں رہ کر کمزور سمجھا جاؤں۔ تو یہ اس سے بہتر ہے کہ میں خدا کی نافرمانی میں رہ کر صاحب قوت سمجھا جاؤں۔"

(استشہاد الحسین، ص:۳۹ (امام طبری)، مطبوعہ دار الکتاب العربی، تاریخ طبری:۶/۱۹۹، مطبوعہ دار الفکر)

علامہ دائم یزیدیوں کی نعمان بن بشیر کے ساتھ جھڑپ کو یوں بیان کرتے ہیں۔

نعمان نوں کہیا یزیدیاں نے کیوں نہ خوف گورنرا کھاوناں ایں
حاصل کریں تنخواہ یزید کولوں بیعت ہور دی پیا کراوناں ایں
اتنی غفلت اس قدر کمزور ایں توں گل کرن تھیں نہ شرماونا ایں
سلطنت دے توں نہیں مول قابل پیا کوفے دا کوفہ کھڑاونا ایں
دشمن سراندے پالکے وچہ گودی اے نعمان پیا دھوکہ کھاونا ایں
انتظام حکومت بگاڑ سٹیا ای جلسے تے جلوس گڈھاونا ایں
کیوں نہ غیراں نوں پکڑ دباونا ایں اُلٹا پیا امداد پہنچاونا ایں
جہدا کھاویئے گاویئے گیت دائم کاہنوں نمک حرام سداونا ایں

نعمان کا یزیدیوں کو جواب

میں گورنر یزید ہاں بیشک اے پر ویچناں دین ایمان ناہیں
کراں بے ادبی اللہ والیاں دی میرا نہیں شیوہ میرا جان ناہیں

اہل بیت دی بیعت تے کراں جھگڑا ایں انسان ہاں کوئی حیوان ناہیں
پردہ دری بدگوئی رذیل پیشہ ایہو جیہا میرا خاندان ناہیں
بے شک رب رسول دے امراگے بالکل ہاں عاجز آکڑ خاں ناہیں
عیباں وچہ وَدھ جاواں تے ڈنڈ پیلاں میں کوئی فرعون پہلوان ناہیں
جس پائی اے جان وجود اندر اوہدے باجھ لینی کسے جان ناہیں
جیہڑا نیکاں نوں کرے رسوا دائم اوہدے جیہا کوئی ہور شیطان ناہیں

یزید کو اطلاع

یزید کے حامیوں نے جب حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو انہوں نے ایک وفد یزید کے پاس بھیجا اور یزید کو صورتحال سے آگاہ کیا کہ لوگ جوق در جوق مسلم بن عقیل کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ اور امام حسین کی آمد آمد ہے۔ اور کوفہ کے گورنر نعمان بن بشیر نے ان کے خلاف کوئی کاروائی نہیں کی۔ کوفہ اور بصرہ کو بچانے کے لئے بندوبست کرنا بڑا ضروری ہے۔ یزید کو خطوط لکھنے والوں کے نام یہ ہیں۔

عبداللہ بن مسلم بن سعید حضرمی، عمارہ بن ولید اور عمرو بن سعید۔

یزید کا سرجون سے مشورہ اور نعمان بن بشیر کی معطلی کے آرڈر

پڑھیا خط یزید پلید اگوں لگ گئی اگ نامراد تائیں!
اپنے باپ دے اِک غلام وڈے سدے جھب سرجون سے سردار تائیں
گل کتھ سب کوفے دی کھول دسی نکی وڈی تے آؤ جگاؤ تائیں
دتا مشورہ ایہ سرجون سن کے کر کے یاد ابلیس استاد تائیں
کڈھ کوفیوں جلد نعمان غافل میٹ سکیا نہیں فساد تائیں
اندر پلک ہر شئے ٹھیک ٹھاک کرسی اوتھے گھلدے ابن زیاد تائیں

ماری پھوک سرجون ملعون ایسی حسد وبخل تے بغض عادتائیں
اوسے وقت لکھیا بصرے خط دائم بھانی گل یزید شداد تائیں

جب یزید کونعمان بن بشیر کے بارے میں اطلاع ملی تو اس نے اپنے باپ کے آزاد کردہ غلام سرجون سے مشورہ کیا۔ سرجون نے مشورہ دیا کہ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کومعزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کوکوفہ کا گورنر مقرر کر دے۔ یزید ان دنوں عبیداللہ بن زیاد سے ناراض تھا۔ اس لیے سرجون کے مشورہ سے حیران ہو گیا پھر سرجون نے امیر معاویہ کا وصیت نامہ نکال کر اس کو دکھایا جس میں عبیداللہ بن زیاد کوکوفہ کا گورنر مقرر کرنے کا حکم درج تھا۔ (تاریخ ابن جریر طبری:٦/٢٠٠ مطبوعہ دارالفکر)

یزید کا ابن زیاد کو خط

یزید نے سرجون کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے عبیداللہ بن زیاد کوکوفے کا گورنر مقرر کر دیا اور نعمان بن بشیر کو معزول کر دیا۔ ابن زیاد کو خط لکھا کہ فوراً کوفہ پہنچو اور مسلم بن عقیل کو تلاش کر کے گرفتار کر لو۔ اور قتل کر دو۔ خط ملتے ہی ابن زیاد فوراً کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ:٨/١٥٦، ابن اثیر:٤/٢٣)

امام حسین اور یزید کے قاصد...... اکٹھے بصرہ میں

یزید کا خط لے کر مسلم باہلی عبیداللہ بن زیاد کے پاس بصرہ پہنچا تو ابنِ زیاد نے کوفہ روانہ ہونے کے لئے سامان سفر باندھ لیا۔ ادھر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے بھی بصرہ کے رئیسوں کے نام خط لکھ دیا۔ خط کا مضمون اس طرح سے تھا کہ:

اَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلٰى كِتَابِ اللهِ وَسُنَّةِ نَبِيِّهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
فَاِنَّ السُّنَّةَ اُمِيْتَتْ وَاِنَّ الْبِدْعَةَ قَدْ اُحْيِيَتْ وَاَنْ تَسْمَعُوْا
قَوْلِىْ وَتُطِيْعُوْا اَمْرِىْ اَهْدِكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ

وَرَحْمَةُ اللهِ۔

''میں تمہیں اللہ کی کتاب اور نبی کریم ﷺ کی سنت کی طرف بلاتا ہوں، کیونکہ سنت مٹ رہی ہے، بدعت فروغ پا رہی ہے۔ اگر تم میری بات سنو گے اور میری اطاعت کرو گے تو میں تم کو راہ ہدایت پر لگا دوں گا۔ وَالسَّلامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ۔'' (طبری:٦/٢٠٠)

ابن زیاد کی......بصرہ میں تقریر

یزید نے سرجون کے مشورے پر عبیداللہ بن زیاد کو کوفے کا گورنر مقرر کر دیا اس کے ساتھ وہ بصرہ کا بھی گورنر تھا۔ ابن زیاد نے بصرہ کے لوگوں کے سامنے تہلکہ خیز تقریر کی:

امابعد ''خدا کی قسم! مجھے مصیبت، دشواری یا دشمن کے اسلحہ کی جھنکار سے ڈرایا نہیں جا سکتا۔ جو مجھ سے دشمنی رکھے گا میں اس کے لیے عذاب ہوں اور جو مجھ سے جنگ کرے اس کے لیے میں جنگ کی آگ ہوں۔

امیر المؤمنین (یزید) نے مجھے کوفہ کی ولایت سونپی ہے، میں کل وہاں جانے والا ہوں اور اپنے پیچھے عثمان بن زیاد بن ابوسفیان کو تم پر اپنا نائب بنا کر چھوڑے جا رہا ہوں۔ تم لوگ اختلاف اور بغاوت سے اجتناب کرو ورنہ قسم اس ذات کی جس کے سوا اور کوئی خدا نہیں اگر میرے پاس تم میں سے کسی آدمی کی مخالفت کی خبر پہنچی تو میں اس کو اور اس کے سب حامیوں اور دوستوں کو بھی نہیں چھوڑوں گا۔ میں بعید کے بدلے میں قریب کو پکڑوں گا (یعنی روپوش مجرموں کے وارثوں اور حامیوں کو پکڑوں گا جو موجود ہوں گے) یہاں تک کہ معاملہ سلجھ جائے اور تم میں کوئی مخالفت کرنے والا یا پھوٹ ڈالنے والا باقی نہ رہے۔

یاد رکھو! میں اپنے باپ کے مشابہ ہوں۔ اس باپ کے جس نے کنکر پتھر روند

ڈالے تھے۔ (الطبری:٦/٢٥، البدایہ والنہایہ:٨/١٥٨، ابن اثیر:٤/٢٣)

ابن زیاد کا......کوفہ میں داخلہ

جب ابن زیاد اپنے بھائی کو اپنا نائب مقرر کر کے کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ تو مسلم بن عمرو باہلی، شریک بن اعور حارثی اور دیگر خدامِ حشم اور اپنے اہل وعیال کو ساتھ لے کر بصرہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس نے سر پر کالا عمامہ پہن رکھا تھا۔

کوفہ والے امام حسین کے منتظر تھے۔ کیونکہ انہیں امام حسین رضی اللہ عنہ کے آنے کی اطلاع مل چکی تھی۔ جب ابن زیاد کوفہ میں داخل ہوا تو اس کا چہرہ نقاب میں تھا۔ لوگ ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ سمجھنے لگے۔ اور جہاں جہاں سے ابن زیاد گزرتا لوگ اس کو خوش آمدید کہتے اور یہ کہتے جاتے:

مَرْحَبًا بِكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ قَدِمْتَ خَيْرَ مَقْدَمٍ

مرحبا اے رسول خدا کے بیٹے مرحبا آپ کا تشریف لانا کتنا اچھا ہے۔

(تاریخ طبری:٦/٢٠١)

پڑھ کے خط یزید پلید بن دا موذی کڈیا ہم ہما کے تے!
بے حد بد مرتد اشد ازلی بیٹھا رب رسول بھلا کے تے
ظالم ظلم دے لگا اے چڑھن بیڑے سُراں نال سر جون ملا کے تے
دھریا منہ کوفے بصرے شہر اندر اپنے بھائی نوں تخت بٹھا کے تے
اہل بیت دا شقی القلب وَیری ٹریا بصریوں پامُلاں پا کے تے
پورا پہن لباس حجازیاں دا کالی پگڑی سیس ٹکا کے تے!
روئے نجس نقاب دے وچہ کر کے گویا اپنا آپ چھپا کے تے
وقت رات دے واہیات موذی وڑیا کوفے وچہ بھیس وٹا کے تے

اوتھے گرم اڈیک حسین دی سی کوئی دوڑ دے قدم اٹھا کے تے
انہاں سمجھیا آئے امام ساڈے اُٹھے نعرہ تکبیر چلا کے تے!
مرحبا دی صدا بلند ہوئی کیتا خیر مقدم سبھناں آ کے تے
آخر ہوئی پچھان تے کھا حیرت گئے گھراں نوں نیر وگا کے تے
ایہہ تے ابن زیاد جلاد آیا اک دوجے نوں کہن گھبرا کے تے
کیوں نہیں آئے حسین سردار داتم سانوں عشق دیاں سانگاں لگا کے تے

ابن زیاد کا......اہل کوفہ کو دھوکہ

ابن زیاد نے کوفہ میں داخل ہوتے ہی کوفہ والوں کو دھوکے میں ڈال دیا جب وہ اپنے چہرے پر نقاب ڈالے اور حجازی لباس پہنے کوفہ میں داخل ہوا۔ اور لوگ سمجھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ تشریف لائے ہیں اس لیے کوفہ کے لوگ اس کو سلام کرتے اور اس کا خیر مقدم کرنے لگے۔ اس ظالم نے جب یہ دیکھا کہ لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کو اس قدر خوش آمدید کہہ رہے ہیں تو یہ بات اس کو ناگوار گزری۔

جب وہ قصر امارت کے قریب پہنچا تو مسلم بن عمرو باہلی نے لوگوں کو کہا کہ پیچھے ہو جاؤ یہ امیر عبیداللہ بن زیاد ہے۔ جب لوگوں کو پتہ چلا کہ یہ ابن زیاد ہے تو لوگوں کو بہت دکھ ہوا اور لوگ افسردہ ہو کر گھروں کو لوٹ آئے۔

ابن زیاد کا......اہل کوفہ کو خطاب

ابن زیاد نے کوفہ میں پہنچ کر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو ان کی معطلی کے آرڈر سے آگاہ کیا اور احکامات دکھائے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ اپنی معطلی کے احکامات کے بعد اپنا سامان اٹھا کر کوفہ میں موجود اپنے گھر میں چلے گئے۔ پھر

عبیداللہ نے دارالامارت کوفہ کے تمام دروازے بند کروادیئے۔ اس دوران اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد دارالامارت کے دروازے پر جمع ہوگئی۔ ابن زیاد نے صورتحال پر قابو پانے کے لئے کوفہ کی جامع مسجد میں خطاب کیا اور کہا کہ:

''حاکم وقت یزید نے مجھے کوفہ کا حاکم مقرر کیا ہے۔ انہوں نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں مظلوموں سے انصاف کروں، فرمانبرداروں پر احسان کروں اور میں یہ حکم بجالاؤں گا چنانچہ دوستوں کے ساتھ میرا سلوک مشفق اور مہربان باپ جیسا ہوگا مگر جو شخص میری حکم عدولی کرے گا اسے تلوار کی دھار اور کوڑے کی مار کا مزہ چکھاؤں گا اس لیے ہر شخص کو چاہئے کہ وہ خود اپنی جان پر رحم کرے اور جو شخص حاکم وقت یزید کو مطلوب ہے اسے تم میرے حوالے کردو اور اگر وہ شخص بعد میں کسی کے پاس پایا گیا تو پھر اس شخص کو اس کے گھر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے گا۔''

عبیداللہ بن زیاد کی تقریر کا کوفہ والوں پر گہرا اثر ہوا وہ پہلے بھی اپنا مفاد چاہتے تھے ان کے خیال میں سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت سے کوفہ مرکز بن جانا تھا اور اب بھی صورتحال ان کی مرضی کی تھی کہ وہ کوفہ کو مرکز بنتا دیکھ کر عبیداللہ بن زیاد کی اطاعت قبول کرنے لگے۔ اور سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت سے دستبردار ہوگئے۔

(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۵۶، البدایہ والنہایہ:۸/۲۰۰، تاریخ ابن خلدون:۲/۵۱۴)

سرکردہ لوگوں کی......گرفتاری

ابن زیاد نے اپنی تقریر کے بعد کوفہ کے سرکردہ لوگوں کو گرفتار کرلیا اور ان سب سے تحریری ضمانت مانگی کہ وہ اور ان کے قبیلے کے افراد کسی مخالف کو اپنے ہاں پناہ نہیں دیں گے...... اور نہ ہی کسی قسم کی مخالفانہ سرگرمیوں میں حصہ لیں

گے......اور اگر کسی نے حکومت کے کسی مخالف کو پناہ دے رکھی ہے تو وہ اس کو پیش کر دے...... جو اپنی تحریر کی پابندی کرے گا وہ بری ہو جائے گا......اور جو ایسا نہیں کرے گا اس کا مال و جان دونوں حلال ہو جائیں گے......اس کو قتل کر کے اسی کے دروازے پر لٹکا دوں گا......اور اس کے تمام لواحقین بھی محفوظ نہیں رہیں گے۔

(ج) حضرت مسلم کی شہادت کا پس منظر

حضرت مسلم کو ہانی بن عروہ کی امان

حضرت سیّدنا مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہما مختار بن عبیدہ کے گھر قیام پذیر تھے جب ابن زیاد کوفہ میں آیا تو اس روز آپ کے جسم میں درد تھا اس لئے آپ نماز کے لیے نہ جا سکے۔ جب ظہر کی نماز کا وقت ہوا تو آپ مسجد گئے اذان و اقامت کے بعد جب آپ نے تنہا نماز ادا فرمائی تو وہاں موجود ایک لڑکے سے وجہ دریافت کی کہ کوئی بھی شخص نماز میں کیوں شریک نہیں ہوا۔ اس لڑکے نے بتایا کہ کوفہ والوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت توڑ دی ہے اور یزید کی بیعت کر لی ہے۔ حضرت مسلم بن عقیل کو لڑکے کی بات سن کر بہت دکھ ہوا اور آپ سڑک پر چلنے لگے۔

دوپہر کی تپتی دھوپ میں کوفے کا مہمان سڑک پر چل رہا ہے، ذرا تصور کیجئے کہ وہ منظر کیسا ہوگا۔

نازک نرم سریر سخی دا جیویں چنبے دیاں کلیاں
اگ پئی برسے وقت دوپہرا ے سڑ گیاں نازک تلیاں

کوفیاں بند دروازے کیتے کوئی دل دا حال نئیں پچھدا
تنہا ویر حسین دا پھردا وچ کوفے دیاں گلیاں

پھر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ایک مکان کے باہر کھڑے ہو گئے۔ یہ گھر بنو خزیمہ کے محلے میں تھا۔ مکان سے ایک کنیز باہر آئی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ

کس کا گھر ہے۔ کنیز نے جواب دیا کہ یہ مکان ہانی بن عروہ کا ہے۔ آپ نے فرمایا: اپنے مالک سے کہو کہ دروازے پر مسلم بن عقیل آیا ہے۔ کنیز اندر گئی پھر باہر آئی نہایت عاجزی سے عرض کیا اندر تشریف لے آیئے۔

حضرت مسلم اندر تشریف لے آئے۔ حضرت ہانی رضی اللہ عنہ اس روز سخت بیمار تھے۔ وہ معانقہ کے لیے اٹھے مگر بیماری کی وجہ سے اٹھ نہ سکے۔ مگر زبان حال سے پکار اٹھے۔

زہے مقدر کہ میرے گھر میں، ہے باغِ رحمت کا پھول آیا
پیار نورِ رسول لے کر، سفیر ابن بتول آیا

حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کوفہ کے امرا میں سے تھے اور صحابی رسول بھی تھے۔ آپ عبید اللہ بن زیاد کی کوفہ میں آمد سے قبل دار الامارت کوفہ میں باقاعدگی سے جایا کرتے تھے۔ مگر ابن زیاد کے منصب سنبھالنے کے بعد آپ نے وہاں جانا کم کر دیا کیونکہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ آپ کی پناہ میں تھے۔ جب ابن زیاد نے ان کے کم آنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا: میں بوڑھا ہو چکا ہوں اور بیمار رہنے کی وجہ سے روزانہ دار الامارت میں آنا میرے لیے محال ہے۔

چند ایک کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا کہ حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے گھر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ قیام پذیر ہیں اور جن لوگوں کو معلوم تھا وہ بھی حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے بااعتماد ساتھی تھے۔

(تاریخ طبری: ۴/حصہ اول: ۱۵۹، تاریخ ابن خلدون: ۲/۵۱۴تا۵۱۵)

حضرت مسلم کی تلاش اور ابن زیاد کا جاسوس

سنے بچیاں ہانی بن عروہ دے گھر مسلم دکھاندی گھڑی گزار دے نے
ہانی خاص اصحاب رسول دا سی رتبے اوسنوں یاد سرکار دے نے

کیتی شوق تھیں دادامداداس نے خاص پاس سادات گلزار دے نے
اے پر ہوئے ایسے بیقرار مسلم ہنجوں وہندڑے پئے دکھیار دے نے
ہویا کوفے دا کوفہ سر کپ ویری عجب رنگ ایہ رب جبار دے نے
رہ گئے چالی ہزار تھیں تریہہ باقی سوچ وقت نماز گزار دے نے
دو چار عشاء دے وقت رہ گئے باقی سارے ہی نس سدھار دے نے
شالہ اُون حسین نہ وچہ کوفے دغا باز کوفی کیہڑی کار دے نے
قدم چم جنہاں کل بیعت کیتی اج اوہا اُلٹے طعنے مار دے نے
پردہ پوش ہو وقت لنگھاں رو رو صبر شکر دا نام چتار دے نے
سنے بچیاں بند مکان اندر یا حسین حسین پکار دے نے
ویکھ دکھ لکھاں مکھ موڑ جاندے داتم یار اودے یار دے نے

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی کوفہ میں قیام گاہ کے بارے میں کسی کو بھی علم نہیں تھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے خفیہ طور پر حضرت مسلم کو تلاش کرنے کے لیے ایک غلام معقل کو مقرر کیا اور اسے تین ہزار درہم دیئے کہ کسی طرح ان تک پہنچے، اور ان کو یقین دلائے کہ وہ اہل بیت اطہار کا مخلص ساتھی ہے اور تین ہزار روپے ان کو بطور نذرانہ پیش کرے۔

چنانچہ وہ غلام جامع مسجد میں پہنچا اور حضرت مسلم بن عوسجہ کے پاس آیا اور وہ نماز میں مشغول تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس غلام نے ان سے کہا کہ وہ اہل بیت کے محبین میں سے ہے۔

؎ یہ پہنچا بے تامل کوچہ ہانی کی مسجد میں
بچھائی چادر مکر و دغا ہانی کی مسجد میں

لگا یادِ خدا کرنے یہ ظالم محو ہو ہو کر
دعائیں لمبی لمبی مانگتا سجدوں میں رو رو کر
نبی ﷺ کی آل پر دم دم سلامِ شوق پڑھتا تھا
سلامِ شوق سے گویا دعا کا ذوق بڑھتا تھا

غلام معقل حضرت مسلم بن عوسجہ سے کہنے لگا۔

''میں ملک شام سے آیا ہوں اور اللہ تعالیٰ کا مجھ پر خاص انعام یہ ہوا ہے کہ میں محبّ اہل بیت ہوں۔ میرے پاس یہ تین ہزار درہم ہیں۔ میں اہل بیت کے اس فرد کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں جو کوفہ میں تشریف فرما ہے اور جس کا تعلق اہل بیت سے ہے اور وہ ابن رسول ﷺ کی یہاں پر بیعت لے رہے ہیں۔ اگر آپ کو اس کے بارے میں کچھ علم ہے تو مجھے ان کے پاس لے چلئے کہ میں ان کے ہاتھ پر بیعت کروں اور یہ نذرانہ انہیں پیش کروں۔''

مسلم بن عوسجہ نے اس سے اس بات پر عہد لیا کہ وہ یہ راز فاش نہیں کرے گا. پھر اس غلام نے وہ تین ہزار درہم حضرت مسلم بن عوسجہ کو پیش کیے اور یہ یقین دہانی کروائی کہ وہ یہ راز فاش نہیں کرے گا۔

پھر جب حضرت مسلم بن عوسجہ کو یہ اعتماد ہو گیا تو وہ اس کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اس طرح وہ کئی دن حضرت مسلم کے پاس آتا جاتا رہا۔ (ابن اثیر:۴/۲۵،تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۵۷)

عبید اللہ بن زیاد...... ہانی بن عروہ کے گھر میں

ہانی بن عروہ کا شمار کوفہ کی عظیم شخصیات میں ہوتا تھا تو جب وہ بیمار ہو گئے تو ابن زیاد ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر آیا اس وقت عمارہ بن عبد سلولی نے ان سے

کہا کہ یہ موقع غنیمت ہے اس وقت ابن زیاد تمہارے قابو میں ہے۔ اسے باآسانی قتل کیا جا سکتا ہے۔ لیکن ہانی بن عروہ نے کہا یہ خلاف رافت ہے کہ اسے اپنے گھر میں قتل کیا جائے اس طرح یہ موقع ہاتھ سے نکل گیا۔

ابن زیاد کے قتل کا منصوبہ

شریک بن اعور جو کہ عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ بصرہ سے آیا تھا وہ بیمار ہو گیا اور اس نے حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے مکان میں رہائش اختیار کی۔ شریک بن اعور کو علم تھا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر مقیم ہیں۔

چنانچہ اس نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے کہا کہ عبیداللہ بن زیاد میری عیادت کے لیے یہاں آئے گا ہمارے لیے بہترین موقع ہے کہ ہم اسے قتل کر دیں۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حامی بھر لی اور کہا کہ میں اسے قتل کر دوں گا۔ شریک بن اعور نے کہا جب میں پانی کے لیے آواز دوں تو آپ رضی اللہ عنہ نکل کر اس پر وار کر دیجئے گا۔

پھر جب عبیداللہ بن زیاد، شریک بن اعور کی خبر گیری کے لیے آیا تو شریک بن اعور کے بستر پر بیٹھ گیا۔ شریک بن اعور نے پانی کے لیے آواز دی مگر ایک لونڈی پانی لے کر آ گئی۔ شریک بن اعور نے پانی پیا اور پھر کچھ دیر بعد پانی کے لیے آواز دی۔ اس دوران عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ آنے والا اس کا محافظ مہران معاملے کو سمجھ گیا۔

اس نے عبیداللہ بن زیاد کو وہاں سے چلنے کو کہا اور جب عبیداللہ بن زیاد وہاں سے نکلا تو مہران نے کہا کہ یہاں آپ کے قتل کا سامان تھا۔ عبیداللہ بن زیاد نے کہا شریک ایسا کیوں کرنے لگا جبکہ میں اس کا خیال رکھتا ہوں۔ پھر جب عبیداللہ بن

زیاد وہاں سے چلا گیا تو شریک بن اعور نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ انہوں نے عبیداللہ بن زیاد پر حملہ کیوں نہ کیا؟

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہانی بن عروہ کو نا گوار گزرتا کہ میں ان کے گھر پر عبیداللہ بن زیاد کو قتل کرتا اور پھر میرے پیش نظر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان آ گیا کہ ایمان خون ریزی سے منع کرتا ہے اور ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے خون سے گریز کرنا چاہیے۔ (تاریخ ابن خلدون: ۲/۵۱۵، تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۵۷)

ہانی بن عروہ کی طلبی اور گرفتاری

کھا کھار شوتاں ابن زیاد کولوں کوفی ہس دے نے مسلم رونددے نے
ادھی رات مدینے ول منہ کر کے جامہ ہنجواں دے نال دھوندے نے
سنے بچیاں دے خونی قطریاں تھیں مالا نام دی پئے پروندے نے
جاگ جاگ خدادی جاگ والے جوگی نیناں دی چوگنوں چووندے نے
کسے ابن زیاد نوں جا دسیا مسلم ہانی دے گھر انوچھ ہووندے نے
اوس ویلڑے ہانی نوں طلب کر کے ظالم ظلم والا جھونا جھووندے نے
کل طالب تے اج جاسوس بن کے چنگا دھونا اندھوتڑا دھووندے نے
دائم ابن زیاد دے پاس ہانی آ کے الف دیوانگ کھلووندے نے

حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ نے دل میں یہ تہیہ کر لیا ہوا تھا کہ وہ کسی صورت بھی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو ابن زیاد کے حوالے نہیں کریں گے۔ ان کا یہ خیال تھا کہ

جان جاتی ہے تو جائے — مگر ایمان نہ جائے
دنیا رہے یا نہ رہے — مگر دین نہ جائے
سزا ملتی ہے تو ملے — مگر مسلم بن عقیل نہ جائے

چونکہ ہانی بن عروہ کا تعلق کوفہ کی مقتدر شخصیات میں سے تھا اس لیے ان کے ابن زیاد کے ساتھ تعلقات تھے۔ اور وہ اس کے پاس اکثر آتے جاتے رہتے تھے۔ مگر جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس پناہ لے لی تو ان کا آنا جانا ابن زیاد کے پاس کم ہو گیا۔

ابن زیاد نے جب یہ محسوس کیا کہ اب ہانی بن عروہ کا اس کے ساتھ میل ملاپ کم ہو گیا ہے تو اس سے حالات کا اندازہ لگا یا وہ اپنے غلام معقل کی وجہ سے اس بات سے باخبر ہو چکا تھا کہ ہانی بن عروہ کی قیام گاہ میں مسلم بن عقیل نے پناہ لے رکھی ہے۔ ایک دن ابن زیاد نے ہانی کا ذکر چھیڑ دیا اور امراء سے کہا کہ ہانی اب ملنے نہیں آتا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ بیمار ہیں۔ مگر ابن زیاد نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے رہتا ہے۔ اس لیے اس کو ادھر لایا جائے۔

چند امراء ہانی بن عروہ کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ ابن زیاد نے آپ کو یاد کیا ہے۔ اور آپ کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی کا شکار ہے۔ اس لیے آپ چلیں اور اپنی صفائی پیش کر کے اس بدگمانی کو دور کر دیں۔ ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر حضرت مسلم سے مشورہ کیا اور پھر امراء کے ساتھ جانے کے لیے تیار ہو گئے۔

جب ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ ابن زیاد کے پاس پہنچے اور اسے سلام کیا تو خلافِ معمول ابن زیاد نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ ابن زیاد کے اس سلوک نے ہانی بن عروہ کو بہت پریشان کر دیا۔

حضرت ہانی اور ابن زیاد میں بحث و تکرار

ابن زیاد نے ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ سے کہا۔

اے ہانی! مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟

ہانی نے کہا: ''مجھے معلوم نہیں۔''

اس پر وہ یمنی غلام اٹھ کھڑا ہوا جو حمص (شام) کے مسافر کے روپ میں ہانی کے گھر قیام پذیر رہا تھا اور جس نے ہانی کے سامنے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ اور تین ہزار درہم کا نذرانہ بھی پیش کیا تھا۔

ابن زیاد نے پوچھا:

کیا تم اسے جانتے ہو؟

ہانی نے کہا:

''ہاں''

غلام کو دیکھ کر نادم ہوئے اور کہا کہ اے امیر!

خدا آپ کا بھلا کرے۔ خدا کی قسم میں نے انہیں اپنے گھر آنے کی دعوت نہیں دی تھی بلکہ وہ اپنے آپ میرے گھر آئے تھے۔

ابن زیاد نے کہا:

''پھر انہیں یہاں لے آؤ۔''

ہانی نے کہا:

خدا کی قسم! ''اگر وہ میرے پاؤں کے نیچے بھی ہوتے تو میں ان کے اوپر سے پاؤں نہ اٹھاتا۔''

یہ سن کر ابن زیاد نے کہا:

''اسے میرے قریب لاؤ۔''

جب ہانی کو ابن زیاد کے قریب لایا گیا تو اس نے ہانی کے چہرے پر نیزے سے وار کیا جس سے ان کا چہرہ اور ناک زخمی ہو گئے۔

ہانی ابن زیاد پر حملہ کرنے کے لیے ایک سپاہی سے تلوار چھین کر سونتنے لگے تو

لوگوں نے انہیں پکڑ لیا۔

ابن زیاد نے کہا کہ اب تم نے اپنا خون مجھ پر حلال کر دیا ہے کیونکہ تم حروری ہو (خارجی ہو) اس کے بعد ابن زیاد کے حکم سے انہیں ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔

اس لمحے حضرت ہانی کے جذبات کچھ یوں تھے۔

ارے اے ظالم انساں تجھے یہ کس نے بہکایا ہے
یہ یقیناً شیطان نے سبق تجھے پڑھایا ہے
کہ ہانی جان کے بدلے تجھے ایمان دے دے گا
تیری شمشیر سے ڈر کر وہ اپنی آن دے دے گا
نہیں ہرگز میں۔ ہاشمی مہمان نہیں دوں گا
میں اپنی جان دے دوں گا مگر ایمان نہیں دوں گا

ہانی کے قتل کی خبر پر ہنگامہ آرائی

پورے شہر میں یہ افواہ پھیل گئی کہ ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا گیا ہے۔ جب یہ افواہ قبیلہ مذحج تک پہنچی تو بہت سے نوجوان اپنے سردار عمرو بن حجاج کی قیادت میں قصر امارت کے دروازے پر جمع ہو گئے۔ اور قبیلہ کے سردار نے للکار کر کہا کہ میں عمرو بن حجاج ہوں۔ ہم نے کبھی اطاعت سے منہ نہیں موڑا پھر کیوں ہمارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کا بدلہ ہم ضرور لیں گے۔

مشکل سے نکلنے کے لیے......ابن زیاد کے حربے

ابن زیاد نے اس مشکل سے نکلنے کے لیے مختلف حربے استعمال کیے۔ اور قاضی شریح سے کہا کہ لوگوں کو بتا دو کہ ان کا سردار زندہ ہے۔ اور امیر نے مسلم بن عقیل کے بارے میں گفتگو کرنے کے لیے انہیں روک رکھا ہے۔ قاضی نے لوگوں

کو باہر آ کر بتایا کہ ہانی بن عروہ زندہ ہے۔ جب لوگوں کو ہانی کے زندہ ہونے کا یقین ہو گیا تو وہ بہت خوش ہوئے اور منتشر ہو گئے۔ (ابن اثیر: ۴/ ۳۰)

ابن زیاد کی بزدلی

امام ابن جریر نے طبری میں بیان کیا ہے کہ ابن زیاد نے جب حضرت ہانی کو مارا اور قید کیا تو اسے اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ اس پر حملہ نہ کر دیں تو وہ اپنے تمام خادموں، شہر کے رئیسوں اور پولیس کو ساتھ لے کر نکلا۔ مسجد کے منبر پر چڑھ کر لوگوں کو ڈرایا دھمکایا اور لالچ دے کر لوگوں کو رام کرنا چاہا۔ ابھی اس کی تقریر جاری تھی کہ بازار میں کھجوریں بیچنے والے لوگ مسجد میں گھس آئے اور دوڑتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔

قَدْ جَآءَ بْنُ عَقِيْلٍ قَدْ جَآءَ بْنُ عَقِيْلٍ، فَدَخَلَ عُبَيْدُاللّٰهِ الْقَصْرَ مُسْرِعًا وَاَغْلَقَ اَبْوَابَهٗ

مسلم بن عقیل آ گئے۔ مسلم بن عقیل آ گئے۔ ''یہ سنتے ہی'' ابن زیاد دوڑ کر قصر امارت میں جا گھسا اور تمام دروازے بند کر لیے۔ (تاریخ طبری: ۶/ ۲۰۷)

حضرت مسلم کے پاس...... اہل کوفہ کا اجتماع

عبداللہ بن حازم کہتے ہیں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے مجھے دارالامارت کوفہ بھیجا تا کہ میں وہاں حالات کا جائزہ لوں اور معلوم کروں کہ حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ عبیداللہ بن زیاد نے کیا سلوک کیا ہے؟ کیا وہ زخمی ہیں اور قید میں ہیں یا پھر انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔

عبداللہ بن حازم کہتے ہیں میں دارالامارت کوفہ پہنچا اور مجھے پتہ چلا حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ پر شدید تشدد کیا گیا ہے اور انہیں قید کر دیا گیا ہے۔ میں واپس لوٹا

اور تمام احوال حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے گوش گزار کیے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت اہل کوفہ کی ایک بڑی تعداد موجود تھی اور آپ رضی اللہ عنہ جس جگہ مقیم تھے اس کے اردگرد کے تمام مکانات میں قریباً چار ہزار لوگ ایسے موجود تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر چکے تھے اور اس وقت تک اہل کوفہ کے قریباً اٹھارہ ہزار لوگوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے دست اقدس پر بیعت کی تھی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کو پکارا۔

''اے منصور امت!''

صدائے نعرۂ تکبیر سے لشکر اُمنڈ آیا
نظر آتا تھا ہر سو تیغ اور تلوار کا سایہ

کسی ذی حوصلہ کو میمنے کی افسری بخشی
کسی کو میسرے کی مرحمت فرمائی سالاری

یہ لشکر یا علی کہہ کر بڑھا دارالامارت میں
عبیداللہ جا کر چھپ گیا قصرِ حکومت میں

کیا محصور چاروں سمت سے دارالامارت کو
ابھارا جنگ پر ابن زیاد پست ہمت کو

ہر اک للکارتا تھا ابن مرجانا نکل باہر
اڑا دیں گے ابھی اک وار میں گردن سے تراسر

تھے آثارِ بغاوت ہر در و دیوار سے پیدا
صدائے جنگ تھی تلوار کی جھنکار سے پیدا

گیا چاروں طرف کچھ اس دارالامارت کو
کہا مسلم سے لڑنے کی ہمیں آقا اجازت ہو

عبداللہ بن حازم کہتے ہیں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی پکار سن کر تمام اہل کوفہ آپ رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اربابِ کوفہ میں سے بنی کندہ اور بنی ربیعہ کا علم عبیداللہ بن عمر کندی کو دیا اور فرمایا کہ تم میرے آگے آگے سواروں کو لے کر چلو گے اور قبیلہ بنو مذحج اور بنو اسد کا علم مسلم بن عوسجہ اسدی کو دیا اور فرمایا: تم پیادوں کے ہمراہ میدان میں اترو گے۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ ایک لشکر عظیم کے ہمراہ دارالامارت کوفہ کی جانب روانہ ہوئے۔

دارالامارت کا......محاصرہ

عبداللہ بن حازم کہتے ہیں جب عبیداللہ بن زیاد کو خبر ہوئی کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ ایک بڑے لشکر کے ہمراہ دارالامارت کوفہ کی جانب بڑھ رہے ہیں تو اس نے اپنے پاس موجود امراء کوفہ اور دیگر لوگوں کے ہمراہ خود دارالامارت کوفہ میں بند کر لیا اور اس وقت عبیداللہ بن زیاد کے پاس کوئی لشکر نہ تھا جو اس کی مدد کرتا۔

عباس جذلی کی روایت ہے کہ جب ہم حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے تو ہم چار ہزار تھے اور جب دارالامارت کوفہ پہنچے تو تین سو لوگ رہ گئے۔ اور پھر لوگ جمع ہونے لگے یہاں تک کہ بازار لوگوں سے بھر گیا اور شام تک قریباً تمام اہل کوفہ وہاں موجود تھے۔

عبیداللہ بن زیاد نے جب تمام صورتحال دیکھی تو انتہائی پریشان ہوا۔ اور اس وقت اس کے پاس کل تیس سپاہی اور بیس لوگ امرائے کوفہ میں سے تھے۔ عبیداللہ بن زیاد کے لیے یہ وقت انتہائی پریشانی کا تھا مگر اس نے اس موقع پر بھی چالاکی اور ہوشیاری سے کام دکھاتے ہوئے کثیر بن شہاب حارثی کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ بنو مذحج کے لوگوں کو جو اس کی اطاعت کرتے ہیں انہیں آمادہ کرے کہ وہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیں۔

پھر ابن زیاد نے محمد بن اشعث کو حکم دیا کہ وہ کندہ وحضر موت کے لوگوں کو جو اس کی اطاعت کرتے ہیں انہیں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑنے پر آمادہ کرے۔ اس کے ساتھ ہی عبیداللہ بن زیاد نے شمر ذی جوشن، قعقاع بن شور الذہلی، شبث بن ربیع تمیمی اور حجاز بن الجبر العجلی وغیرہ کو بھی ایسے احکامات دیئے اور ان سے کہا وہ لوگوں کو ڈرائیں اور ان سے کہیں کہ یزید کا لشکر شام سے روانہ ہو چکا ہے۔

ابن زیاد نے اس موقع پر ایک اور شاطرانہ چال کھیلی اور اس نے امرائے کوفہ کو جو اس وقت اس کے پاس موجود تھے ان سے کہا کہ وہ بلندی پر چڑھ کر لوگوں سے کہیں کہ ان میں سے جو اطاعت کرے گا اس کے لیے امان ہے اور جس نے روگردانی کی اس کے لیے سزا وجبر کا معاملہ ہے۔

چند امرائے کوفہ نے بلندی پر چڑھ کر یہ اعلان کرنا شروع کر دیا۔ کثیر بن شہاب ان لوگوں میں سے تھا جس نے سب سے پہلے لوگوں سے خطاب کیا اور کہا:

"لوگو! تم اپنے گھروں کو واپس لوٹ جاؤ اور شر وفساد سے گریز کرو اور خود کو یوں ہلاکت میں بتلا نہ کرو۔ یزید کی افواج شام سے کوفہ کے لیے روانہ ہو چکی ہیں اور تم یزیدی لشکر کا مقابلہ نہ کر سکو گے اور پھر وہ تمہارے بچوں کو قتل کریں گے اور تمہارا مال لوٹ لیں گے اور تمہاری جائیدادیں ضبط کر لیں گے۔

چنانچہ تم اپنے انجام پر نگاہ دوڑاؤ اور یزید کی اطاعت سے منہ نہ موڑو اور اگر تم اس کے تابعدار رہو گے تو وہ تمہیں انعام واکرام سے نوازے گا اور تم ہمارے حال پر بھی رحم کھاؤ اور اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔"

اس طرح کی کئی تقریریں دیگر امرائے کوفہ نے بھی کیں اور لوگ باغی ہونا شروع ہو گئے اور اس وقت کچھ ایسے حالات تھے کہ ایک عورت اپنے بیٹے یا بھائی یا

شوہر یا باپ کے پاس آتی اور اسے واپس چلنے پر آمادہ کرتی یا پھر کوئی شخص اپنے باپ یا اپنے بھائی یا اپنے بیٹے کے پاس آتا اور اسے واپس لوٹنے کا کہتا۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۶۳ تا ۱۶۵، البدایہ والنہایہ: ۵/ ۲۰۱، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۱۷)

اہل کوفہ کی عہد شکنی

عبداللہ کی آخر کار ان لوگوں پہ مکاری
گھٹا کی مثل چھائی ان پہ اس ظالم کی عیاری
چڑھے وہ لوگ سب دار الامارت کی فصیلوں پر
اثر دنیا کا لالچ کر گیا ان سب ذلیلوں پر
عبداللہ کے احکام کی تعمیل سب نے کی
نہ اک پل کی بھی پھر اسلام میں تعجیل سب نے کی
کہا جو دور ہو جائے گا مسلم کی اطاعت سے
وہ منہ مانگا ہر اک انعام پائے گا حکومت سے
کرے گا جو اطاعت آج احکامِ حکومت کی
اسے جاگیر دی جائے گی بیش از قیمت کی

امرائے کوفہ کی تقاریر کا اثر لوگوں پر ہونے لگا۔ اور یہی لوگ آہستہ آہستہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ کر جانے لگے۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والے اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ پر جان قربان کرنے والے...... اور حق کے لیے اپنی گردنیں کٹوانے والے صرف تیس لوگ ہی رہ گئے۔ باقی سب وہاں سے منتشر ہو چکے تھے۔

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے مغرب کی نماز کی امامت کی تو اس وقت آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ صرف تیس لوگ تھے۔ اور وہ تمام اہل کوفہ جنہوں نے حضرت

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی...... اور ان پر اپنی جانیں قربان کرنے کا عہد کیا تھا سب رفتہ رفتہ ساتھ چھوڑ گئے تھے...... اور عہد و پیمان کے بندھن توڑ گئے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہ جب ابوابِ کندہ کی جانب متوجہ ہوئے اور دروازہ تک پہنچے تھے کہ ان تیس میں سے بیس لوگ ساتھ چھوڑ گئے۔ اور اب دس لوگ آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھے۔ پھر جب آپ رضی اللہ عنہ ابواب کندہ سے باہر نکلے تو مڑ کر دیکھا اب کوئی بھی آپ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نہ تھا۔

(تاریخ طبری: ۴/حصہ اول: ۱۶۵، البدایہ والنہایہ: ۸/۲۰۱، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۱۷ تا ۵۱۸)

؎ وہ کوفی حضرتِ مسلم کے جواب تک فدائی تھے
جو اب تک صبح سے آمادۂ جنگ آزمائی تھے

اشارے پر ہی مسلم کے جو تھے تیار مرنے کو
سرِ میدان جو تھے موجود قرباں جان کرنے کو

کیا جو عہد مسلم سے تھا وہ سب توڑ کر بھاگے
وہ سب میداں میں مسلم کو اکیلا چھوڑ کر بھاگے

شکستہ عہد کر کے ہو گئے روپوش میدان سے
ہوئے محروم کوفی اپنے ہاتھوں نورِ ایمان سے

غلط سب دعویٰ اہلِ وفا معلوم ہوتے تھے
مسلماں دشمنِ آل عبا معلوم ہوتے تھے

طوعہ کا...... حضرت مسلم کے ساتھ تعاون

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ رات کے اندھیرے میں چلتے جا رہے تھے...... کوئی مونس و غمخوار نہ تھا...... کوئی واقف کار نہ تھا...... اور عالم یہ تھا کہ

مسلمانوں کا رہبر دربدر حیران پھرتا تھا
گلی کوچوں کے اندر دین کا سلطان پھرتا تھا
ستاروں کی روش اور گردشِ افلاک دشمن تھی
وفا کی راہ میں قدموں تلے کی خاک دشمن تھی
کوئی منزل نہ تھی پھر بھی قدم رُکنے نہ پاتے تھے
کبھی اس در پہ آتے تھے، کبھی اس در پہ جاتے تھے

حضرت مسلم چلتے چلتے ایک عورت کے دروازے پر پہنچے......اس عورت کا نام طوعہ تھا......آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے پانی طلب کیا اور فرمایا کہ اے نیک بخت خاتون مجھے پانی پلاؤ تا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پیاس سے تیری حفاظت فرمائے، مجھے سخت پیاس لگی ہے۔ بی بی طوعہ نے بڑی ہمدردی سے کہا۔ میں آپ کو پانی پلاتی ہوں۔ اور اسی وقت اندر جا کر ٹھنڈا پانی لے آئی۔ حضرت مسلم پانی پی کر وہیں بیٹھ گئے کہ جسم تھکاوٹ سے چور تھا۔

یہ گھر طوعہ کا تھا جو تھی بنی کندہ کی ایک عورت
شریف و نیک سیرت باہمیت صاحبِ عزت
یکا یک گھر سے یہ خاتونِ باعزت نکل آئی
جو دیکھا سامنے مسلم کو پوچھا کون ہو بھائی
پلایا پانی بھر کے جام طوعہ نے محبت سے
پتہ پوچھا نسب پوچھا بڑے ہی پیار وشفقت سے
تمہارا نام کیا ہے گھر کہاں ہے کیوں پریشان ہو
یہیں کی ہے سکونت یا کسی کے گھر میں مہمان ہو

کہا مسلم نے مسلم ہوں ابوطالب کا پوتا ہوں
تو جن کا کلمہ پڑھتی ہے میں اُن کا ہی نواسہ ہوں
محمد کا نواسہ ہوں علی کے بھائی کا بیٹا
میں زہرا کا بھتیجا ہوں مگر تقدیر کا ہیٹا
بلا کر مجھ کو کوفے میں دغا دی اہل کوفہ نے
محبت خاک میں ساری ملا دی اہل کوفہ نے
محبانِ علی کا دم یہ سارے بھرنے والے ہیں
فقط دعویٰ محبت کا زبان سے کرنے والے ہیں
بظاہر تو نبی کی آل کے بنتے ہیں شیدائی
مگر دل میں کدورت ان کے میں نے سر بسر پائی
ہوا طوعہ کو جب معلوم یہ ہیں حضرت مسلم
ہوئی غمگین دیکھی غور سے پھر صورتِ مسلم
نظر مسلم کی صورت میں اُسے نور نبی آیا
کہا خوش ہو کے دل میں میں نے دل کا مُدعا پایا
بااخلاق و تواضع گھر کے اندر آپ کو لائی
اقامت آپ نے اک سمت تنہائی میں فرمائی
ہوئی مصروف طوعہ دل سے پھر مسلم کی خدمت میں
فنا وہ ہو گئی سو جان سے اُن کی محبت میں

پھر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے طوعہ کے گھر میں پناہ لے لی تو اس کے بیٹے کو شک ہو گیا جب اس نے ماں سے دریافت کیا تو ماں نے راز داری کا وعدہ لے کر بیٹے کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتا دیا۔

خوش بخت ماں کا...... بد بخت بیٹا

ابن زیاد کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے تنہا رہ جانے کی خبر ہو چکی تھی، اس نے آپ رضی اللہ عنہ کی گرفتاری کے لیے انعام واکرام کا وعدہ کیا تھا۔ طوعہ کا بیٹا چونکہ شرابی تھا اس لیے وہ انعام کے لالچ میں آ گیا۔ اور اس کے لیے رات کاٹنا مشکل تھا۔

طوعہ نے جب صورتحال دیکھی تو بارگاہ الٰہی میں التجا کی:

؎ بتا یا رب بتا مہمان کو لے کر کدھر جاؤں
تیرے در کے سوا یا رب بتا اب کس کے در جاؤں

حفاظت ہو سکی نہ مجھ سے تیری اس امانت کی
میرے لخت جگر نے اس امانت میں خیانت کی

میرے مولا زمانے میں وفا کی آبرو رکھ لے
جسے میں رکھ نہیں سکتی اسے دنیا میں تو رکھ لے

ابن زیاد کا اعلان اور دھمکیاں

؎ ہوئی جب دوسرے دن ختم سب ہنگامہ آرائی
سکوں کی لہر سارے شہر میں ہر سو نظر آئی

یکایک سارے کوفے میں ہوا اعلان سرکاری
کہ جلدی سے عمل میں آئے مسلم کی گرفتاری

گرفتاری ہو مسلم کی کیا انعام کا وعدہ
گرفتاری پہ مسلم کی ہوا ہر شخص آمادہ

بلال ناخلف نے دی خبر اہل حکومت کو
مری ماں نے امان دی ہے امام پاک طینت کو

ابن زیاد نے اہل کوفہ سے خطاب کیا کہ:

''حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے حماقت کا مظاہر کیا اور ایسی سرکشی کی جو تم نے دیکھ لی اب میں انہیں جس کے گھر میں پاؤں گا اس کے لیے امان نہ ہو گی اور جو انہیں میرے پاس لائے گا یا ان کی اطلاع دے گا اس کے لیے بیش بہا انعام ہے اور تم اللہ عزوجل سے ڈرتے رہو اور اپنی بیعت سے منہ نہ موڑو۔''

(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۶۶،تاریخ ابن خلدون:۲/۵۱۸)

طوعہ کے بیٹے کی غداری

ابن زیاد کے اعلان پر طوعہ کا بیٹا دل ہی دل میں بڑا خوش ہوا۔صبح ہوتے ہی وہ گھر سے نکلا اور عبدالرحمٰن بن محمد بن اشعث کے پاس گیا۔ابن اشعث ابن زیاد کے پاس قصر امارت میں تھا۔عبدالرحمٰن نے اپنے باپ ابن اشعث کو ایک طرف بلا کر ساری بات بتا دی،اور ابن اشعث نے ابن زیاد کو بتا دیا اس طرح ابن زیاد کو ابن اشعث کا پتہ چل گیا۔اس نے اسی وقت محمد بن اشعث کی سرکردگی میں ستر سپاہیوں کا ایک دستہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرنے کے لیے بھیج دیا۔

طوعہ بخت بیدار پیار کر کے حضرت مسلم نوں گھر لیاون دی اے
کردی بہت تعظیم تے ادب سیتی سوہنی سیج سنوار و چھاون دی اے
خاندان رسالت دا نام سن کے سو سو دار صدقے جاون دی اے
آیا مائی دا پت کپت حاسد گل ویکھ مہمان نہ بھاون دی اے
اماں کون ایہ ٹکیا گھریں ساڈی اگوں نال پیار بتاون دی اے
بچہ ایہ حسین دا ویر مسلم رحمت رب دی ذات برساون دی اے

ساڈے خانے دے جاگ پئے بھاگ بچہ چانن شمع محمدی لاون دی اے
لگے ابن زیادیئے مگر اس دے پئی بیڑیاں حرص دباون دی اے
تائیں رکھیا اے پردہ پوش کر کے اتھر خون دی اکھ وگاون دی اے
بچہ دئیں نہ بھید یزیدیاں نوں ہتھ جوڑ دی واسطے پاون دی اے
فجر ہوئی تے طوعہ دا پُت اُٹھیا اگ حسد دی ساڑ جلاون دی اے
دائم ابن زیاد نوں دسیو سو کدوں موذیاں نوں شرم آون دی اے

شجاعتِ مسلم

محمد بن اشعث کی سرکردگی میں ستر سپاہی حضرت ابن عقیل رضی اللہ عنہ کو گرفتار کرنے کے لیے گئے۔ حضرت مسلم اس وقت فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مصلےٰ پر تشریف فرما تھے۔ کہ ان کے کانوں میں گھوڑوں کے سموں کی آواز آئی۔ اور آپ سمجھ گئے کہ لوگ ان کی تلاش میں آئے ہیں۔ آپ نے کھڑے ہو کر اپنی ذرہ پہنی تلوار لہراتے ہوئے خود سے کہنے لگے:

اٹھ اے دل! آج پابند رضا ہونے کا وقت آیا
محبت میں فنا ہو کر، بقا ہونے کا وقت آیا
اُلٹ دے جامِ ہستی کو کہ فطرت میں خمار آئے
تو پیوند زمین ہو جا کہ پھر تازہ بہار آئے

حضرت مسلم نے سب کا مقابلہ کر کے انہیں دروازہ سے دھکیل دیا وہ لوگ دوبارہ آئے تو پھر ان کا مقابلہ کیا اس مقابلہ میں آپ زخمی تو ہوئے مگر وہ آپ پر قابو نہ پاسکے۔

حضرت مسلم غضب ناک شیر کی طرح ان لوگوں پر پلٹ پلٹ کر جھپٹ رہے تھے۔ اور آپ تلوار لہراتے ہوئے خود سے کہنے لگے:

اٹھی جس پر، اٹھی ایسی کہ یک دم زیر کر ڈالا
پڑی جس پر، پڑی ایسی کہ فوراً ڈھیر کر ڈالا
یہ وہ جرأت تھی جس کو آج تک ایماں نہیں بھولا
یہ وہ حملہ تھا جس کو آج تک شیطان نہیں بھولا

آپ تنہا ان ستر سپاہیوں کا مردانہ وار مقابلہ کر رہے تھے کہ اتنے میں بکیر بن حمران نے آپ کے چہرے پر ایسا وار کیا کہ اوپر اور نیچے کا ہونٹ کٹ گیا اور سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت مسلم نے اس کے سر پر تلوار ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا دوسرا وار اس کے کندھے پر ایسا کیا کہ آپ کی تلوار اس کے سینہ تک آ گئی۔ یہ حالت دیکھ کر سب لوگ مکان کی چھت پر چڑھ کر آپ پر پتھر برسانے لگے اور آگ میں جلتی ہوئی لکڑیاں ان پر پھینکنے لگے یہ دیکھ کر حضرت مسلم تلوار لے کر بازار میں ان سے لڑنے کے لیے آئے اور جنگ کا بازار گرم ہو گیا۔

یہ کہہ کر دفعتاً شمشیر کھینچی بدنہادوں پر
گری چشم زدن میں برق بنکر نامرادوں پر!

حضرت مسلم کی گرفتاری

محمد بن اشعث نے جب آپ کی بہادری کے یہ انداز دیکھے تو ایک اور فریبی چال چلی اور کہنے لگا:

''میں تمہیں امان دیتا ہوں۔ اپنی جان کو ہلاک نہ کرو میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا یہ لوگ تمہارے چچازاد بھائی ہیں نہ تمہیں قتل کریں گے نہ ماریں گے۔''

ابن اشعث کی اس امان کا آپ کو یقین نہیں آ رہا تھا لیکن پیہم لڑائی کی وجہ سے آپ زخموں سے چور ہو چکے تھے۔ مزید مقابلہ کی طاقت نہ رہی تھی۔ اس لیے مکان

کی دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمانے لگے کہ میرا ارادہ بھی جنگ کا نہیں میں نے تو پہلے بھی خونریزی سے اجتناب کیا ہے۔ ابن اشعث نے پھر کہا کہ آپ کو امان ہے۔ آپ نے فرمایا: میرے لیے امان ہے۔ ابن اشعث اور سب نے کہا آپ کو امان ہے لیکن عمرو بن عبداللہ نے اس سے اتفاق نہ کیا۔

آپ کو ایک خچر پر سوار کیا گیا وہ لوگ آپ کے اردگرد جمع ہو گئے اور تلوار آپ سے چھین لی گئی۔ تلوار چھن جانے سے گویا آپ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: یہ پہلا دھوکہ ہے۔ محمد بن اشعث کہنے لگا آپ فکر نہ کریں آپ کے لیے امان ہے۔ آپ نے فرمایا: اب امان کہاں اب تو صرف امید ہی امید ہے۔

بدن کا خون بہہ جانے سے غازی کے قدم لرزے
زمین و آسمان عرشِ بریں، لوح و قلم لرزے
کھلی آنکھوں سے سورج نے یہ سارا کشت و خون دیکھا
زمانے کے ستم دیکھے، محبت کا جنوں دیکھا

عمرو بن عبیداللہ بن العباس سلمی نے آپ کو روتے دیکھا تو طنزاً کہا جو شخص اس چیز (حکومت) کا طالب ہو جس کے آپ طالب ہیں اس پر ویسی ہی مصیبتیں آتی ہیں جیسی آپ پر آئی ہیں تو روتے کیوں ہو۔ آپ نے فرمایا: ''میں اپنے لیے نہیں روتا بلکہ میں اپنے اہل و عیال اور حسین و آلِ حسین کے لیے روتا ہوں۔''

طوعہ کی خدمت مسلم

آخر کار وہ ضعیفہ خاتون بی بی طوعہ پانی کا پیالہ لے کر باہر آئی اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے پیالہ ہونٹوں سے لگایا تو وہ خون آلود ہو گیا۔ آپ نے وہ پانی گرا دیا تو خاتون نے دوبارہ پیالہ بھر کر پیش کیا۔ آپ نے پیالہ ہونٹوں سے لگایا تو وہ بھی خون سے بھر گیا۔ آپ نے اسے بھی گرا دیا۔ تو بی

بی طوعہ نے تیسری بار بھی پانی کا پیالہ پیش کیا۔

مگر اس باریک دم گر گئے دندان کوزے میں
درشہوار تھے مٹی کے اس بے جان کوزے میں
بالآخر آپ نے جانا کہ قسمت میں نہیں پانی
جہاں مولا پلائے گا پئیں گے اب وہیں پانی

حضرت مسلم کی......محمد بن اشعث کو وصیتیں

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے محمد بن اشعث سے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تم اپنی امان کو پورا نہ کرسکو گے مگر میں تمہیں ایک بات کی وصیت کرنا چاہتا ہوں کہ تم کوفہ کے تمام حالات سے حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو باخبر کرو گے اور یہ وہی اہل کوفہ ہیں جنہوں نے میرے ساتھ غداری کی اور یہی وہ اہل کوفہ ہیں جو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر پیش پیش ہیں لہٰذا وہ کوفہ نہ آئیں اور اپنے اہل و عیال اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کے ہمراہ واپس لوٹ جائیں۔

محمد بن اشعث نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا کلام سنا تو کہا میں آپ رضی اللہ عنہ سے وعدہ کرتا ہوں اور میں عبیداللہ بن زیاد سے بھی کہوں گا کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو امان دے رکھی ہے۔

روایات میں آتا ہے کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد محمد بن اشعث نے ایک قاصد کے ہمراہ آپ رضی اللہ عنہ کے اس پیغام کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچا دیا اور اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ مقامِ زبالہ میں مقیم تھے۔ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس پیغام کے جواب میں فرمایا کہ ”جو تقدیر میں لکھا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔“

(تاریخ طبری:۴/ حصہ اول:۱۶۸، تاریخ ابن خلدون:۲/ ۵۱۹، البدایہ والنہایہ:۸/ ۲۰۲)

ابن زیاد کا......امان دینے سے انکار

محمد بن اشعث حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو لے کر دارالامارت کوفہ پہنچا اور اس نے عبید اللہ بن زیاد سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ اسے اجازت مل گئی اور پھر اس نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ساتھ مقابلے، ان کی گرفتاری اور امان دیئے جانے کے تمام واقعات ابن زیاد کے گوش گزار کیے۔

ابن زیاد کو جب امان دینے کا علم ہوا تو وہ محمد بن اشعث پر آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم امان دینے والے کون ہوتے ہو؟ میں نے تمہیں انہیں گرفتار کرنے بھیجا تھا نہ کہ امان دینے کے لیے اور یہ میرا معاملہ ہے کہ میں ان کے ساتھ کیا سلوک کرتا ہوں؟ محمد بن اشعث نے جب ابن زیاد کی بات سنی تو خاموش ہو گیا۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۶۹، الکامل فی التاریخ: ۳/ ۳۹۵-۳۹۷)

مسلم بن عمرو باہلی کی گستاخی

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جب دارالامارت کوفہ کے دروازے پر کھڑے تھے تو انہیں ایک برتن دکھائی دیا۔ انہوں نے کہا مجھے پانی پلاؤ۔ مسلم بن عمرو باہلی نے جواب دیا:

کیا تم نے یہ دیکھ کر پانی مانگا ہے کہ وہ بہت ٹھنڈا ہے خدا کی قسم تجھے اس میں سے ایک قطرہ بھی نہیں ملے گا۔ یہاں تک کہ تو جہنم کا ابلا ہوا پانی پیئے۔

ابن عقیل نے دریافت کیا تو کون ہے؟ اس نے کہا:

''میں وہ ہوں جس نے حق کو پہچانا مگر تو نے حق کو چھوڑ دیا میں نے امت اور امام کی نصیحت پر عمل کیا مگر تو نے ان سے بددیانتی کی میں نے سنا اور تسلیم کیا لیکن تو نے نافرمانی کی۔ میں مسلم بن عمرو ہوں۔''

ابن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

تیری ماں تجھے روئے تجھے کس چیز نے ہم سے دور کر دیا ہے۔ اور بد خلق، سنگدل اور سخت کلام بنا دیا ہے۔ اے ابن باہلہ تو مجھ سے زیادہ جہنم کی آگ اور اس کے ابلے ہوئے پانی کا مستحق ہے۔

پھر مسلم بن عقیل نے عمارہ بن عقبہ کو ٹھنڈا پانی لانے کے لیے کہا تو اس نے پانی کا ایک پیالہ آپ کو دیا انہوں نے پانی پینے کے لیے پیالہ ہاتھ میں پکڑا تو وہ اس خون سے بھر گیا جو آپ کے سر، پیشانی اور چہرے سے بہہ رہا تھا۔

یہ دیکھ کر ابن عقیل نے فرمایا:

''اگر رزق میں سے کچھ مقسوم ہوتا تو میں اسے پی سکتا تھا۔''

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۶۹، البدایہ والنہایہ: ۸/۲۰۲ تا ۲۰۳)

حضرت مسلم کی......ابن سعد کو وصیت

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو جب عبیداللہ بن زیاد کے پاس لے جایا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے سلام نہ کیا۔ ابن زیاد کا محافظ بولا کہ آپ رضی اللہ عنہ نے امیر کو سلام نہیں کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اگر تو وہ مجھے قتل نہیں کروانا چاہتا تو میں اسے کئی مرتبہ سلام کروں گا اور اگر وہ مجھے قتل کرنے کا ارادہ کر چکا ہے تو پھر مجھے اسے سلام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟''

ابن زیاد بولا: بلاشبہ میں تمہیں قتل کروں گا۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا یہی بات ہے؟ ابن زیاد بولا ہاں! یہی بات ہے۔

حضرت مسلم نے جب ابن زیاد کی بات سنی تو فرمایا: مجھے اپنی قوم کے کسی شخص کو وصیت کر لینے دے۔ یہ فرما کر آپ رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کے درباریوں کی طرف نگاہ دوڑائی تو وہاں آپ رضی اللہ عنہ کو عمرو بن سعد دکھائی دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''میں تجھ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں اور تجھے چاہئے کہ اسے ضرور پورا کرے۔''

عمرو بن سعد نے آپ کی بات سننے سے انکار کر دیا۔

ابن زیاد بولا اے عمرو! تجھے ان کی بات سننی چاہئے اور اپنے عزیز کی بات سننے سے انکار نہیں کرنا چاہئے۔

عمرو بن سعد نے جب ابن زیاد کی بات سنی تو آپ رضی اللہ عنہ سے بات کرنے کو راضی ہو گیا۔ عمرو بن سعد آپ رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں لے گیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے کہا۔

> ''میں نے فلاں کوفی سے سات سو درہم قرض لیا تھا تم میری تلوار اور زرہ فروخت کر کے یہ قرض ادا کر دینا اور جب عبید اللہ بن زیاد مجھے قتل کر چکے تو اس سے میری لاش لے کر اس کی تدفین کر دینا۔ اور حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو یہ پیغام کسی کے ہاتھ بھجوا دینا کہ وہ کوفہ آنے کے بجائے واپس لوٹ جائیں۔''

حضرت مسلم بن عقیل کی یہ تمام وصیتیں جو عمرو بن سعد سے کی تھیں ایک امانت تھیں جن کا پورا کرنا عمرو بن سعد پر لازم تھا۔ مگر اس نے غداری کی اور تمام باتیں ابن زیاد کو بتا دیں۔

ابن زیاد نے کہا پہلی وصیت جو قرض کے متعلق ہے اس کے بارے میں تمہیں اختیار ہے کہ جیسا چاہو کرو۔ اور دوسری وصیت کہ ان کی لاش کی تدفین کی جائے تو چونکہ انہوں نے ہمارے ساتھ جنگ کی ہے اس لیے ان کی لاش بھی کسی رعایت کی مستحق نہیں۔ تیسری وصیت کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ آنے سے منع کیا جائے

تو ہمیں اس سے کچھ غرض نہیں اور اگر وہ کوفہ نہیں آئیں گے تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے اور اگر وہ کوفہ آئے تو پھر ہم ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کریں گے۔

(تاریخ ابن خلدون:۲/۵۱۹تا۵۲۰،البدایہ والنہایہ:۸/۲۰۳تا۲۰۴،تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۶۹تا۱۷۰)

حضرت مسلم کی......ابن زیاد سے تلخ کلامی

ہری ہے شاخ تمنا ابھی جلی تو نہیں
عشق کیا آگ ہے دل میں ابھی بجھی تو نہیں

جفا کی تیغ سے گردن وفا شعاروں کی
کٹی ہے برسر میداں مگر جھکی تو نہیں

ابن زیاد حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا:

''اے ابن عقیل جب تو یہاں آیا تو سب لوگ متحد اور متفق الرائے تھے مگر تو نے آکر ان میں پھوٹ ڈال دی اور ان کی رائے کو بانٹ ڈالا۔''

اس کی بات سن کر حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ایسا ہرگز نہیں بلکہ شہر کے لوگوں کا خیال تھا کہ تیرے باپ نے ان کے اچھے لوگوں کو قتل کیا۔ ان کے خون بہائے اور تو نے ان میں قیصر و کسریٰ جیسے ملحدانہ اعمال جاری کیے ہم ان کے پاس اس لیے آئے کہ انصاف قائم کریں اور انہیں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی طرف بلائیں۔''

ابن زیاد نے کہا:

''اے فاسق تو اور یہ دعویٰ کیا تو ان میں اپنے وہی اعمال جاری کرے گا جن سے تو مدینہ میں شراب پیتا تھا۔''

ابن عقیل نے یہ سن کر فرمایا:

''کیا میں شراب پیتا تھا؟ خدا کی قسم! خدا تعالیٰ بخوبی جانتا ہے اور تم بھی اچھی طرح اس سے باخبر ہو کہ تو اس بات میں جھوٹا ہے اور میں ایسا نہیں جیسا کہ تو کہتا ہے اور شراب پینے کی تہمت کا مجھ سے زیادہ وہ مستحق ہے جس نے مسلمانوں میں خون ریزی کی اور محض غصے اور عداوت کی بنا پر تہہ تیغ کیا جن کا قتل اللہ نے حرام قرار دیا اور پھر بات اس طرح کرتا ہے جیسے تو نے کچھ کیا ہی نہیں۔''

یہ سن کر ابن زیاد غصے سے چنگھاڑا۔

''خدا تجھے ہلاک کرے اگر میں تجھے قتل نہ کروں جیسا کہ اسلام میں پہلے کسی کو قتل نہ کیا گیا ہو۔''

حضرت مسلم نے فرمایا:

''اسلام میں وہ نئی بات نکالنے کا تو ہی حقدار ہے جو اس سے پہلے نہ ہوئی ہو۔ کیا تو نے بری طرح قتل کرنے، عبرت کا نہایت قبیح طریقہ اپنانے اور برائی کے غلبے کا ثبوت دینے کا دعویٰ نہیں کیا اس لیے اسلام میں بدعت پیدا کرنے کا تجھ سے بڑھ کر کوئی حقدار نہیں ہے۔''

یہ سن کر ابن زیاد کے غیظ و غضب میں اضافہ ہو گیا۔

اس نے مسلم بن عقیل، حضرت امام حسین، حضرت علی اور حضرت عقیل کو گالیاں دیں جس کے جواب میں مسلم بن عقیل خاموش رہے۔

عبیداللہ بولا تم کو میں اب قتل کر دوں گا
کہا مسلم نے میں راہِ خدا میں اپنا سر دوں گا

کہا عامل نے اب ہو جائے مرنے کو آمادہ
کہا مسلم نے مدت سے شہادت کا ہوں دلدادہ

عبیداللہ بولا تم بغاوت کے ہوئے بانی
کہا مسلم نے ہے یہ افترا اے دشمنِ جانی
عبیداللہ بولا تم مخالف ہو حکومت کے
کہا مسلم نے ہم تابع ہیں اسلامی شریعت کے
کہا مغرور نے تم ہو یزید شام کے دشمن
کہا مسلم نے ہیں ہم دشمنِ اسلام کے دشمن
کہا عامل نے کچھ پرواہ نہ کی تم نے حکومت کی
کہا مسلم نے کی توہین تم نے دین و ملت کی

حضرت مسلم کی شہادت

حکمِ حاکم مرگ مفاجات آکھن سخت حکم بدبخت سنا دِتا
کرو مسلم نوں قتل نہ دیر لاؤ سن کے ظالماں شور مچا دِتا
لے گئے شاہی محل دی چھت اُتے چرخ نیلگوں رنگ بدلا دِتا
کھڑا پُت بکسیر دا پکڑ خنجر مسلم مکے ول سیس جھکا دِتا
پہتا چت حسین دے وچہ قدماں اتوں اکھیاں نیر وگا دِتا
آقا نذر نیاز قبول کرناں عاشق اپنا فرض نبھا دِتا
قاتل کھڑے نے پکڑ شمشیر سر تے آس پاس دکھاں لانبولا دِتا!
اکھیں درس دیدار نوں ترس رہیاں قسمت لکھیا جھولڑی پا دِتا
مینوں فخر حسین دا ایلچی ہاں سیس حقدے راہ کٹا دِتا
مسلم نازک خیالیاں وچہ آہے خنجر تیز جلاد چلا دِتا!
سر کٹ جلدی لیا پکڑ زلفوں لاشہ دہرت تے مار ٹپکا دِتا
ہائے رنگیا گیا بازار کوفہ خون ہاشمی مینہ برسا دِتا

پئی ہوئی لاش مسافر دی گلی اندر کلمہ گواں نے منہ پرتا دِتا
نہ کوئی رون والا نہ کوئی چان والا موتی نور دا خاک رُلا دِتا
غسل کفن جنازیوں گزر عاشق بستر باغ فردوس وچھا دِتا
ہجری سٹھ ذوالحجہ تاریخ نانویں مسلم دیوا شہادت جگا دِتا
فانی دنیا مردار دے لگ آکھے ظلم ابن زیاد کما دِتا
ہائے ستم حسین دے ایلچی دا لاشہ سرِ بازار لٹکا دِتا
سر عشق دے کٹھے واٹنگ نیزے سدھا وچہ دمشق پہنچا دِتا
لعنت لئی جہاندی کوفیاں نے جنہاں قول اقرار بھلا دِتا
بنی ہاشم دا چشم چراغ مسلم پھونک ظلم دا مار بجھا دِتا
دائم کسے مسافر دی روح نالاں جا کے عرش تائیں تھرتھرا دِتا

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ابن زیاد کے درمیان بحث وتکرار اور تلخ کلامی ہوتی رہی۔ پھر ابن زیاد نے حکم دیا کہ مسلم کو محل کے اوپر لے جا کر شہید کر دیا جائے۔

حضرت مسلم نے ابن اشعث سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"قسم بخدا! اگر تو نے امان کا ذمہ نہ لیا ہوتا تو میں کبھی بھی مطیع ہونا قبول نہ کرتا۔ چنانچہ تیرا فرض تو یہ ہے کہ اپنی تلوار اٹھا کر میرے دشمن پر حملہ آور ہو۔ لیکن درحقیقت تو نے اپنا عہد توڑ دیا ہے۔"

پھر وہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے لیے محل کے اوپر لے گئے تو وہ تسبیح واستغفار کرتے ہوئے چڑھتے گئے۔ اور خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کرتے گئے۔

اَللّٰھُمَّ احْکُمْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمٍ کَذَّبُوْنَا وَ غَرُّوْنَا وَخَذَلُوْنَا وَقَتَلُوْنَا ۔

"الٰہی ہمارے اور اس قوم کے درمیان فیصلہ فرما۔ جس نے ہم سے
جھوٹ بولا۔ ہمیں دھوکہ دیا اور ہمیں ذلیل کیا اور قتل کیا۔"

جب ابن زیاد کے کارندے ان کو چھت کے اوپر لے گئے تو وہاں ان کا سر تن
سے جدا کر دیا گیا۔ (تاریخ طبری:۶/۲۱۳، ابن اثیر:۴/۳۵، الکامل فی التاریخ:۳/۳۹۵-۳۹۷)

شہادت کے وقت وہ کیسا دردناک منظر ہوگا کہ

حلق مسلم تے چلدیاں شرم کھا کے نکل نال ہی گئی شمشیر دی روح
ہو گیا خورشید دا زرد چہرہ آ گئی لباں تے بدر منیر دی روح
عیسیٰ چرخ چہارم تے کرے سجدے جاندی ویکھ بیتاب دلگیر دی روح
اصل باغ دے وصل بہار کارن بن کے برق قضا نوں چیر دی روح
جانباز دی ویکھ تدبیر کامل امن گیر ہوڑی تقدیر دی روح
گنبد خضریٰ اندر آفرین آکھے اللہ اللہ بشیر اور نذیر دی روح
مرحبا جیوں حق سی پہنچنے دا پہنچی مسلم شہید فقیر دی روح
بلبل شیدا اے گل رخسار دی روح حسن عشق اے زلف زنجیر دی روح
عابد نال معبود دی شان ظاہر طالب صادق ہوندے کامل پیر دی روح
موجاں قطرے وچہ دریا مارے دامنگیر بندے دستگیر دی روح
پہلے کھچی مصور تصویر میری کھچ لئی سوفیر تصویر دی روح
دائم جدلگ زمین آسمان رہے سی راضی ویر دی روح اُتے ویر دی روح

پیغام مسلم

آپ جب دارالامارت کی چھت پر پہنچے تو اپنا چہرہ اقدس مکہ معظمہ کی طرف
کرتے ہوئے کہا۔ ابنِ رسولِ خدا کیا آپ اپنے چچا زاد کی حالت سے واقف

ے صبا تو جا کے مرا اِک پیغام پہنچا دے
حسین، شاہِ زمن کو سلام پہنچا دے

ادب سے راکب دوشِ رسول سے کہنا
علی کے نور سے، ابن بتول سے کہنا

لہو بدن سے ہے جاری زباں پہ نام تیرا
پکارتا ہے، غریب الوطن غلام تیرا

میرے حبیب، نظر کو تلاش ہے تیری
دکھا دو چہرۂ انور، ہے آرزو میری

خیال رہے کہ محبت کی کائنات، تصور کی دنیا اور اضطراب و تنہائی کے عالم میں...... بادِ صبا کو بطورِ قاصد خطاب کرنا...... عشاق و محبین...... اور اہل درد کا ہمیشہ سے وطیرہ رہا ہے......

اس سوز و گداز کا ترجمان یہ شعر ہے۔

ے صبا بگلشن احباب من اگر گزری
اِذَا لَقِيْتَ حَبِيْبِىْ فَقُلْ لَهٗ خَبَرِىْ

حضرت ہانی بن عروہ کی شہادت

ے اینہوں کھچو شکنجے دے وچہ جلدی ہویا حکم مرتد چنڈال دا اے
حیرت چھا گئی وچہ دربار سارے پتھر دل بھی خون اُچھال دا اے

کسے آکھیا ظلم نہ کرو ایڈا پیواں دادیاں دے ایہ نال دا اے
نالے ایہ اصحاب رسول دا اے ویکھن والڑا پاک جمال دا اے

ہرگز روا نہیں ایس نوں دکھ دینا بابا عمر وڈی نوے سال دا اے
اتنی سندیاں ابن زیاد آپوں پکڑ وچہ شکنجے دے ڈال دا اے

کلمہ پڑھ دیاں روح پرواز کر گئی ہانی لگیاں دی لج پال دا اے
خشک دلاں بے درداں دا موج میلہ دا تم درد بھریا محرم حال دا اے

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد محمد بن اشعث نے حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں گفتگو کی اور ان کی امان کا مطالبہ کیا۔اور کہا کہ:

''ابن زیاد! تم بخوبی جانتے ہو کہ میں اور میرے ساتھی ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کو پکڑ کر لائے تھے اس لیے میں اس کی امان طلب کرتا ہوں۔اس کا تعلق ایک اثر ورسوخ والے قبیلے سے ہے۔اور میں اس قبیلے سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا۔اس لیے اس کو امان دی جائے۔''

ابن زیاد پہلے تو امان کے لیے راضی ہو گیا مگر پھر وہ اپنے عہد کو توڑتے ہوئے یہ حکم جاری کرنے لگا کہ ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کو بازار لے جا کر قتل کر دو۔

ابن زیاد کے محافظ ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کو بازار لے گئے اور رسیوں سے جکڑ دیا۔حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کو جب قتل کرنے کے لیے لے گئے تو ان کے لبوں پر یہ الفاظ تھے کہ

''کہاں ہیں میرے قبیلے کے لوگ؟ میری مدد کے لیے کوئی کیوں نہیں آتا؟''

آپ رضی اللہ عنہ نے خود کو رسیوں سے آزاد کرنے کی کوشش کی اور زور سے رسی کھینچ کر خود کو اس سے آزاد کروالیا۔اور کہنے لگے۔

کوئی عصا نہیں ہے؟
کوئی چھری نہیں ہے؟
کوئی پتھر نہیں ہے؟
کہ میں اس کے ذریعے اپنی جان بچاسکوں۔

پھر ابن زیاد کے محافظوں نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ پر قابو پانے کی کوشش

کی۔ اور ان سے کہا کہ گردن آگے کرو۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''میں ایسا سخی نہیں جو اپنا سر دے دے اور میں اپنی جان گنوانے میں تمہارا معاون کیوں بنوں؟''

ابن زیاد نے اپنے ایک غلام رشید کو کہا اس نے آپ رضی اللہ عنہ پر وار کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۷۲، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۱، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۰۸)

حضرت مسلم اور حضرت ہانی کے سر مبارک

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ کے سروں کو ابن زیاد نے یزید کے پاس دمشق میں بھیج دیا اور ساتھ ہی مکتوب بھی لکھ دیا کہ ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہ نے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو پناہ دی تھی اس لیے ان پر قابو پایا گیا اور ان کے سر تن سے جدا کر کے یزید کے پاس بھیج دیئے گئے ہیں۔

یزید کو جب مکتوب ملا تو اس نے جوابی مکتوب لکھا کہ میں نے تمہارے بارے جیسا گمان کیا تھا ویسا ہی پایا ہے۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۷۳، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۰۴)

(د) حضرت مسلم کے شہزادوں کی شہادت

چمن میں پھول کا کھلنا تو کوئی بات نہیں
زہے وہ پھول جو گلشن بنائے صحرا کو

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے کوفے کے حالات کے بگڑتے ہی اپنے دونوں شہزادوں حضرت محمد اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہما کو قاضی شریح کے پاس بھیج دیا تاکہ حفاظت میں رہیں۔ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ان معصوم اور نو عمر بچوں کو بھی شہید کر دیا گیا۔

شہزادوں کی تلاش

کوفے شہر منادیاں گلی کوچے اجے کرن مناد اعلان لگا!
سنو ابن زیاد دا حکم لوکو ڈھول مار کے بانہہ اٹھان لگا
بیٹے مسلم دے دو معصوم ایتھے گھریں رکھا۔ انہاں جو بچان لگا
شاہی چورنوں نہیں پناہ ملنی جیہڑا اونہاں تے ترس کمان لگا

جب ابن زیاد نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو شہید کروا دیا تو پھر ان کے بچوں کی طرف دھیان کیا اور یہ اعلان کروا دیا کہ جو مسلم بن عقیل کے بچوں کو پکڑ کر میرے حوالے کرے گا اسے انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔ اور جو ان کو پناہ دے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

اس اعلان کے بعد کوفہ کے لوگوں میں خوف و ہراس پھیل گیا اور لالچی لوگ

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بچوں کو تلاش کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔

شہزادے......قاضی شریح کی امان میں

بچے مسلم دے قاضی شریح دے گھر چھپ لک کے وقت گزاردے نے
کتھے پئے مسکین یتیم رُل دے اتے پھل کھڑے گلزار دے نے
ہو گئے مسلم شہید شریح سنیاں کوچے گلی وچہ لوک پکار دے نے
دوہاں بچیاں دا سر منہ چم کے تے سریں ہتھ پھیرے نال پیار دے نے
باپ تساں دا ظالماں مارسٹیا دونویں سندیاں ہوش وساردے نے
اکھیاں وچہ آنسو دونویں تڑپ اٹھے آپس وچہ کلاوڑے مار دے نے
کسے صاحبِ اولاد نوں پچھ ویکھو پتھر موم ہو وگ سدھاردے نے
نازک بال معصوم تے دور وطنوں اٹھے سائے والد باوقار دے نے
چہرے زرد پیلے زلفاں خاک بھریاں ابی ابی بلند للکاردے نے
قاضی لکھ تسلیاں دے تھکا ناہیں نیناں دی جوگ کھلاردے نے
نہ رہن جوگے نہ اوہ جان جوگے بھانے ورت گئے رب جبار دے نے
دائم ہنے معصوم پتنگ ویکھاں شمع حق اتے جاناں وار دے نے

حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ جب کوفہ آئے تو ساتھ ان کے دو ننھے معصوم بچے بھی کوفہ تشریف لائے تھے۔ اور حضرت مسلم نے جب طوعہ کے گھر میں پناہ لی تو اپنے دونوں بیٹوں کو قاضی شریح کے پاس بھیج دیا اور یہ پیغام ان تک پہنچایا کہ اگر میری جان کو خطرہ ہوا اور مجھے کچھ ہو گیا تو میرے ان دونوں بیٹوں کو حفاظت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچا دیا جائے۔ قاضی شریح نے ان دونوں بیٹوں کو اپنی تحویل میں لے لیا اور ان کے ساتھ ہمدردی سے پیش آنے لگے۔

بچوں کا معصومانہ کلام

اس شدید پریشانی و مایوسی کے عالم میں بچوں نے نہ کچھ کھایا نہ پیا اور اپنے والد کا انتظار کرتے رہے۔ انتظار طویل ہونے پر دونوں بھائی آپس میں معصومانہ کلام کرنے لگے۔

ابراہیم رضی اللہ عنہ اپنے بڑے بھائی سے کہنے لگا:

''بھائی جان! خدا جانے ابا جان کب آئیں گے؟ میں تو مدینے کی گلیوں میں پھرنے کے لیے بے تاب ہو رہا ہوں۔ میں بہت اداس ہو گیا ہوں۔ میرا دل چاہ رہا ہے کہ اڑ کر مدینے چلا جاؤں...... نہ جانے مدینے کے بچے ہمارے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے کہ ابراہیم کوفہ جا کر ہمیں بھول گیا ہے۔''

جب ان دونوں بھائیوں کے معصومانہ کلام کو قاضی شریح اور اس کے گھر والے سنتے تو ان کا کلیجہ منہ کو آنے لگتا۔

شاعر نے ان دونوں بچوں کے کلام کو یوں بیان کیا:

قتل کی والد کے سنتے ہی خبر
چیخ کر رونے لگے دونوں پسر

روتے روتے ہو گئے دونوں نڈھال
ہچکیاں لے لے کے کی یوں قیل و قال

ظالموں میں ہائے ہم کو چھوڑ کر
چل دیئے جنت کو تم تو اے پدر

کون اٹھائے گا ہمارے ناز اب
باپ کہہ کر کس کو دیں آواز اب

کون سینے سے لگائے گا ہمیں
کون شفقت سے بلائے گا ہمیں

شہزادوں کو...... باپ کی شہادت کی خبر ہوگئی

قاضی شریح خداترس انسان تھے وہ محب اہل بیت تھے جب حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو قاضی شریح سے رہا نہ گیا وہ بچوں کے پاس پہنچے...... بچوں کی طرف دیکھ کر بے ساختہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے...... بچوں کو گلے سے لگایا...... گود میں اٹھایا...... بچوں کو پیار کیا...... سر منہ چوما...... قاضی شریح کی اس دلگیر محبت کو دیکھ کر بچوں کے دل گھبرا گئے۔ اور وہ پوچھنے لگے:

آج آپ کیوں رو رہے ہیں؟...... آج آپ کی یہ حالت کیوں ہے؟ کہیں ہم یتیم تو نہیں ہو گئے؟...... ہمارے ابا جان کی کیا خبر ہے...... کہیں ہمارے سر سے والد کا سایہ تو نہیں اُٹھ گیا؟......

قاضی شریح کہنے لگے:

اے مسلم رضی اللہ عنہ کے بچو! میں تمہیں یہ افسوس ناک خبر کیسے بتاؤں کہ تم یتیم ہو گئے ہو...... ظالموں نے تمہارے باپ کو شہید کر دیا ہے...... ہزاروں کوفی جو تمہارے ہاتھ چومتے تھے سب بھاگ گئے ہیں...... تمہارا دامن چھو کر آنکھوں کو لگانے والے تمہارا ساتھ چھوڑ گئے ہیں......

تمہارا کوئی ساتھی نہیں رہا
تمہارا کوئی غمخوار نہیں رہا
تمہارا کوئی وارث نہیں رہا
تمہارا کوئی وطن نہیں رہا

تم پردیس میں مجبور ہو...... باپ سے جدائی ہے...... دشمن ساری خدائی ہے۔

جب ننھے شہزادوں نے یہ خبر سنی تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب کچھ دیر بعد ان کو ہوش آیا تو فریاد و آہ فغاں سے ان کی حالت یہ تھی کہ

مشکل ہوا جو دہر میں جینا تو رو دیئے
دیکھا جو اہلِ شہر کا کینہ تو رو دیئے

ہائے سروں سے باپ کا سایہ بھی اُٹھ گیا
آیا جو یاد پاک مدینہ تو رو دیئے

شہزادے......راہِ مدینہ پر

بچوں کو جب ہوش آیا تو وہ پھر رونے لگے تو قاضی شریح نے ان سے کہا کہ یہ وقت رونے کا نہیں ہے۔ ابن زیاد نے یہ اعلان کروا دیا ہے کہ جو کوئی تم دونوں کو گرفتار کروائے گا اس کو انعام ملے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تم دونوں کی آواز سن لے۔ تمہارے والد مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر انہیں کچھ ہو جائے تو میں تم دونوں کو مدینہ منورہ حفاظت کے ساتھ پہنچا دوں۔ لہٰذا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اپنے اس فرض سے سبکدوش ہو جاؤں۔

بچے یہ سن کر سہم گئے اور خاموش ہو گئے۔ قاضی شریح نے ان دونوں بچوں کی کمر کے ساتھ پچاس پچاس درہم باندھ دیئے اور تھوڑا سا کھانا بھی ساتھ دیا۔ اپنے بیٹے اسد کو بلایا تو کہا کہ مدینہ منورہ کی طرف جو قافلہ روانہ ہو رہا ہے ان بچوں کو اس قافلہ میں شامل کر دو۔ پھر ان بچوں کا سر منہ چوم کر ان کو رخصت کر دیا۔

قاضی کا بیٹا اسد رات کے اندھیرے میں ان دونوں ننھے شہزادوں کو لے کر باب العراقین پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ قافلہ کچھ دیر پہلے روانہ ہو گیا ہے۔

اسد نے کہا۔ مجھے اس قافلے کی دھول سامنے نظر آ رہی ہے۔ قافلہ ابھی دور نہیں گیا اس لیے تم بھاگ کر اس قافلہ میں شامل ہو جاؤ۔ دونوں شہزادے دوڑنے

لگے اور دل ہی دل میں یہ آہیں بھرنے لگے کہ

دوڑو دوڑو نہ ویکھناں پرت پچھوں
او سامنے قافلہ جاوندا اے
جندڑی مار کے دوڑ دے جان دووین
اک ڈگے تے دوجا اٹھاوندا اے
کالی رات وچوں موت نظر آوے
پر راہ وطن دا نظر نہ آوندا اے
تھک کے بیٹھ جاندے ڈر کے دوڑ پیندے
پیرین پئے چھالے جی گھبراوندا اے
چھوٹے آکھیا اے بھائی جان میرے
ہن میتھوں نہ دوڑیا جاوندا اے
وڈے چک لیا اپنے موہنڈیاں تے
چھوٹے بھائی دا بھار ونڈاوندا اے

دوڑتے کیا؟ وہ تو شہزادے تھے
بھاگتے کیا؟ وہ تو معصوم تھے
چلتے کیا؟ وہ تو یتیم تھے

دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتے جا رہے تھے...... ایک گرتا تو دوسرا اس کو اٹھاتا...... پاؤں میں چھالے پڑ گئے...... قافلہ نظروں سے دور ہو چکا تھا۔

رحم کرنے والا کوئی نہیں تھا
ترس کھانے والا کوئی نہیں تھا
پناہ دینے والا کوئی نہیں تھا

راستہ بتانے والا کوئی نہیں تھا

مدینے پہنچانے والا کوئی نہیں تھا

مدینے کے مسافرین کا حال بس یہ تھا کہ:

کتھے شہر مدینے دیاں پاک گلیاں

تے اج کوفے دا اے بیابان کتھے

کتھے ماں دی گود دیاں نعمتاں سن

تے بے وفا ظالم انسان کتھے

کتھے رات کالی تے اجاڑ پینڈا

تے ایہہ دو یتیم نادان کتھے

کتھے نال جبریل دے کھیڈنا سی

اج بے وفا ظالم انسان کتھے

رات ختم ہوتی جارہی تھی مگر بچے راستہ بھول چکے تھے۔

بچے......راستہ بھول گئے

گھڑی گھڑی اس چرخدی گھڑی الٹی رنگ برنگ بدلا رہیا اے

شوق شوق مصائب دا ناگ کالا کنڈل مار رہیا پکھا چا رہیا اے

طبع سخت کرخت خرانٹ زہری ڈنگ چپ حیات چلا رہیا اے

الامان معصوماں جان اُتے مشق جور و جفا پکار رہیا اے

پنجتن دی بیعت توڑ کے تے پنجے کوفیاں نال ملا رہیا اے

کرہوش کجھ چرخیا نیل پوشا نازک بالاں دا جیو ترسا رہیا اے

بیکس جوڑی معصوماں دی ویکھ روندی ظالم نچدا پائلاں پا رہیا اے

دکھاں ماریاں ویکھ پردیساں نوں نخوت کبر دے رنگ الا رہیا اے

چیر چیر کے پاک تطہیر جامے اندر خاک بے باک رلا رہیا اے
بیٹا قاضی شریح دا پکڑ دوہاں عراقین دروازے لیا رہیا اے
کسے دسیا کارواں لد گیا وقت پہر دا میاں وہا رہیا اے
نال بچیاں دے لگا کرن دھوکہ گویا اپنی جند چھڈا رہیا اے
دوڑو دوڑو نہ تکنا پرت پچھوں اوہ سامنے قافلہ جا رہیا اے
جنڈی پا کے دوڑ دے جان دونویں اک ڈگے تے دوجا اٹھا رہیا اے
روندے پھرن اندر بیابان جنگل کالا رات دا سماں ڈرا رہیا اے
بھلا راہ تے حال تباہ دائمؔ رنگی اپنے رنگ وکھا رہیا اے

فیصلے تقدیر کے

رات ختم ہوگئی اور صبح نمودار ہوگئی۔ دن کی روشنی پھیلنے لگی تو بچے سوچ میں پڑ گئے کہ اب کیا کرنا ہے۔ اسی اثناء میں ابن زیاد کے سپاہی ادھر آ پہنچے اور بچوں کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ بچوں کے چہروں پہ چمکتے نور کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے بچے ہیں۔ ان سپاہیوں نے کہا کہ ہم ابن زیاد کے سپاہی ہیں اور تمہاری تلاش میں رات بھر پھرتے رہے ہیں تو یتیم بچے ابن زیاد کا نام سنتے ہی تھرتھرا گئے۔ لاوارث بچوں نے گردنیں جھکا دیں۔ سپاہیوں نے بچوں کو گرفتار کرلیا۔ تقدیر کے اس فیصلے کے آگے بچے کچھ نہ کر سکے۔

سپاہیوں نے ان بچوں کو ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا...... بچے سہمے ہوئے تھے...... حیرت وغم کی تصویر بنے ہوئے تھے اور اپنے سر پر ظلم کی تلوار چمکتی ہوئی دیکھ رہے تھے۔

شہزادے......جیل کی اندھیری کوٹھڑی میں

ابن زیاد نے ظلم و بربریت کی تمام حدیں پار کرتے ہوئے یہ حکم دے دیا کہ بچوں کو بند کوٹھڑی میں قید کر دیا جائے۔ جب تنگ و تاریک اور بھیانک کوٹھڑی میں پہنچے تو تاریکی میں ڈوبے اس منظر کو دیکھ کر یہ گفتگو کرنے لگے کہ

''یہ کیسی کوٹھڑی ہے؟ مدینے میں تو ہم نے ایسی کوٹھڑی کبھی نہیں دیکھی تھی۔''

وہ معصوم شہزادے جیل کے تصور سے بھی ناآشنا تھے...... پریشانی کی کیفیت تھی...... غم سے نڈھال تھے...... تین دن تک کچھ کھایا پیا نہیں تھا...... کمزوری اور نقاہت سے جسم نحیف و کمزور ہو چکے تھے۔

داروغۂ جیل (مشکور) کا حسن سلوک

ابن زیاد نے جس جیل میں بچوں کو قید کرنے کا حکم دیا اس جیل کے داروغہ کا نام ''مشکور'' تھا۔ مشکور محب اہل بیت اور عاشق رسول انسان تھا۔ اس نے جب دونوں شہزادوں کو دیکھا تو ان کے ہاتھ چومنے لگا ان کو کھلایا پلایا اور ان سے تسلی بخش باتیں کرنے لگا۔

سارا دن ان کی خدمت میں گزارا اور رات کا انتظار کرنے لگا، جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو ان بچوں کو لے کر جیل کی تنگ کوٹھڑی سے باہر آ گیا۔

داروغۂ جیل نے اپنی انگوٹھی بچوں کو دی اور قادسیہ کے راستے پر ڈالتے ہوئے کہا کہ یہ راستہ قادسیہ کو جاتا ہے۔ قادسیہ کا کوتوال میرا بھائی ہے تم یہ انگوٹھی اس کو دکھانا وہ تمہیں بحفاظت مدینہ منورہ تک پہنچا دے گا۔

یہ تدبیر تو مشکور کی تھی مگر تقدیر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ بچے ساری رات چلتے رہے اور دل میں یہ خیال کرتے رہے کہ اب وہ ہر بلا سے محفوظ ہو گئے ہیں۔ وہ

معصوم بچے راستے سے ناواقف تھے۔ سیاہ رات اور پرخطر راستہ تھا۔ باپ کی جدائی کا غم اور جان کا خطرہ بھی تھا۔ یہ بے وطن مسافر ساری رات چلتے رہے کہ شاید کوفہ سے دور نکل گئے ہیں مگر جب صبح کا سورج طلوع ہوا تو پتہ چلا کہ جہاں سے چلے تھے وہاں ہی ہیں۔ (روضۃ الشہداء، ص: ۱۴۶)

شاہِ خاور جد گیا تے آن وچھیا بستر ملکہ شب دیجور دا اے
اک داروغہ جیل مشکور نامی سچا خادم حضور پرنور دا اے
کیتی مدد یتیماں پردیسیاں دی ایہ تاں حکم بھی رب غفور دا اے
کیوں نہ فیض حضور تھیں پان دائم فیض جنہاں تے فیض گنجور دا اے

داروغۂ جیل، مشکور کے الفاظ کو دائم اقبال دائم کچھ یوں بیان کرتے ہیں۔

ویکھو کوفیو ظالمو دغے بازو درد مند تے نیر وگا دیسی
کدی دامن حسین دا چھڈسی نہ بھاویں اپنی جان گوا دیسی
کرو غم نہ مسلم دیو فرزندو اللہ فضل تے کرم کما دیسی
شہر قادسیہ ہوندا اے بھائی میرا او تھے جاؤ سب فکر مٹا دیسی
ایہ لو میری انگوٹھی ویکھاویا جے تساں توڑ مدینے پہنچا دیسی
دائم ہوئے روان پر جان کنہے خبرے کی تقدیر بنا دیسی

شہزادے……ایک کنیز کی امان میں

جب رات کا اندھیرا ختم ہو گیا دن کی روشنی پھیلنے لگی تو بچوں کو احساس ہوا کہ وہ ابھی بھی کوفہ کی سرزمین میں ہی ہیں۔ ننھے معصوم بچے پکڑے جانے کے خوف سے ادھر ادھر دیکھنے لگے اور پھر ایک دوسرے سے لپٹ کر رونے لگے۔ جب دل ہلکا ہو گیا تو ایک طرف دیکھا کہ ایک درخت ہے۔ اور وہ درخت اندر سے خالی ہے۔ جو ایک چشمہ کے کنارے پر ہے۔ بچے اس درخت میں چھپ گئے اور سوچنے لگے کہ

دن یہاں گزار کر رات کو پھر چل پڑیں گے۔

تھوڑی دیر بعد ادھر سے ایک کنیز آئی اور چشمہ سے پانی بھرنے لگی۔ مگر اس کی نظر ان معصوم بچوں پر پڑ گئی اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے چاند کے دو ٹکڑے آپس میں لپٹے ہوئے ہیں۔ اس نے ان سے یوں پوچھا:

کہا تم کون ہو بچو بڑے ہی پیار سے پوچھا
یہاں کیوں چھپ کر بیٹھے ہو بہت اعتبار سے پوچھا
بتاؤ کون ہو تم اور ہو کس کے جگر پارے
ہو کس کے دل کی راحت اور کس کی آنکھ کے تارے
بڑے سہمے ہوئے تھے پیار کو دیکھا تو بول اٹھے
ہزاروں میں سے جو ایک غمخوار کو دیکھا تو بول اٹھے
وہ بولے ہم ہیں ٹکڑے حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے سینے کے
یتیم و بے کس و تنہا مسافر ہیں مدینے کے

کنیز کو معلوم ہو گیا کہ یہ حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کے شہزادے ہیں......

کنیز بولی!

اے مسلم کے بچو!

نیچے اتر آؤ...... میں خاندان اہل بیت کی کنیز ہوں...... میں عترت رسول کے گھرانے کی لونڈی ہوں......

میں دشمن نہیں	خادمہ ہوں
میں بے وفا نہیں	باوفا ہوں
میں مخالف نہیں	لونڈی ہوں

بچوں نے جب اس قدر محبت دیکھی تو اس کشمکش میں پڑ گئے کہ کہیں یہ دشمن ہی

کی کوئی چال نہ ہو۔ مگر کنیز کے اصرار پر بچے نیچے آگئے۔ کنیز بچوں کو لے کر گھر آ گئی۔

مالکن نے بچوں کو دیکھا تو کنیز سے پوچھا یہ کون ہیں؟

کنیز نے جواب دیا:

حضرت مسلم دے ہین یتیم بچے
بن کے گھر ساڈے مہمان آئے

دلبند نے سیّدہ فاطمہ دے
نالے دین دے سخی سلطان آئے

ایہ نے پاک مدینے دے رہن والے
ساڈے ستے ہوئے بھاگ جگان آئے

روز محشر دے سانوں بچاؤن والے
اج اپنی جان بچان آئے

گھر کی مالکہ بھی اہل بیت کی خادمہ تھی...... اس نے بچوں کو دیکھا تو خوش ہو گئی...... بچوں کو گلے سے لگایا...... ان کو نہلایا اور کھانا کھلایا...... ان کو تسلی و تشفی دی...... کنیز کو اسی خوشی میں آزاد کر دیا...... بچوں کے لیے بستر لگایا اور بچوں کو سلا دیا...... اور کہا۔

اے میرے عرش کے تارو سو جاؤ
میرے اللہ کے پیارو سو جاؤ

اے مرے دلبر جانی سو جاؤ
میرے مسلم کی نشانی سو جاؤ

اور پھر کنیز کے سر پر اپنا دوپٹہ رکھتے ہوئے کہا کہ

؎ میرا دل کر دیا روشن، تیرا دل شاد کرتی ہوں
کہ ان بچوں کے صدقے جا تجھے آزاد کرتی ہوں

(روضۃ الشہداء، ص:٢٣٤)

داروغۂ جیل......مشکور کی شہادت

؎ لگا ابن زیاد نوں پتہ فجری اندر جوش مرتد پلید ہویا
چوری جیل تھیں کڈھیا قیدیاں نوں اہل بیت دا پھرے مرید ہویا
اس بے باک نوں شاہی ملازمت دا ناہیں ککھ لحاظ تے دید ہویا
پنج سو کوڑے داروغے نوں پکڑ مار و رند کرم تھیں بے امید ہویا
کوڑے مارے جلاد دربار اندر کلمہ بول مشکور شہید ہویا
دائم لا الہ الا اللہ موت عاشقاں نوں روز عید ہویا

داروغۂ جیل ''مشکور'' نے جب حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے دونوں ننھے شہزادوں کو جیل سے رہا کیا تو صبح ہوتے ہی ابن زیاد کو خبر مل گئی۔ اور وہ آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے مشکور کو بلالیا۔ اور پوچھا کہ تو نے فرزندانِ مسلم کے ساتھ کیا کیا ہے؟

مشکور نے کہا!

میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے آزاد کر دیا ہے۔ اور نیک اور پاکیزہ کردار سے اپنے دین کے گھر کو آباد کر لیا ہے۔

ابن زیاد نے غصے سے کانپتے ہوئے کہا:

تجھے میرا ڈر نہیں تھا؟

مشکور نے کہا:

جو خدا سے ڈرتا ہے اسے غیر کا ڈر نہیں رہتا۔ اور میں نے ان بچوں کو سیّد الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مقدس کی حرمت کے لیے رہا کر دیا ہے۔ اور جو کچھ میں نے

کیا ہے اس پر سرکار ﷺ کی شفاعت کا امیدوار ہوں۔ اے ابن زیاد تو اس عظیم دولت سے محروم ہے۔

ابن زیاد نے غضب ناک ہو کر کہا:

میں تجھے ابھی اور اسی وقت سزا دوں گا۔

مشکور نے کہا:

میری ہزار جانیں ان پر فدا ہوں۔ ابن زیاد نے چلاتے ہوئے جلاد کو حکم دیا کہ اسے پہلے لکڑی کے ستونوں پر کھینچ کر پانچ سو کوڑے لگا۔ اور پھر اس کا سر تن سے جدا کر دے۔ جلاد نے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے پہلا کوڑا لگایا۔ تو حضرت مشکور رضی اللہ عنہ نے کہا:

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰی مَحَبَّةِ اَهْلِ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ

''اللہ کے نام اور اہل بیت رسول کی محبت کے نام پر۔''

جب دوسرا کوڑا لگا تو کہا:

''اے اللہ! مجھے صبر عطا فرما۔''

جب تیسرا کوڑا لگا تو زبان سے نکلا:

''اے اللہ! مجھے بخش دے۔'' اور پھر خاموش ہو گئے۔

جب کوڑے لگ چکے تو حضرت مشکور نے پانی مانگا۔

ابنِ زیاد بدنہاد نے کہا کہ اسے پانی نہ دینا۔ آخر میں عمرو بن حارث نے سفارش کی۔ اور ساتھ ہی مشکور کو اٹھا کر ان کے گھر لایا۔ آپ نے آنکھیں کھولیں۔ پانی حاضر کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا: مجھے حوضِ کوثر سے پانی دیا جا رہا ہے۔ اور اسی جملہ کے ساتھ اپنی جان، جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔

(روضۃ الشہداء، ص: ۲۳۵)

شہزادے......ایک بار پھر مشکلات کا شکار

ادھر مالکن بچوں کو سلا کر آئی تو اس کا شوہر حارث آ گیا جو ابن زیاد کے غلاموں میں سے تھا۔ اس نے اپنے شوہر سے پوچھا کہ آج سارا دن کس طرح گزارا تو اس نے بتایا کہ میں ابن زیاد کے دربار میں گیا تھا وہاں سے مجھے پتہ چلا کہ حضرت مسلم کے بچوں کو داروغۂ جیل نے فرار کر دیا ہے اور جو کوئی ان بچوں کو پکڑ کر لائے گا اسے خاص انعام و اکرام ملے گا۔ اس لیے میں سارا دن ان بچوں کی تلاش میں پھرتا رہا ہوں۔ انہی چکروں میں میرا گھوڑا بھی مر گیا پھر میں پیدل ان بچوں کو تلاش کرتا رہا مگر وہ مجھے کہیں نہیں ملے۔ اور میں تھک ہار کر گھر آ گیا ہوں۔

اس عورت نے شوہر سے کہا کہ خدا کا خوف کرو۔ تجھے اللہ کے رسول کے قریبیوں سے کیا دشمنی ہے، تم کیوں مسلم کے بچوں کے پیچھے پڑ گئے ہو۔

اور کہنے لگی:

یتیموں پر کرم کرنا اگر حکم شریعت ہے
تو ان کی دل دہی کرنا رسول اللہ کی سنت ہے

بچا پونجی میرے سرتاج! اپنے دین و ایماں کی
خدارا! تو نہ کر تقلید اس مردود شیطان کی

محمد مصطفٰی کی آل کے بدلے نہ دولت لے
انہیں دے کر اگر جنت ملے ہرگز نہ جنت لے

حارث کہنے لگا: اے بیوقوف عورت! ابن زیاد انعام و اکرام اور خلعت کے علاوہ بے شمار گھوڑے بھی دینے والا ہے۔ اس عورت نے کہا! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ تو دنیاوی مال و دولت کے لیے یتیم بچوں کا دشمن بن بیٹھا ہے۔ تو دین کو دنیا کے عوض میں چھوڑ رہا ہے۔ وہ بولا تجھے ان سیاسی باتوں کا کیا علم؟ تو کھانا لا، وہ عورت کھانا

لائی اس نے کھایا اور سو گیا۔

پھر وہ عورت ان بچوں کی طرف آئی اور ان کے کمرے کو تالا لگا کر سوچنے لگی کہ وہ ان بچوں کی حفاظت کے لیے کیا کرے۔ نجانے میرا شوہر ان بچوں کے ساتھ کیا سلوک کرے؟ پھر دل ہی دل میں اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ جان جاتی ہے تو جائے مگر میں بچوں کو کسی کے حوالے نہیں کروں گی۔

شہزادوں کا خواب

جب رات کا پچھلا پہر گزر رہا تھا تو اس وقت دونوں ننھے شہزادے نیند سے بیدار ہوئے۔ بڑے بھائی نے چھوٹے بھائی سے کہا کہ اب ہماری شہادت کا وقت بھی قریب آ گیا ہے۔ جنتی سفر کی تیاری کر لو۔ اب سونے کا وقت نہیں رہا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو جہاں کے تاجور ﷺ کے ہمراہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ہمارے بابا ہیں۔ جو جنت کی سیر کر رہے ہیں اور حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے مسلم (رضی اللہ عنہ)! تم اکیلے کیوں آئے ہو اپنے ننھے شہزادوں کو میرے پاس کیوں نہیں لائے؟ بابا جان نے عرض کی: حضور! وہ بھی میرے پیچھے ہی آ رہے ہیں۔

چھوٹے بھائی نے جب یہ سنا تو اپنے بھائی کے گلے لگ کر خوب رویا اور کہا کہ میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے۔

علامہ دائم یوں عرض کرتے ہیں۔

؎ وڈے بھائی محمد دی اکھ کھلی ابراہیم نوں پکڑ جگاوندا اے
جاگ جاگ ویرن آیا سفر جنت نالے روندا نیر وگاوندا اے
اندر خواب رسول امین آہے حضرت علی تے زہرا بھی آوندے نے
ساڈے ابا جی مسلم بھی نال آہے نبی پاک پئے اوہنوں فرماوندے نے

مسلم تسی تنہا تشریف لیائے بچے کی پے پچھے نہاوندے نے
ابا جان ڈٹھے اگوں عرض کردے ہنے آوندے سیس نواندے نے
اسیں مسلمؑ دے بچے ہاں لاوارث سچ ہاشمی بول سناوندے نے
خونی گرگ ہو گیا تیار موذی دائم ویکھ بال مسکین گھبراوندے نے

دردناک منظر:

حارث جب گھر آیا اور اس نے بچوں کو دیکھا تو یوں منظر پیش آیا۔

؎ آیا حارث تو کہا تمہی ہو مسلم کے پسر
کل تمہی نے مجھے حیران کیا تھا چار پہر
خیر کل کے عوض آج لوں گا جی بھر
پھینک دی ہاتھ سے شمع ادھر تیغ ادھر
دست بیداد سے اک بھائی کا بازو کھینچا
دوسرے بھائی کا اک ہاتھ سے گیسو کھینچا
قتل کے خوف سے اٹھے نہ علی کے پیارے
اس توقف پہ ستم گر نے طمانچے مارے
کھینچا اس طرح کہ پرزے ہوئے کرتے سارے
منہ کے بل پڑے یہ برجِ شرف کے تارے

اور پھر کچھ یوں ہوا کہ

؎ ظلم معصوموں پہ جب ہونے لگا
ساتھ ان کے ہر ملک رونے لگا
رو کے حارث سے یہ دونوں نے کہا
ہم نے کیا تیرا بگاڑا ہے بتا

اس قدر کرتا ہے کیوں ہم پر ستم
کچھ سبب اس کا بتا اے بے رحم

دل میں اپنے کچھ کر خوفِ خدا
ہم یتیموں کو نہ تو اتنا ستا

دیکھ ظالم حشر میں رب کے حضور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور

تجھ سے گر پوچھا گیا روزِ حساب
مصطفیٰ (ﷺ) کو اس کا کیا دے گا جواب

شہزادوں کی......گرفتاری اور شہادت

جب دونوں بچے ایک دوسرے کے ساتھ لپٹ کر رو رہے تھے۔ آہ وفغاں کر رہے تھے تو ان کے رونے کی آواز حارث کے کانوں تک پہنچ گئی۔ وہ اپنی بیوی سے پوچھنے لگا کہ یہ کون رو رہا ہے؟ اس کی بیوی خاموش رہی تو وہ خود اٹھا اور چراغ کی روشنی سے بچوں تک پہنچ گیا۔

بچوں کو دیکھ کر اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ بچے اسے اپنا خیر خواہ سمجھتے ہوئے کہنے لگے کہ ہم مسلم کے بچے ہیں۔ بچوں کا یہ کہنا تھا کہ حارث چیخ اٹھا اور کہنے لگا کہ میں کل سے تمہیں تلاش کر رہا ہوں۔ تمہیں تلاش کرتے ہوئے میرا گھوڑا ابھی دم توڑ گیا اور تم ہو کہ میرے ہی گھر میں چھپ کر بیٹھے ہو۔ پھر اس ظالم نے اپنے ظلم کی ابتداء کی اور بچوں کو گھسیٹتا ہوا باہر لے کر آیا۔

سنا مسلم کے بیٹے، جھٹ مثال اژدھا لپکا
پکڑ کر سر کے بالوں سے، دیا اک زور سے جھٹکا

طمانچے زور سے مارے کہ بچے چیخ چیخ اٹھے
یہاں تک نرم رخساروں سے قطرے خون کے ٹپکے

حارث نے بچوں کو دوسرے کمرے میں بند کر دیا تا کہ عورت بچوں کو لے کر فرار نہ ہو جائے۔ جب بچے بند کوٹھڑی میں رونے لگے تو عورت اپنے شوہر سے منت سماجت کرنے لگی کہ وہ بچوں پر یوں ستم نہ کرے۔اور وہ بولی۔

؎ ستم نہ کر کہ یہ، آل رسول روتے ہیں
بتول زہراء کے گلشن کے پھول روتے ہیں

نبی ﷺ کے لعل ہیں، بدر منیر ہیں دونوں
کلی سے بڑھ کے یہ نازک سریر ہیں دونوں

حارث نے اپنی بیوی کو دھکا دے کر ایک طرف دھکیل دیا۔صبح طلوع ہونے لگی فجر کی اذان ہوئی۔ جب شہزادوں نے فجر کی اذان سنی تو لرزتی ہوئی آواز میں بولے کہ کوئی ہے جو ہمیں وضو کرنے دے اور ہمارے ہاتھ پاؤں کھول دے۔ ہم بھی نماز پڑھ لیں اور دعا کر لیں۔

؎ پڑی گوش اطاعت میں آوازِ اذان، بولے
کوئی ہے جو بنامِ حق ہمارے دست و پا کھولے

کہ ہم بھی ہاتھ منہ دھو کر نمازِ حق ادا کر لیں
ہمارا باپ شاید ہم کو مل جائے دعا کر لیں

حارث نے تلوار نکالی اور دونوں بچوں کے سروں پر لہرانے لگا تو اس کی بیوی اور کنیز اس کے آگے آ گئیں مگر اس نے ان کو پیچھے دھکیل دیا۔ پھر حارث کا ایک سیاہ فام غلام آیا۔اس نے اپنے غلام کو تلوار دے کر کہا کہ ان بچوں کو قتل کر دو مگر جب بچوں نے اس غلام کو نبی ﷺ کی عترت کا واسطہ دیا اور کہا کہ ایسا ظلم نہ کرو تو اس

غلام کے قدم لرزنے لگے اور وہ عرض کرنے لگا۔

نَفْسِیْ نَفْسُکُمَا الْفِدَاءُ وَجْهِیْ بِوَجْهِهَا الْوَفَاءُ یَاعِتْرَتَ نَبِیِّ اللہِ الْمُصْطَفٰی، لَایَکُوْنُ مُحَمَّدٍ خَفِیْ فِی الْقِیَامَۃِ۔

''میری جان آپ دونوں پر قربان ہو، اب میں ہرگز ایسا نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی محمد مصطفیٰ کی عترت کو دکھ دے کر آپ ﷺ کو قیامت کے دن کیا جواب دوں گا؟'' (الحیات الخفی: ۱/۴۳)

حارث ملعون نے جب یہ دیکھا کہ اس کا غلام کام نہیں کر رہا تو وہ خود آگے بڑھا اور اس سے کہا کہ اگر تو ان کا سر نہیں کاٹے گا تو میں تمہارا سر کاٹ دوں گا۔ غلام نے کہا اس سے پہلے کہ تو مجھے قتل کرے، میں تمہیں قتل کر دوں گا۔ پھر دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد حارث نے غلام کو قتل کر دیا۔

اسی وقت اس کا بیٹا اور بیوی اس کی راہ میں حائل ہو گئے۔ اس نے انعام کے لالچ میں ان دونوں کو بھی قتل کر دیا اور پھر تلوار لہراتا ہوا ننھے شہزادوں کی طرف بڑھا۔ اور یہ کہنے لگا کہ اگر میں تمہیں زندہ ابن زیاد کے پاس لے گیا تو راستے میں تم لوگ شور کر کے لوگوں کو اکٹھا کر لو گے اور ہر کوئی انعام کی لالچ میں تمہیں اپنی طرف کھینچے گا اس لیے میں تم دونوں کو قتل کر کے ابن زیاد کے پاس تمہارے سر پیش کر کے انعام خود حاصل کروں گا۔

بچوں نے رحم کی منت سماجت کی مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوا اور اس نامراد نے بچوں پر تلوار سے وار کر کے ان کو شہید کر دیا۔ (روضۃ الشہداء، ص:۲۳۹)

اہل بیت کے گھرانے کے دو ننھے شہزادوں کی شہادت پر ہر آنکھ اشکبار ہے کہ

زمین روتی ہے اور آسمان روتا ہے
چمن بھی، پھول بھی، ہر باغبان روتا ہے

تمہاری بے کسی جس وقت یاد آتی ہے
صرف میں نہیں روتا سارا جہان روتا ہے

حارث کا انجام

جب اس ظالم حارث نے بچوں کو شہید کر دیا تو ان کے سروں کو ایک تھیلے میں بند کر دیا اور لاشوں کو کہیں پھینک دیا۔ پھر وہ ابن زیاد کی طرف چل پڑا۔ جب وہ قصر امارت میں پہنچا تو تھیلا ابن زیاد کے سامنے رکھ دیا۔

ابن زیاد نے پوچھا:

''اس تھیلے میں کیا ہے۔''

حارث نے کہا:

''اس میں تمہارے دشمنوں کے سر ہیں۔''

ابن زیاد نے پوچھا:

''یہ دشمن کون ہے؟''

حارث نے کہا:

''فرزندانِ مسلم بن عقیل ہیں۔'' جب تھیلا کھولا گیا تو جب سروں کو ایک طشت میں رکھا گیا تو گویا چاند کے دو ٹکڑے طشت میں رکھ دیئے گئے ہیں۔

ابن زیاد غضب ناک آواز میں بولا:

''تو نے کس کے حکم سے ان کو قتل کیا ہے'' جبکہ میں نے یزید کو یہ خط لکھ دیا ہے کہ دونوں بچے میرے قبضے میں ہیں اگر حکم ہو تو ان کو زندہ آپ کے پاس بھیج دوں، اب اگر یزید کی طرف سے جواب آ گیا کہ ان دونوں کو زندہ پیش کیا جائے تو میں کیا جواب دوں گا؟

ابن زیاد کو حارث نے جواب دیا کہ:

''میں نے اس غرض سے ان کو شہید کر دیا تھا کہ کہیں کوئی اور ان کو چھین کر انعام واکرام حاصل نہ کر لے۔''

ابن زیاد نے کہا کہ:

''تم نے ان کو زندہ پکڑ کر کہیں چھپایا کیوں نہیں تا کہ میں خفیہ طور پر کسی کو بھیج کر ان کو منگوا لیتا۔''

لہٰذا ابن زیاد نے حکم عدولی کی وجہ سے حارث کو قتل کرنے کا حکم دیا، جلاد نے حارث کو ابن زیاد کے حکم سے قتل کر دیا۔ (روضۃ الشہداء، ص:۱۵۰)

زمانے میں ستم لاکھوں ہوئے، لاکھوں ستم ہوں گے
مگر جو آل احمد ﷺ پر ہوئے، دنیا میں کم ہوں گے

ادھر آل ابوسفیان، ادھر آل محمد ﷺ تھی
نہ اُن کے جبر کی حد تھی، نہ اِن کے صبر کی حد تھی

اُدھر مکر و دغا، جور و جفا کی شہریاری تھی
ادھر صدق و صفا، جود و سخا کی تاجداری تھی

باب نمبر 4

نواسۂ رسول کا کوفہ جانے کا فیصلہ

خوشنودی و رضائے الٰہی کے واسطے
سرمایۂ حیات لٹایا حسین رضی اللہ عنہ نے
باطل کی پھیلتی ہوئی ظلمت کو دیکھ کر
صدق و صفا کا دیپ جلایا حسین رضی اللہ عنہ نے
جو قصر دیں بنایا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے
خوں دے کر اس پہ نقش جمایا حسین رضی اللہ عنہ نے
جس کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم حق نے لگایا تھا ہاتھ سے
پروان اس شجر کو چڑھایا حسین رضی اللہ عنہ نے
راہِ خدا میں لائے تھے بس اک پسر خلیل علیہ السلام
کنبہ تمام اپنا کٹایا حسین رضی اللہ عنہ نے
اَوْفُوْا بِالْعَھْدِ ہے قرآن مبین میں
کوفیوں سے کیا وعدہ خوب نبھایا حسین رضی اللہ عنہ نے

نواسۂ رسول کا......کوفہ جانے کا فیصلہ

امام حسین رضی اللہ عنہ کو اہل کوفہ کی جانب سے جو خطوط موصول ہوئے تھے ان میں کوفہ کے لوگوں کی عقیدت و محبت اور وفاداری کا ثبوت ملتا تھا......اہل کوفہ نے آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی......حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ بھی جب کوفہ میں حالات کی آگاہی کے لیے گئے تو ان کی طرف سے بھی مثبت جواب ملا......انہوں نے بھی کوفہ والوں کے عہد اور اہل بیت سے ان کی محبت سے آگاہ کیا......تمام صورتحال کو مدنظر رکھتے ہوئے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا مصمم ارادہ فرمالیا......اس وقت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو اس بات کی خبر نہیں تھی کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے اور کوفہ والے بیعت سے پھر گئے ہیں۔

محبین کی طرف سے......کوفہ نہ جانے کے مشورے

جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے کوفہ کے لیے رحلتِ سفر باندھنے کا عزمِ مصمم کر لیا تو آپ کے دوست احباب اور خیر خواہ حضرات آپ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ آپ کوفہ کا ارادہ ترک کر دیں کیونکہ اہل کوفہ کی بے وفائی سے زمانہ آگاہ ہے۔ بنوامیہ کی سخت گیر طاقتوں سے بھی کوئی بے خبر نہیں ہے، اس لیے سب نے مشورہ دیا کہ آپ سفرِ کوفہ کا ارادہ ترک کر دیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس کا مشورہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو جب پتہ چلا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا ارادہ کیا ہے۔ تو فوراً امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا حضور مجھے حقیقت سے آگاہ کیجئے کیا آپ واقعی کوفہ جا رہے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں! تم نے ٹھیک سنا ہے۔ میں اپنے خاندان کے ساتھ کوفہ جا رہا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کی۔

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ! ایسا ہرگز نہ کریں۔ مجھے صرف اتنا بتادیں کہ جو لوگ آپ کو کوفہ میں بلا رہے ہیں کیا انہوں نے اپنے مقامی حاکم کو قتل کر دیا ہے؟...... کیا ان کے امیر کی حکومت ختم ہوگئی ہے؟...... کیا وہاں کے امیر کے عمال حکومتی محصولات بدستور وصول کرر ہے ہیں؟......

اگر ایسا ہے تو خدارا آپ نہ جائیے کیونکہ یہ لوگ آپ کو جنگ کے لیے دعوت دے رہے ہیں...... مجھے اندیشہ ہے کہ یہ لوگ آپ کو دھوکہ دیں گے اور آپ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ (تاریخ طبری:۶/۲۱۶)

علامہ دائم یوں بیان کرتے ہیں کہ

کیتی ابن عباس نے عرض ادبوں لختِ جگر جان رسول مختار نہ جا
کتنی وار اگے ازمایا اے کوئی نہیں کوفیاں دا اعتبار نہ جا
بے وفا مکار غدار نے اوہ گھریں سد کے کرن خوار نہ جا
کیوں نہ ابن زیاد نوں قتل کردے جے کر دلوں ہوندے وفادار نہ جا
اوتھے سکہ یزید دا اے پاکباز شاہین اسرار نہ جا
دائم مکے دے ہور اکابراں بھی قدم چم کہیا بار بار نہ جا

جواب حسین رضی اللہ عنہ

امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

وَاِنِّیْ اَسْتَخِیْرُ اللّٰہَ ثُمَّ مَاذَا یَکُوْنُ

''میں استخارہ کرتا ہوں پھر دیکھتا ہوں کیا فیصلہ ہوتا ہے۔'' (تاریخ طبری:۶/۲۱۶)

حضرت ابن عباس کی دوسری حاضری

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما پھر دوسری بار بھی امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو کوفہ جانے سے روکا۔ اور کہا کہ

اے میرے چچا زاد بھائی! میں چاہتا تھا کہ صبر کروں مگر مجھ سے صبر نہ ہو سکا...... میں چاہتا تھا کہ خاموش رہوں مگر خاموش نہیں رہا گیا...... مجھے خوف ہے کہ وہاں آپ کی جان کو خطرہ ہے...... کوفہ کے لوگوں میں وفا نہیں ہے...... اگر آپ نے جانا ہی ہے تو یمن میں چلے جائیں...... یمن میں رہ کر ان سے رابطہ کریں...... یمن میں پہاڑ ہیں...... قلعے ہیں...... وادیاں ہیں...... وسیع و عریض سرزمین ہے...... یمن میں آپ کے جانثار بھی موجود ہیں جو آپ کی مدد کریں گے۔

فَاِنَّکَ سَیِّدُ اَهْلِ الْحِجَازِ

''آپ اہل حجاز کے سیّد و سردار ہیں۔'' (طبری:۶/۲۱۶)۔

جواب حسین رضی اللہ عنہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی عرض سننے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے میرے بھائی! میرا خدا جانتا ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو، مگر میں جانے کا پختہ ارادہ کر چکا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب سنا تو عرض

کی کہ خدارا اپنے بچوں اور عورتوں کو وہاں نہ لے کر جائیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ لوگ آپ کو آپ کے بچوں اور عورتوں کے سامنے ویسے ہی شہید کریں گے جیسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا تھا۔ اور وہ لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ بھی لیں گے۔

اگر آپ برا نہ سمجھیں تو میں آپ کو جبراً روکتا آپ کے ساتھ لپٹ جاتا...... کہ رُک جائیں مگر یوں آپ رکنے والے نہیں ہیں۔

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حرم پاک میں قتل ہونے سے بہتر ہے کہ میں کوفہ چلا جاؤں تاکہ میری وجہ سے حرم پاک کی حرمت پامال نہ ہو۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے جب یہ بات سنی تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

(تاریخ طبری:ج۴/حصہ اول:۱۷۶، تاریخ ابن خلدون:۲/۵۲۱تا۵۲۲، البدایہ والنہایہ:۸/۲۰۷تا۲۰۸)

حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن کی گزارش

حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا: اگر آپ اجازت دیں تو میں کچھ عرض کروں؟ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟ مجھے امید ہے کہ تم میرے خیر خواہ ہو اور میرے بارے میں کسی بدگمانی کا شکار نہیں ہو گے۔

حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ کوفہ جا رہے ہیں، جبکہ کوفہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ وہ لوگ درہم و دینار کے لالچی ہیں بیت المال کا خزانہ بھی ان کے پاس ہے۔ یہ لوگ محبت کا اظہار آپ سے کر رہے ہیں مگر امداد و نصرت کسی اور کی کریں گے۔ آپ کے ساتھ جنگ و جدال کریں گے اس لیے وہاں جانے کا ارادہ ترک کر دیں۔

جواب حسین رضی اللہ عنہ

حضرت عمرو بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بات سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اے عمرو! اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین جزا عطا فرمائے یقیناً تم نے میری خیرخواہی کی بات کہی، مگر جو فیصلہ تقدیر میں لکھا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ چاہے میں اس رائے پر عمل کروں یا نہ کروں۔ اور مجھے یقین ہے کہ آپ میرے بہترین مشیر اور خیرخواہ ہیں۔ (تاریخ طبری:٦/٢١٦)

حضرت عبداللہ بن زبیر کی التجا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ان سے دیگر مسائل پر گفتگو کرتے ہوئے یہ بھی عرض کیا:

آپ مکہ میں ہی رہیں یہاں لوگ آپ کا پورا پورا ساتھ دیں گے اور خلافت کے منصب پر فائز کرنے کے لیے کوشش کریں گے۔ ہم سب آپ کی بیعت کریں گے۔ اور ہر طرح کی خیرخواہی کی جائے گی۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے لیے کوفہ جانا ہی بہتر ہے کیونکہ میں نے اپنے والد سے سنا ہے کہ ”مکہ مکرمہ میں ایک مینڈھا ہوگا جو مکہ مکرمہ کی حرمت کو حلال کرے گا میں نہیں چاہتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں۔“ اور پھر اہل کوفہ نے مجھ سے وفاداری کا عہد کیا ہے، اور میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میں حرم کے اندر قتل ہونے کی بجائے حرم سے باہر قتل کیا جاؤں۔

(تاریخ ابن خلدون:٢/٥٢١، تاریخ طبری:٤/حصہ اول:١٧٦، البدایہ والنہایہ:٨/٢٠٧)

حضرت عبداللہ بن عمر کی کاوشیں

بیہقی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَاُخْبِرَ اَنَّ الْحُسَيْنَ قَدْ تَوَجَّهَ اِلَى الْعِرَاقِ فَلَحِقَهُ فِيْ مَسِيْرَةِ لَيْلَتَيْنِ مِنَ الرَّبْذَةِ فَقَالَ لَهٗ: اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى خَيَّرَ نَبِيَّهٗ بَيْنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ فَاخْتَارَ الْاٰخِرَةَ وَلَمْ يُرِدِ الدُّنْيَا وَاِنَّكُمْ بِضْعَةٌ مِّنْهُ وَاللّٰهِ لَا يَلِيْهَا اَحَدٌ مِّنْكُمْ اَبَدًا وَمَا صَرَفَهَا اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْكُمْ اِلَّا لِلَّذِيْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ فَارْجِعُوْا. فَاَبٰى فَاعْتَنَقَهٗ ابْنُ عُمَرَ وَقَالَ: اَسْتَوْدِعُكَ اللّٰهَ تَعَالٰى مِنْ قَتِيْلٍ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مدینہ منورہ پہنچے تو انہیں بتایا گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ عراق کی طرف جارہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فوراً ان کے پیچھے روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ سے دو راتوں کی مقدار (دو منزل) مقامِ ربذہ پر ان سے جا ملے۔ اور انہیں کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا و آخرت کا اختیار دیا تو انہوں نے آخرت کو اختیار فرمایا اور دنیا کی چاہت نہ کی۔ اور آپ انہیں کے جگر کا ٹکڑا ہو اور اللہ کی قسم دنیا آپ میں سے کسی کو کبھی بھی نہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا آپ سے پھیر لی ہے۔ تو اس میں آپ کے لیے کوئی بہتری ہی رکھی ہے۔ اس لیے اب آپ واپس لوٹ چلو۔ آپ نے واپسی سے انکار کر دیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما آپ سے گلے ملے اور آپ سے کہنے لگے کہ میں آپ کو شہید ہونے سے اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں۔

(سنن کبریٰ: ۷/ ۱۰۰، دلائل النبوہ: ۷/ ۳۷۱، ابن عساکر: ۱۴/ ۲۰۲، الخصائص الکبریٰ: ۲/ ۱۹۲)

استقامتِ حسین رضی اللہ عنہ

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے دوست احباب آپ کو کوفہ نہ جانے کے مشورے

دیتے رہے مگر آپ نے اپنا ارادہ ملتوی نہ کیا اور استقامت کی عظیم مثال بنے رہے کیونکہ آپ کوفہ میں اپنے ذاتی مقصد کے لیے نہیں بلکہ دینی ضرورت کے لیے جا رہے تھے۔ اور جو دوست اور عزیز آپ کو کوفہ جانے سے روک رہے تھے۔ وہ حقیقت میں آپ کے اس قدم کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے نہ ہی یزید کو خلیفہ مانتے تھے۔ ان کے مشورے محض اس وجہ سے تھے کہ کوفہ والوں کے بارے میں سابقہ معلومات اچھی نہیں تھیں تو کوفہ جانے کی بجائے کوئی اور راستہ تلاش کر لیا جاتا۔ مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ جانے کا پختہ عزم کر لیا تھا اور وہ اپنے ارادے کے بڑے پکے تھے۔

تہیہ کر لیا سرکار نے کوفے کے جانے کا
پسِ پردہ تھا حیلہ کارفرما آب و دانے کا
قضا لے کر چلی ذوقِ شہادت نے سلامی دی
درِ فردوس سے حورانِ جنت نے سلامی دی

حضرت امام حسین علیہ السلام کا......راہِ رخصت چھوڑ کر راہِ عزیمت اختیار کرنا

شریعت اسلامیہ نے انسان کی آسانی کے لیے اسے ہر مشکل وقت میں دو راستے بتائے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے تجویز کردہ وہ دو راستے یہ ہیں۔

۱- راہِ رخصت

۲- راہِ عزیمت

سازگار حالات میں جبر و ظلم اور کفر کی طاقتوں کا آسانی سے صفایا کیا جا سکتا ہے۔ ان حالات میں ہر چھوٹے بڑے اور ہر کلمہ گو مسلمان پر اس ظلم کے خلاف

کاروائی کرنا فرض اور واجب ہو جاتا ہے۔

جب حالات ناسازگار ہوں...... اسلحہ و عسکری قوت ساتھ نہ ہو...... باطل زیادہ منظم و قوی تر ہو...... ایسے حالات میں امت مسلمہ کو دو راستے دیئے گئے ہیں۔

ایک راہِ رخصت ہے کہ وہ گوشہ نشین ہو جائے...... چپکے سے لعنت، ملامت کرے...... دل سے برا جانے...... لیکن مسلح تصادم و کشمکش کے لیے میدان میں نہ آئے...... ہر دور میں اکثریت رخصت پر عمل کرتی ہے۔ کیونکہ

☆...... رخصت پر عمل کرنا ناجائز نہیں ہے۔

☆...... رخصت پر عمل کرنا حرام نہیں ہے۔

☆...... رخصت پر عمل کرنا اللہ کی ناراضگی کا سبب نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر اضطراری کیفیت میں رخصت کی اجازت دی ہے۔

اگر ہر کوئی رخصت ہی پر عمل کرنا شروع کر دے تو پھر ظلم اور کفر کی طاغوتی طاقتوں کو روکنا ممکن نہیں رہے گا۔ اس لیے بعض لوگ عزیمت کا راستہ بھی اختیار کرتے ہیں۔

...... وہ حالات کی سازگاری اور ناسازی کو نہیں دیکھتے۔

...... وہ فوج اور لشکر کی بھاری اکثریت پر نظر نہیں ڈالتے۔

...... وہ مسلح کشمکش میں ناکامی اور کامیابی کے انجام پر توجہ نہیں دیتے۔

بلکہ وہ دین خداوندی کی سربلندی کے لیے اپنا تن من قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں...... وہ آئندہ نسلوں کے اندھیروں کو اجالوں میں بدلنے کی فکر میں لگے رہتے ہیں...... وہ اپنی جان پر کھیل کر راہِ عزیمت اختیار کرتے ہیں۔

راہِ عزیمت اختیار کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس اقدام کی وجہ یہ تھی کہ ان کے رگ و ریشے میں سیّدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا

خون گردش کر رہا تھا...... آپ نے سیّدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی گود میں پرورش پائی تھی...... محبوب خدا ﷺ کے مبارک کندھوں پر سواری کی تھی...... اور سرکار ﷺ کی زبان مبارک کو چوسا تھا...... آپ خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ اور بنائے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللہ تھے۔

اس لیے راہِ عزیمت اختیار کرنا آپ ہی کے شایانِ شان تھا۔

راہِ رخصت اختیار کرنا اگرچہ راہِ حق ہے...... اس راہ کو اپنانے والے پر طعن نہیں کرنا چاہئے...... کیونکہ یہ حق شریعت کا عطا کردہ ہے...... لیکن راہِ رخصت اختیار کرنے والے لوگوں کی راہ کو کوئی شخص اپنا اسوہ اور رہنما نہیں بناتا۔

وہ لوگ جو دین کی بلندی کے لیے...... کفر کے خاتمے کے لیے...... رضائے الٰہی کے لیے اپنی گردنیں کٹواتے ہیں وہ قیامت تک کے لوگوں کے لیے نمونۂ عمل بن جاتے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے اقدام کو ظاہری طور پر دیکھنے والے لوگ حالات کی ناسازی کی بناء پر معاذ اللہ، خروج اور بغاوت کا الزام لگاتے ہیں...... وہ نہ تو دین کی روح سے واقف ہیں...... نہ شریعت اسلامیہ کے احیاء کے تقاضوں سے واقف ہوتے ہیں...... وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ دین کی مٹتی ہوئی قدروں نشاۃ ثانیہ کے لیے کیونکر جان قربان کی جاتی ہے...... شاید وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ اس وقت یزید کا تخت پر بیٹھنا اسلام کی تاریخ کو کس رخ پر ڈال رہا تھا۔

اگر امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کارزار میں علم حق بلند کرنے کے لیے نہ نکلتے اور یہ بہتر (۷۲) تن بھی اپنے خون کا نذرانہ نہ دیتے تو آج

اسلام کی متاع کا وجود نہ ہوتا

جمہوری قدروں کا وجود نہ ہوتا

آزادیِ اظہار کا وجود نہ ہوتا

جاہ وحشمت کا وجود نہ ہوتا

نفاذِ شریعت کا وجود نہ ہوتا

تاریخ اسلام...... اور امت مصطفوی ﷺ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کے خون کے قطرات کی اور خانوادۂ رسول ﷺ کی اس عظیم قربانی کی مرہونِ منت ہے جس نے راہِ رخصت کو چھوڑ کر راہِ عزیمت کو اختیار کیا...... مگر زمانے کی تاریکیوں اور اندھیروں کو اجالوں اور روشنیوں میں بدل دیا...... آج بھی جس شخصیت کو بطور نمونہ یاد کیا جاتا ہے اس کا نام حسین ابن علی رضی اللہ عنہما ہے۔

امام عالی مقام کو روکنے کے لئے...... عامل مکہ کی کوشش

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا قافلہ مکہ سے کوفہ کی طرف روانہ ہو گیا تو عامل مکہ عمرو بن سعید بن العاص نے اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو بھیجا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کو روکے اور مکہ سے باہر نہ جانے دے۔ چنانچہ یحییٰ بن سعید نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کو روک لیا اور ان سے واپس جانے کو کہا مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ جس کے باعث دونوں فریقوں میں مار پیٹ ہوئی، تازیانے چلے۔

آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

لِّیۡ عَمَلِیۡ وَلَکُمۡ عَمَلُکُمۡ اَنۡتُمۡ بَرِیۡٓـُٔوۡنَ مِمَّاۤ اَعۡمَلُ وَاَنَا بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ○ (پ:۱۱، یونس:۴۱)

''میرا عمل میرے لیے اور تمہارے عمل تمہارے لیے۔ تم میرے اعمال سے بری ہو اور میں تمہارے اعمال سے بری ہوں۔''

یہ فرما کر آپ آگے نکل گئے۔ (طبری:۶/ ۲۱۸)

؎ غرض، یہ کارواں رخصت ہوا جب شہر مکہ سے

تو یک دم شور برپا ہو گیا فریاد و نالہ سے
مکانون کی چھتوں پر عورتوں کی آہ زاری تھی
گلی کوچوں مردوں کی تڑپ تھی، بے قراری تھی
فلک ہنگامہ آرا تھا فضا فریاد کرتی تھی
زمیں جنبش میں آ آ کر سکوں برباد کرتی تھی
سب اپنی بے بسی پر چپ کھڑے آنسو بہاتے تھے
یہی موتی تھے دامن میں یہی موتی لٹاتے تھے

باب نمبر 5

سفرِ کربلا کا آغاز

جب سے آغوش تصور میں ہے دربار حسین
بند ہیں آنکھیں مگر ہوں محو دیدار حسین

کربلا میں دو لقب غازی عباس کو ملے
ایک سقائے سکینہ اک علمدارِ حسین

دہر میں آزادیٔ اقوام عالم کے لئے
رہنما ہیں آج بھی افکار و کردارِ حسین

سفر کربلا کا آغاز

ے میں قربان حسین جوان اتوں نعرہ اللہ اکبر دا مار چلیا
لے کے خویش واقارب عزیز اپنے کوفے شہر سیّد شہر یار چلیا
ناخدا خدا رسول والا بیڑے لان ایمان دے پار چلیا
گلگل نغمہ سرا وچہ چمن بلبل مالی دلدل دا اسوار چلیا
بھٹھ گرمی دے تپ دے راہ اندر صابر بیر کلیجڑے ٹھار چلیا
اوہ صحرا عرب خورشید محشر کرن دشت اندر سبزہ زار چلیا
سید فخر خلیل جلیل ہستی گویا نار وچہ کرن گلزار چلیا
گل پردے دی دیندی اے جا پردے پردے کو پردہ دار چلیا

ہلال عید نے نمودار ہو کر لوگوں کو عیدالاضحیٰ کی مسرتوں کی مبارکباد دی...... دنیائے اسلام کو سنت ابراہیمی کو زندہ کرنے کا پیغام دیا...... توحید و رسالت کے پرستاروں کو حج بیت اللہ کی راہ دکھائی...... طواف کعبہ کے لیے اپنا چراغ جلایا...... عیدالاضحیٰ کا چاند مسلمانوں میں ایثار و قربانی کے جذبے کو زندہ کر کے ڈوب چکا تھا...... صبح کے چہرے پر شام کی زلف سیاہ بکھر چکی تھی اور...... صفا و مروہ کی پہاڑیاں حضرت ہاجرہ کے شعار کو دیکھنے کے لیے دور دور سے آنے والے مسلمانوں کی راہ دیکھ رہی تھیں...... کھجوروں کے گچھے ذکر الٰہی میں جھوم رہے تھے...... آب زم زم مسلمان مسافروں کی پیاس بجھانے کے لیے موجزن ہو چکا تھا۔

رات آدھی گزر چکی تھی کہ دوش رسول کا سوار چپکے سے خانہ کعبہ میں داخل ہوا۔ دو نفل پڑھے اور بارگاہ رب العزت میں ہاتھ پھیلا کر دعا کی کہ

☆......اے میرے معبود حقیقی! عین اس وقت جب عید الاضحیٰ قریب آ رہی ہے اور مسلمان تیرے گھر کا طواف کرنے کے لیے دور دور سے چلے آ رہے ہیں۔ تیرا حسین رضی اللہ عنہ اور تیرے محبوب کا حسین رضی اللہ عنہ تیرے گھر کو چھوڑ کر پردیس جا رہا ہے۔

☆......تیرے گھر کے یہ در و دیوار جو میرے لیے سایۂ رحمت ہیں آج میں ان سے رخصت ہو رہا ہوں۔

☆......تیرے گھر کی عزت اور صحن کعبہ کی حرمت کی خاطر تیرے گھر کو چھوڑ رہا ہوں۔

☆......اے پروردگار عالم! میری خطائیں بخش دے۔

☆......اے خالق کائنات! میری غلطیاں معاف فرما دے۔

☆......اے رب ذوالجلال! اپنے پیارے محبوب پاک کا صدقہ مجھے توفیق عطا کر کہ تیرے اور تیرے رسول کے دشمنوں کے ظلم و ستم کو ہنسی خوشی برداشت کر لوں۔ اور مجھے ایسا حوصلہ عطا کر کہ پیش آنے والی مصیبتوں میں ثابت قدم رہوں اور مجھے اتنی ہمت عطا کر کہ کربلا کے حق و باطل کے خونیں معرکے میں میرے قدم ڈگمگا نہ جائیں۔

☆...... اے اللہ کے گھر کی مقدس دیوارو! السلام! اے مکہ کی پہاڑیو! الوداع......

قافلۂ حسینی کو......روانگی کا حکم

جیسے ہی مؤذن نے صدائے توحید و رسالت کو بلند کیا......دامن شب کو چاک کیا......سیدہ کا لخت جگر فجر کی نماز ادا کرنے حرم شریف میں تشریف لے آیا......اور

اپنے عزیز و اقارب کو روانگی کا حکم دے دیا۔

اور پھر کیا تھا......

گلشن اسلام کو اپنے خون سے سینچنے کے لیے

کشتیِ دین اسلام کو کنارے پر لگانے کے لیے

امانتِ الٰہیہ کو بچانے کے لیے

یہ نورانی گھرانہ اور خانوادۂ نبوت کا مقدس قافلہ صحرائے حزن کی طرف روانہ ہو گیا...... بہتر (۷۲) جانثاروں پر مشتمل یہ نورانی قافلہ ۳ ذوالحجہ ۶۰ھ کو بیت الامن کو چھوڑ چکا تھا۔

محترم قارئین!

ذرا دیکھو تو سہی یہ کون جا رہا ہے؟

ظاہری آنکھوں سے نہیں دل کی آنکھوں سے دیکھو

نگاہوں سے تعصب کے پردے ہٹا کر دیکھو

نظروں سے بغض و عناد کی پٹیاں اتار کر دیکھو

یہ قافلہ کہاں جا رہا ہے؟ کیوں جا رہا ہے

غور سے سنو!

یہ قافلہ سالار عشق حسین رضی اللہ عنہ ہے

جو مرکز عشق سے شہادت گاہ کی طرف جا رہا ہے

یہ دوش مصطفیٰ کا سوار ہے

جو آرام گاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے نکل کر مقتل کی طرف قربان ہونے جا رہا ہے

یہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا لال ہے

جو آغوشِ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چھوڑ کر کربلا کے خونی میدان کی طرف جارہا ہے

یہ حیدر کا لاڈلا ہے

جو شانِ حیدری دکھانے کے لیے کوفہ کے ریگستان کی طرف جارہا ہے

یہ ناطق قرآن ہے

جو آئینِ قرآن کو زندہ رکھنے کے لیے دشتِ کربلا میں نیزے پر چڑھ کر قرآن سنانے جارہا ہے

دعوتِ فکر

وہ لوگ جو حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ پر جنگ کرنے کے ارادے سے جانے کا الزام لگاتے ہیں...... جو حصولِ خلافت کی خاطر لڑنے کا بہتان لگاتے ہیں...... جو یزید کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرنے کا شور مچاتے ہیں......

ذرا جواب تو دو!

کیا کسی دشمن کے مقابلے میں لڑنے کے ارادے سے جانے والا اس بے سرو سامانی کے ساتھ جاتا ہے؟...... بے کسی و تنہائی کے عالم میں جاتا ہے؟...... کیا وہ چھ سال کی معصوم بچی کو ساتھ لے کر جاتا ہے؟...... کیا وہ چھ ماہ کے شیر خوار بچے کو اپنے دامن میں چھپا کر آتا ہے؟...... کیا وہ بیس ہزار کے لشکر کے مقابلے میں صرف بہتر (۷۲) اور نہتے انسانوں کا قافلہ لے کر آتا ہے؟

نہیں! ایسا نہیں ہوتا! اس لیے اس گمراہ کن عقیدے سے توبہ کر لینے میں ہی بھلائی ہے۔

قافلۂ حسینی میں......شامل افراد

قافلۂ حسینی جب مکہ مکرمہ کی فضاؤں کو الوداع کہتے ہوئے کوفہ کی جانب رواں دواں ہوا تو اس نورانی قافلے میں شامل افراد درج ذیل تھے۔

☆ امام حسین رضی اللہ عنہ کی دو ازواج کے علاوہ آپ رضی اللہ عنہ کے بچے۔

☆ امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار بیٹے۔

☆ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دیگر فرزند اور آپ رضی اللہ عنہ کے بھائی۔

☆ حضرت عقیل رضی اللہ عنہ کے بچے اور ان کے دیگر بھائی اور بہن۔

☆ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا اور ان کے دونوں فرزند۔

☆ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے دیگر جانثار اس نورانی قافلہ میں شامل تھے۔

امام پاک کی......شاعر فرزدق سے ملاقات

ملیا شوق دے نال فرزدق شاعر رستے وچہ حسین امام تائیں
جہدے نعتیہ شعر مشہور اج تک عرب وعجم جانے جہدے نام تائیں
اہل بیت دا خاص مشتاق خادم کرے جھک کے ادا سلام تائیں
جیہڑے دکے ملوک الکلام اُتے زندہ سمجھئے اوہدے کلام تائیں
پیا کوفیوں پرت کے اوندا سی آیا دیکھ کے سب کمام تائیں
ہتھ جوڑ آداب تھیں کہن لگا شاہ حسین علیہ السلام تائیں
میرے آقا نہ کوفے دی طرف جاؤ ویکھو نہ اس حشر مقام تائیں
اوتھے ابن زیاد جلاد ظالم بیٹھا پکڑ تیغ بے نیام تائیں!
دشمن کھڑے ہوئے صبح تے شام حضرت لے کے کوفیوں خطہ شام تائیں
لے کے بال بچے پچھاں پرت جاؤ نوبت گئی ہے پہنچ قتلام تائیں
سازش سب یزید پلید دی اے ماسہ شرم نہ بے لگام تائیں
کوفی کافری وچہ مخمور سارے دائم جاندے نہیں انجام تائیں

قافلۂ حسینی ذکر الٰہی میں مشغول آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ ایک مقام صفاح پر پہنچا

تو امام عالی مقام نے اس مقام پر خیمے نصب کیے اور پھر نماز ظہر ادا کی۔ جب امام پاک نماز سے فارغ ہوئے تو فرزدق شاعر سے آپ کی ملاقات ہوئی۔

''یہ فرزدق شاعر اہل بیت کے نام سے مشہور ہے۔'' اور محبّ اہل بیت تھا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرزدق سے کوفہ والوں کا حال دریافت کیا تو فرزدق نے عرض کیا:

قُلُوْبُ النَّاسِ مَعَكَ وَسُيُوْفُهُمْ مَعَ بَنِيْ اُمَيَّةَ ۔

وَالْقَضَاءُ يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَاللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ

''اے ابنِ رسول! لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں بنوامیہ کے ساتھ ہیں۔ اور ہر حکم آسمان سے نازل ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔'' (تاریخ طبری: ۲۱۸/۶، البدایہ والنہایہ: ۱۷۳/۸)

آقا کوفیاں دے گندے کارنامے نہاں اودھر تے عیاں ایدھر
لیاں رشوتاں انہاں یزیدیاں تھیں ہین دل اودھر تے زبان ایدھر
باطل حق دا ایہ مقابلہ اے ہے فریب اودھر تے ایمان ایدھر
کبر و نخوت تے نفس شیطان اودھر فقر و فاقہ تے عشق قرآن ایدھر
اودھر کوڑ دے ساز و سامان فانی زندہ باد ہستی جوان ایدھر
اودھر نقلبازی ایدھر اصل سازی اودھر ہین باندر، انسان ایدھر
اودھر دنیا مردار تے دین ایدھر اودھر ہین راہزن پاسبان ایدھر
اودھر بغض و کینہ ایدھر صاف سینہ اودھر ظالم اتے فیض رسان ایدھر
کم نگاہی تے اجے بھی آکھدی اے مسلمان اودھر مسلمان ایدھر
دائم مرد قلندر دا ایہ فتویٰ اودھر نار، نوری گلستان ایدھر

جوابِ حسین

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرزدق کی باتیں سن کر فرمایا کہ

"اللہ عزوجل جو چاہتا ہے کرتا ہے بے شک ہر امر اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اللہ عزوجل کی شان ہر روز جدا ہوتی ہے۔ اگر اللہ کا امر وہی ہے جو ہماری خواہش ہے تو ہم اللہ کا شکر ادا کریں گے۔ اور اگر اللہ کا فیصلہ ہماری خواہش کے خلاف ہے تو تقویٰ اور نیک نیتی کا اجر تو ضرور ملے گا۔" (البدایہ والنہایہ: ۸/ ۱۶۶، الطبری: ۶/ ۲۸، ابن اثیر: ۴/ ۱۴۰، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲، روضۃ الشہداء: ص: ۱۹۵)

امام حسین کے ساتھ فرزدق کی ملاقات......فرزدق کی زبانی

فرزدق نے سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کو یوں بیان کیا ہے کہ:

یہ ۶۰ھ کا واقعہ ہے میں اپنی ماں کو ساتھ لے کر سفر حج پر روانہ ہوا اور اپنی والدہ کے اونٹ کو ہانک رہا تھا اور میں حرم کی حدود میں داخل ہوا۔ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنے رفقاء کے ہمراہ تلواریں اور ڈھالیں لیے ہوئے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا تو مجھے معلوم ہوا ہے یہ لشکر حسینی ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا اے فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری ماں آپ رضی اللہ عنہ پر قربان ہو۔ ایسی بھی کیا جلدی کہ آپ رضی اللہ عنہ نے حج ترک کر دیا؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں جلدی نہ کرتا تو یہ مجھے گرفتار کر لیتے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں اہل عراق سے ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: کیا تم مجھے وہاں کے حالات کے بارے میں بتاؤ گے؟ میں نے عرض کیا: وہاں کے لوگوں کے دل تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے لیے ہیں۔ اور حکم تو اللہ عزوجل کا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم صحیح کہتے ہو۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۷۸)

فرزدق کا بیان ہے کہ میں نے سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے مناسک حج کے

بارے میں دریافت کیا اور آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے مناسک حج کی تعلیم دی۔ پھر میں جب حرم کی حدود میں داخل ہوا تو میں نے حرم میں ایک شاندار خیمہ دیکھا۔ جب میں اس خیمے کے نزدیک گیا تو معلوم ہوا کہ یہ خیمہ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا ہے۔

انہوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا تیری ملاقات حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے ہوئی؟ میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کا حال انہیں بیان کر دیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا اللہ کی قسم! تو ان کے ساتھ کیوں نہ گیا اور وہ عنقریب حکومت وصول کرلیں گے۔

فرزدق کہتا ہے عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی بات نے میرے دل پر اثر کیا اور میں نے چاہا کہ میں حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہوں مگر پھر میرے دل میں انبیاء کرام علیہم السلام کی شہادت کا خیال آیا اور میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل نہ ہوا۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۷۸، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۱۷)

حضرت عبداللہ بن جعفر کا خط...... امام حسین کے نام

فرزدق سے ملاقات کے بعد حسینی قافلہ پھر آگے بڑھ گیا تو حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے اپنے بیٹوں عون و محمد کے ہاتھ ایک خط امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف بھیجا۔ خط کا متن یہ تھا کہ:

میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ یہ خط ملتے ہی واپس تشریف لے آیئے۔ مجھے خوف ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے جس جگہ کا ارادہ فرمایا ہے وہاں آپ کو ہلاک کر دیا جائے گا اور اہل بیت اطہار کی بربادی ہوگی۔

اِنْ ھَلَکْتَ الْیَوْمَ طَفِیْءَ نُوْرُ الْاَرْضِ فَاِنَّکَ عَلَمُ الْمُھْتَدِیْنَ وَرِجَاءُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۔

اگر آپ شہید ہو گئے تو دنیا میں اندھیرا چھا جائے گا۔ بے شک آپ ہدایت یافتہ لوگوں کی نشانی اور ایمان والوں کا سہارا ہیں۔

اور ساتھ یہ بھی لکھا ہے روانگی میں جلدی نہ کیجئے۔ اس خط کے پیچھے میں خود بھی آرہا ہوں۔ (تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۷۸، البدایہ والنہایہ:۸/۲۱۷)

گورنر مکہ کی طرف سے...... امام پاک کے لئے مکتوبِ امن

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما نے مکتوب امام حسین رضی اللہ عنہ کو روانہ کرنے کے بعد مکہ کے گورنر عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے لیے امان طلب کی۔ عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ آپ مکتوب میں جو لکھنا چاہتے ہیں لکھ دیں میں مہر لگا دوں گا۔

حضرت عبداللہ جعفر نے مکتوب میں امن نامہ لکھا اور گورنر مکہ کی مہر لگا دی اور گورنر مکہ کے بھائی یحییٰ کو امان کے طور پر اپنے ساتھ لیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے جا ملے۔ اور انہیں گورنر مکہ کی طرف سے امن نامہ پیش کیا۔ اور واپسی کے لیے قائل کیا۔ مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے واپس آنے سے انکار فرما دیا۔

حضرت امام عالی مقام کی طرف سے...... گورنر مکہ کو جواب

امام حسین رضی اللہ عنہ نے گورنر مکہ کا خط پڑھنے کے بعد جواب لکھا کہ:

"اما بعد! جو شخص راہِ خدا کی دعوت دے اور نیک اعمال کرے وہ رب تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف کیونکر ہو سکتا ہے؟ بلاشبہ میں مسلمان ہوں اور تم نے مجھے امان اور نیکی کی دعوت دی مگر یاد رکھو کہ بہترین امان تو اللہ تعالیٰ کی ہے اور جس شخص کو دنیا میں خوفِ خدا نہیں وہ قیامت کے دن اللہ عزوجل کی امان میں نہ ہو گا اور میری بارگاہِ

خداوندی میں دعا ہے کہ وہ ہمیں دنیا میں اپنا خوف عطا فرمائے تاکہ بروزِ قیامت ہمیں اس کی امان نصیب ہو اور اگر تم نے یہ مکتوب واقعی نیکی اور صلہ رحمی کی نیت سے بھیجا تو اللہ جل جلالہٗ تمہیں دنیا و آخرت کی بھلائی عطا فرمائے۔ والسلام۔'' (تاریخ طبری: ۴/۱۸۰)

حضرت امام حسین علیہ السلام کا خواب......اور خط لانے والوں کو جواب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن سعید سے فرمایا کہ رات مجھے خواب میں سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بعد میں اس امر میں کسی طرح کے عذر سے کام نہ لوں گا خواہ اس میں میرا نفع ہو یا نقصان۔

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن سعید نے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں کیا حکم فرمایا یا خواب میں کس بات کی طرف اشارہ کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں وہ خواب کسی سے بیان نہیں کروں گا یہاں تک کہ میں اپنے رب سے جا ملوں۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۷۹، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۱۷ تا ۲۱۸)

فوائد و نکات

☆ اس سے ثابت ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق جانبِ کوفہ روانہ ہوئے۔ اسی لیے عزیز و اقارب کے مشورے بھی آپ کے پائے ثبات کو متزلزل نہ کر سکے۔

☆ آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالیشان کی تکمیل کے لیے مقتل کی طرف خراماں خراماں بڑھتے ہی چلے جا رہے تھے۔ اور ان کے جذبات کچھ اس طرح سے تھے کہ

مجھے نانا کے حکم خاص کی تعمیل کرنے دو
منیٰ کے فرض کی جا کر مجھے تکمیل کرنے دو

یہ دنیا کچھ نہیں اک صورت موہوم ہے سب کچھ
مجھے تم کیا بتاتے ہو مجھے معلوم ہے سب کچھ

☆ یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیش نظر حکومت وسلطنت اور دنیاوی جاہ وحشم ہرگز نہ تھا۔ اور نہ ہی آپ اس امر کے طالب تھے۔

☆ اگر ذوق آگہی اور وجدان کی زبان سے کچھ کہا جائے تو اس سے یہی اشارہ ملتا ہے کہ سب کچھ لٹا کے دین کی عزت کو بچالے۔

☆ امام حسین نے مکہ معظّمہ سے روانگی کے وقت جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس میں بھی یہی اشارے ملتے ہیں کہ موت اولادِ آدم کے لیے اسی طرح لازم ہے۔ جس طرح نوجوان عورت کے لیے گلے کا ہار ہے۔ اور اہل بیت رضائے الٰہی کے لیے آزمائش اور مصیبت وبلا پر صبر کریں گے۔

راستوں کی ناکہ بندی

جب ابن زیاد کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی کوفہ کی جانب روانگی کی خبر ملی۔ تو اس نے کوفہ کے محکمہ پولیس کے انچارج حصین بن نمیر تمیمی کو حکم دیا کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ تک نہ پہنچنے دے اور امام حسین رضی اللہ عنہ اور اہل کوفہ کے درمیان خط وکتابت کا سلسلہ ختم کروادے۔ چنانچہ حصین بن نمیر نے ابن زیاد کے حکم پر قادسیہ کے مقام پر اپنے لشکر کو بھیج دیا اور راستوں کی ناکہ بندی کر دی۔ اور جاسوسی کے لیے چند سوار آگے بھیج دیئے تاکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے معلومات لیں اور ا[illegible] حسین اور اہل کوفہ کے درمیان رابطہ ختم کروادیں۔ (تاریخ ابن خلدون: ۲/۵۲۲تا۵۲۳)

حضرت امام حسین کا خط......اہل کوفہ کی طرف

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کوفہ کے راستے میں وادی ذی الرومة کے مقام ''الحاجز'' پر پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے قیس بن مسہر العیداوی کو اہل کوفہ کی طرف ایک خط دے کر بھیجا جس میں آپ نے لکھا:

''بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ حسین بن علی رضی اللہ عنہما کی طرف سے مسلمان بھائیوں اور ساتھیوں کو السلام علیکم۔ میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ مجھے مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کا خط ملا جس میں انہوں نے مجھے تمہاری رائے سے آگاہ کیا۔ اور تمہارے اجتماع کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمارے مقصد میں کامیاب کرے۔ اور تمہاری مدد پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں مکہ مکرمہ سے ۸ ذی الحجہ بروز منگل روانہ ہو چکا اور جب تمہارے پاس میرا قاصد پہنچے تو تم مخفی طور پر اپنی کوششوں کو بڑھا دینا اور میں بہت جلد تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔ والسلام۔''

اور جس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ خط اہل کوفہ کو بھیجا اس وقت تک آپ کو حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر نہیں ملی تھی۔

(البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۱۸، تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۸۴تا۱۸۵)

قاصد حسین (حضرت قیس) کی شہادت

قاصد حسین حضرت قیس بن مسہر العیداوی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا خط لے کر کوفہ کی جانب روانہ ہوا مگر قادسیہ کے مقام پر انہیں حصین بن نمیر نے گرفتار کر لیا۔ اور ان کو ابن زیاد کے سامنے پیش کر دیا۔

ابن زیاد نے کہا:

اِصْعَدْ عَلٰی اَعْلَا الْقَصْرِ فَسَبِّ الْکَذَّابَ ابْنَ الْکَذَّابِ عَلِیَّ ابْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَابْنَهُ الْحُسَیْنَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ۔

''محل کے اوپر چڑھو کذاب ابن کذاب علی ابن ابی طالب اور ان کے بیٹے حسین رضی اللہ عنہما کو گالیاں دو۔''

قاصد محل پر چڑھا اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعریف کی اور فرمایا:

حسین ابن علی ہیں فاطمہ کے راحتِ جاں ہیں
علی شیر خدا خیبر شکن ہیں شاہ مرداں ہیں
حسین ابن علی محبوبِ خالق کے پیارے ہیں
جو ہیں ایمان والے ان کی وہ آنکھوں کے تارے ہیں
حسین ابن علی کی خود خدا تعریف کرتا ہے
یہاں قرآں میں ان کی جابجا توصیف کرتا ہے
رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو بڑے نازوں سے پالا ہے
برا ان کو کہے گا وہی جس کا قلب کالا ہے
حسین ابن علی ہیں باخدا سردار امت کے
سرِ جنت یہی کہلائیں گے مختار جنت کے
خدا کا دوست ہے جو دوست ہے سبطِ پیمبر کا
وہ دشمن ہے خدا کا ہے عدو جو ابن حیدر کا

انہوں نے کہا کہ اے لوگو! بے شک حسین ابن علی (اس وقت) مخلوق خدا میں سب سے بہتر ہیں وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیّدہ فاطمہ کے صاحبزادے ہیں۔

میں تمہاری طرف ان کا بھیجا ہوا قاصد ہوں۔ وہ مقام حاجر تک پہنچ چکے ہیں پس تم ان کی دعوت پر لبیک کہو، ان کی باتوں پر کان دھرو اور ان کی اطاعت کرو۔

پھر انہوں نے ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور اہل کوفہ سے کہا:

''حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تمہاری دعوت پر مکہ مکرمہ سے روانہ ہو چکے ہیں اور وہ جلد کوفہ پہنچ جائیں گے تم ان کی اطاعت کرنا۔''

ابن زیاد یہ سب سن کر غضب ناک ہو گیا۔ اور اس نے حکم دیا کہ ان کو محل سے نیچے گرا دیا جائے۔ چنانچہ ان کو ابن زیاد کے حکم پر محل کی چھت سے نیچے گرا دیا گیا ان کی ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں۔ اور وہ جام شہادت نوش کر گئے۔

(البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۱۸، تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۸۵)

حضرت امام پاک کی...... عبداللہ بن مطیع سے ملاقات

حضرت امام پاک رضی اللہ عنہ کوفہ کی جانب رواں دواں تھے کہ وادی رملہ میں پہنچے وہاں ایک چشمے کے قریب آپ رضی اللہ عنہ کی ملاقات عبداللہ بن مطیع عدوی رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ جب عبداللہ بن مطیع نے آپ کو دیکھا تو سلام کیا اور عرض کیا:

''اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ یہاں کیسے تشریف لائے؟''

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب دیا اور اپنی تشریف آوری کے اسباب بتائے اور بتایا کہ

''میں اہل کوفہ کی دعوت پر کوفہ جا رہا ہوں تاکہ علَمِ حق کو بلند کیا جائے اور ظلم کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔''

عبداللہ بن مطیع رضی اللہ عنہ نے جب حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو عرض کیا:

''میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں، آپ کو حرمت اسلام، حرمت رسول اللہ ﷺ کا واسطہ، آپ کو حرمت عرب کا واسطہ کہ آپ رضی اللہ عنہ اپنا ارادہ ملتوی کر دیں اور کوفہ نہ جائیں کہ وہاں آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا جائے گا۔''

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''ہمیں وہی مصیبت پہنچے گی جو اللہ عزوجل نے ہماری تقدیر میں لکھ دی ہے۔'' (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۸۵، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۳۳)

حضرت ہانی اور حضرت مسلم کی شہادت کی خبر آ گئی

حسینی قافلہ حالات سے بے خبر کوفہ کی طرف بڑھ رہا تھا۔ راستے میں ایک مقام ثعلبیہ آیا اس جگہ پر آپ کو حضرت ہانی اور حضرت مسلم کی شہادت کی خبر ملی۔

بنواسد کے دو شخص عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل الاسدی جو کہ حج بیت اللہ کے لیے گئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم حج سے فارغ ہوئے تو ہم نے ارادہ کیا کہ ہم حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ سے جا ملیں۔ اور اس بات سے آگاہ ہوں کہ کیا معاملہ پیش آیا۔ چنانچہ مقامِ زرود پر ہماری ملاقات ایک کوفی سے ہوئی۔ اس کا تعلق بنی اسد سے تھا۔ ہم نے چاہا کہ اس سے کوفہ کے حالات دریافت کیے جائیں تو اس شخص نے بتایا کہ

''خدا کی قسم! ابھی میں کوفہ سے نہ نکلا تھا کہ مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ لوگ انہیں ٹانگوں سے پکڑ کر بازاروں میں گھسیٹ رہے تھے۔''

عبداللہ بن سلیم اور مذری بن مشمعل الاسدی کہتے ہیں کہ ہم نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کی اور آپ کو مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کی شہادت کی خبر

دی۔ تو آپ نے کئی مرتبہ پڑھا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ○

ہم نے عرض کیا:

''ہم آپ کو خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہ آپ اپنی اور اپنے گھر والوں کی فکر کریں۔ اور کوفہ نہ جائیں۔''

آپ نے فرمایا: ''اب ان کے بعد زندگی کا کوئی مزا نہ رہا۔'' تو آپ کے بعض ساتھیوں نے کہا:

''خدا کی قسم! آپ ابن عقیل کی طرح نہیں ہیں۔ جوں ہی آپ کوفہ تشریف لے جائیں گے اور لوگ آپ کو دیکھیں گے سب آپ کے ساتھ ہو جائیں گے۔''

''یہ بات سن کر بنو عقیل سب کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ واللہ ہم مسلم بن عقیل کا انتقام لیں گے یا انہیں کی طرح جام شہادت نوش کریں گے۔''

اور پھر جس جس وادی سے حسینی قافلہ گزرتا لوگ آپ کے ساتھ چلنے لگے۔ ان کا خیال تھا کہ شاید آپ کسی ایسی جگہ جا رہے ہیں جہاں لوگ آپ کے مطیع ہو چکے ہیں۔ مقام زرود یا مقام زبالہ پر پہنچ کر آپ کو اپنے قاصد کی شہادت کی خبر مل گئی۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۸۷)

امام عالی مقام نے...... اجلاس بلا لیا

جب امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھیوں کی شہادت کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے معززین اور وفاداروں کو اکٹھا کیا اور فوری اجلاس بلایا تا کہ مشاورت کے بعد اہم فیصلہ کیا جائے کہ آگے کیا کرنا ہے۔

علامہ دائم اس اجلاس کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں۔

ے وڈی شان والے اِک چھوٹی جیہی کونسل منعقد فرمان لگے
کول سد کے نکیاں وڈیاں نوں نکتہ حق حسین سنان لگے
مینوں دیہو اجازتاں اللہ اللہ تسی ہون کاہنوں پریشان لگے
مین تے جذبہ ایثار دے نال پُر پُر جھلن عشق دے تیر طوفان لگے
میرے نال یزید دی دشمنی اے تسی مجھ کارن مار کھان لگے
مینوں چھڈ اکلیاں جاؤ سبھے میرے لئی کیوں ہون ویران لگے
ویر ویریاں دا صرف نال میرے میری جان تے ظلم کمان لگے
اللہ جان دا وچہ میدان خونی فقط ہون میرے امتحان لگے
میری طرفوں اجازتاں ساریاں نوں کیوں جان کے جان گوان لگے
چھم چھم اکھیوں نیر روان دائم سارے سن دیاں ہون قربان لگے

حضرت علی اکبر کی گزارش

ے علی اکبر نے اُٹھ کے عرض کیتی پرت جاؤ فرماوندے ہو ساریاں نوں
اے پر گل اک دسو سرکار پہلے اساں ورد فراق دے ماریاں نوں
اسی حق تے ہاں یا نہ قبلہ دسو کھول کے صاف دکھیاریاں نوں
جیکر حق تے ہاں تے پرتیئے کیوں اساں ویکھناں چل نظاریاں نوں
اسیں ہاشمی شیر غیور غازی چھڈ بیٹھے ہاں فکراں ساریاں نوں
دھرت لرزدی رہے گی تیک محشر رہسی تھر تھر سدا ستاریاں نوں
سن کے گل حسین خاموش ہو گئے آفرین اے یار پیاریاں نوں
ہمت صبر اے ختم سادات اُتے سو سو مرحبا سب کجھ واریاں نوں

شہادتِ حضرت مسلم کے صدمے سے...... معصوم بچی کی حالت زار

امام پاک علیہ السلام سارا دن شہادتِ مسلم کے غم میں بے چین رہے۔ شام کے وقت حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی معصوم بچی امام پاک رضی اللہ عنہ کے پاس آئی تو آپ نے اس بچی کو گود میں اٹھالیا۔ اور فرمانے لگے:

لیا گودی میں اٹھ کر شاہ نے معصوم بچی کو
بڑی شفقت سے بہلانے لگے مظلوم بچی کو

کہا بچی! خدا شاہد بڑا صدمہ اٹھایا ہے
مری ننھی سی بیٹی نے جگر شیروں کا پایا ہے

مری مسلم دلاری اکبر علیہ السلام و اصغر علیہ السلام سے کیا کم ہے؟
میرے ہوتے ہوئے بیٹا! تجھے کس بات کا غم ہے

ننھی معصوم بچی کو باپ کی شہادت کا علم نہ تھا۔ امام پاک علیہ السلام کی شفقت کو وہ سمجھ نہ سکی۔ اور جب اس نے امام پاک کی آنکھوں میں آنسو دیکھے تو بولی چچا ابا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا ہوا ہے؟

بھلا ہم نے وہ ایسا کون سا صدمہ اٹھایا ہے
ہمیں تو محترم بابا نے کوفہ میں بلایا ہے

سو دیکھو جا رہے ہم ملیں گے اپنے بابا سے
کہانی پاک مریم کی سنیں گے اپنے بابا سے

کھلونے تو بہت ہوں گے، وہاں ہم اور لے لیں گے
محمد اور ابراہیم سے جی بھر کے کھیلیں گے

ننھی معصوم بچی کی یہ باتیں سن کر امام عالی مقام نے اس کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ اور فرمایا: بیٹی! ابھی تم عمر میں چھوٹی ہو تجھے معلوم نہیں یتیمی کا اثر کیا ہوتا ہے۔

اور فرمایا:

؎ تیری موہوم امیدوں کا سورج ڈھل گیا بیٹی
ترے معصوم ارمانوں کا گلشن جل گیا بیٹی

ترے ابا تو میدان میں بازی لے گئے ہم سے
انہیں اب کیا ہمارے رنج وغم سے حزن پیہم سے

امام عالی مقام کی یہ بات سنتے ہی ننھی شہزادی سسکیاں لے کر رونے لگی اور آپ نے فرمایا:

؎ ارے رونے لگی! نہ رو بابا کو ڈھونڈیں گے
جہاں یہ تینوں جا پہنچے وہاں ہم بھی تو پہنچیں گے

صبح ہونے دے ہم ڈھونڈیں مل کر تیرے بابا کو
کہ ہم نے خواب میں دیکھا ہے اکثر تیرے بابا کو

یونہی روتے رُلاتے شب کو آخر سو گئی بچی
پدر کو ڈھونڈنے کی آرزو میں کھو گئی بچی

(شاہنامہ حسین: ص:۱۹۴-۱۹۵)

پیارے حسین کی...... پیاری شفقتیں

حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی ننھی شہزادی کو جب اپنے باپ کی شہادت کا علم ہوا تو امام حسین رضی اللہ عنہ شفقتوں کے پیکر بن کر اس بچی کو گلے سے لگانے لگے...... اس کے سر کو بوسہ دیا...... اور فرمایا! بیٹی آج سے تیرا باپ میں ہوں...... تیری ماں شہر بانو ہے...... اور تیرے بھائی اکبر اور اصغر ہیں...... ننھی معصوم بچی سمجھ گئی کہ باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا ہے...... بھائی ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئے ہیں......

علامہ دائم فرماتے ہیں:

میں قربان حسین جوان اتوں بڑے صبر تھیں رات گزار دے نے
ہوئی صبح نماز ادا کر کے نیچے ویکھ دے رنگ ستار دے نے
بچی مسلم دی نوں لا کے نال سینے سر تے پھیر دے ہتھ پیار دے نے
معصومیت بیکسی تے ویکھ غربت دے دے درد تھیں خون گزار دے نے
میرے چاچا جی، ابا دی خیر تے ہے کوئی پتے آئے وفادار دے نے
سینے گھٹ معصوم نوں کہن لگے بچی خیر اے فضل غفار دے نے
نیں ہاں باپ تیرا ایہ ویر تیرے بچی سمجھ گئی لا سدھار دے نے
نکلی چیخ تے لپٹ گئی نال قدماں دے دے دھندے مثل نثار دے نے
مینوں چاچا جی گل معلوم ہو گئی وقت ختم ہوئے انتظار دے نے
میرے ویرن تے ابا شہید ہو گئے پہنچ گئے اندر جنت زار دے نے

حضرت عبداللہ بن بقطر کی شہادت

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ ثعلبیہ کے مقام سے روانہ ہوئے تو ان کو مقام زبالہ پر پہنچتے ہی اپنے رضاعی بھائی کی شہادت کی خبر مل گئی۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن بقطر کو حضرت مسلم رضی اللہ عنہ کی خبر لینے کے لیے بھیجا تھا کہ راستے میں حصین بن نمیر کے سپاہیوں نے ان کو گرفتار کر لیا اور ابن زیاد کے پاس لے گئے۔ جہاں دارالامارت کی چھت سے نیچے گرا کر آپ کو شہید کر دیا گیا۔

خطاب حسین

حضرت عبداللہ بن بقطر کی شہادت کی خبر ملنے کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو جمع کیا اور خطاب کیا کہ:

''امابعد! مجھے ابھی ایک افسوس ناک خبر ملی ہے کہ حضرت عبداللہ بن

بقطر رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا ہے۔ اور حضرت مسلم بن عقیل اور حضرت ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہم کے بعد انہیں بھی ناحق شہید کیا گیا۔ اہل کوفہ نے مجھ سے وفاداری کا عہد کیا تھا۔ وہ اپنا عہد توڑ چکے ہیں۔ اور انہوں نے ہماری حمایت سے انکار کر دیا ہے۔ چنانچہ میں تمہیں اختیار دیتا ہوں کہ تم میں سے جو بھی واپس لوٹنا چاہتا ہے وہ چلا جائے اور میں نے اپنا ذمہ تم سے اٹھالیا اور مجھے تم سے کوئی شکوہ نہ ہوگا۔‘‘

امام حسین رضی اللہ عنہ کے خطاب کے بعد لوگ وہاں سے منتشر ہو گئے اور وہاں صرف وہی لوگ رہ گئے جو مدینہ منورہ سے آپ کے ساتھ آئے تھے۔ اور جو جانثار مکہ سے آپ کے ساتھ ملے تھے۔ جو لوگ راستے سے لشکر میں شامل ہوئے تھے۔ وہ سب منتشر ہو گئے۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۸۷تا۱۸۸، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۴)

باب نمبر 6

واقعاتِ کربلا

باطل کی پھیلتی ہوئی ظلمت کو دیکھ کر
صدق و صفا کا دیپ جلایا حسین نے

خوشنودی و رضائے الٰہی کے واسطے
سرمایۂ حیات لٹایا حسین نے

فتنے جو سر اٹھا کے بڑھے دین کی طرف
مردانہ وار ان کو دبایا حسین نے

خاندانِ اہل بیت......
اپنی منزل کی طرف رواں دواں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور خاندانِ اہل بیت رضی اللہ عنہم منزل بہ منزل آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے...... محرم الحرام ۶۱ ہجری کا آغاز ہو چکا تھا...... جب حسینی قافلہ مقامِ شرف پر پہنچا تو وہاں قیام فرمایا...... یہ وہ مقام تھا جہاں سے عراق کی سرحد شروع ہوتی تھی...... آپ نے لشکر کو حکم دیا کہ وہ اپنی مشکیں پانی سے بھر لیں...... مشکیں پانی سے بھرنے کے بعد لشکر اس مقام سے آگے بڑھا...... ان کا گزر ایک بیابان سے ہوا...... دوپہر کا وقت تھا...... ایک شخص نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ اللہ اکبر کس نے کہا ہے؟...... اس شخص نے کہا حضور میں نے یہاں خرمے کے درخت دیکھے ہیں...... یہ سنتے ہی بنو اسد کے دو لوگ جو راستے میں لشکر حسینی میں شامل ہوئے تھے کہنے لگے اس سے پہلے ہم نے یہاں خرمے کبھی نہیں دیکھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی ایسی جگہ ہے جہاں قیام کیا جا سکے؟ انہوں نے عرض کیا: آپ رضی اللہ عنہ کے پہلو کے سامنے ذو حسم ہے اور آپ یہاں سے بائیں جانب مڑ کر چلیں اور یزید کے لشکر سے پہلے اس مقام پر پہنچ جائیں تو یہ ہماری بڑی کامیابی ہوگی۔

چنانچہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کو چلنے کا حکم دیا اور ذوحسم پہنچے جہاں پہنچ کر آپ رضی اللہ عنہ نے لشکر کو قیام کرنے کا حکم دیا۔

(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۸۹، البدایہ والنہایہ:۸/۲۲۳، تاریخ ابن خلدون:۲/۵۲۴)

لشکر حر کی آمد

حصین بن نمیر نے اپنے جاسوس لشکر حسینی کے پیچھے لگا رکھے تھے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جہاں بھی قیام فرماتے تھے اس بات کی خبر حصین بن نمیر کو مل جاتی تھی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اپنے لشکر کو ذوحسم کے مقام پر قیام کرنے کا حکم دیا تو حصین بن نمیر نے حر بن یزید تمیمی کی سربراہی میں ایک ہزار سواروں پر مشتمل لشکر بھیج دیا تاکہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو عراق کی حدود میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

جب حر بن یزید تمیمی دوپہر کے وقت اپنے لشکر کے ہمراہ ذوحسم پہنچا اور اس نے اپنے لشکر کو لشکر حسینی رضی اللہ عنہم کے مقابلے کے لیے سامنے کھڑا کر دیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر اپنے لشکر کو حکم دیا کہ تمام ساتھیوں کو پانی پلایا جائے اور گھوڑوں کی پیاس بجھائی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا تمام جوانوں نے پانی پیا اور گھوڑوں کو بھی سیراب کیا گیا۔

دونوں لشکر ایک دوسرے کے مدمقابل کھڑے تھے مگر کسی نے کسی کو کچھ نہ کہا۔ نماز ظہر کا وقت ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے حجاج بن مسروف جعفی کو اذان کا حکم دیا۔ انہوں نے اذان کہی تو آپ رضی اللہ عنہ نے حر اور اس کے لشکر کو مخاطب کیا اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

"اما بعد! میں از خود تمہاری طرف نہیں آیا بلکہ مجھے تم نے خطوط بھیج کر بلایا ہے اور تم نے کہا تھا کہ ہمارا کوئی امام نہیں ہے ہماری راہنمائی فرمائیں۔ اب جب میں آ گیا ہوں تو تمہیں میرا آنا ناگوار گزر رہا ہے۔

میں اپنی منزل کی جانب واپس لوٹ جاتا ہوں۔"

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے خطاب کو سن کر حر اور اس کے لشکر نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے امامت کروائی۔

ملی بانگ نمازیاں وضو کیتے کھلیاں صفاں حسین امام پچھے
حر ابن ریاحی سن لشکراں دے کھلے ادب تھیں مثل غلام پچھے
قبلہ رو ہو کے بدھے ہتھ سارے ادبوں مقتدی ہوئے شام پچھے
بخشے گئے خلوص تھیں جہاں نیتی شاہ حسین علیہ السلام پچھے
پڑھی امام حق نے قرأت ایسی ہو گئے وجد ملوک الکلام پچھے
محمد ذات امام سبحان اللہ اکھیں کھولیاں پھیر سلام پچھے
کدی جے ایسا امام حق دا چلیا ہون قربان اسلام پچھے
اس ایمان پچھے تے قرآن پچھے اللہ پچھے محمد دے نام پچھے
اج کل دے ملاں نعوذ باللہ مر گئے نے عیش و آرام پچھے
لمبی تسبیح تے گوشہ نشین راہب سجدے کردے نے شیریں طعام پچھے
لک دے پھرن جہاد دے وقت بزدل علم ویچدے نان حرام پچھے
اُلٹے مسئلے سنا کے چڑھدے گڈی خلقت ہوئے اپنی دھوم دھام پچھے

حر اور اس کے لشکر نے بھی نماز ظہر ادا کی اور پھر دونوں لشکر اپنے اپنے خیموں کو لوٹ گئے۔ پھر نمازِ عصر کا وقت ہوا۔ اذانِ عصر ہوئی۔ حر کے لشکر نے ایک بار پھر امام حسین رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے درج ذیل خطبہ دیا۔

"اے لوگو! اگر تمہیں کچھ خوفِ خدا ہے تو پھر حق کو پہچانو۔ یہ بات اللہ عزوجل کی رضا کے لئے ہے۔ آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسلامی نظام کی بدولت

ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو اپنے دعویٰ میں غلط اور ظالم ہیں۔تم
لوگوں نے اپنے خطوط اور قاصدوں کے ذریعے مجھے بلایا اگر تم اس کے
مخالف ہو تو میں لوٹ جاتا ہوں۔''

اول حمد ثنائے خدائے واحد سمجھے حکمتاں رب غفار دیاں
کل مرسلاں تھیں شاناں اُچیاں نے میرے نانے رسول مختار دیاں
چھوٹی عمر وچہ یاد اے کاندھیاں تے موجاں لینیاں مہر پیار دیاں
تاجدار مدینہ حضور اکرم سیراں کیتیاں عرشوں پر دیاں
اس تھیں بعد کلمہ پڑھن والیاں ہو گلاں سنو دو میریاں کار دیاں
کج پتہ جے کون مکان اے ایہ رسماں یاد جے عرش مینار دیاں
ایتھے سدا نہ بیلیو بیٹھ رہنا فانی رونقاں ایس بازار دیاں
اُتھے ہو چکے لکھاں کاریاں دے گئی صفاں گیاں آہیں ماردیاں
کھیل خوشی تماشڑے موج میلے کوڑ بازیاں کوڑ سنسار دیاں
ایہ مادی آبادی اے بربادی نت سنگتاں بازیاں ہار دیاں
انت خاک اے خاک آبادنگری خاکاں خاک وچہ سچ کھلار دیاں
اللہ نبی تھیں ڈور فلاح پاؤ لاجاں رکھ لیو قول اقرار دیاں
نیکی زہد دا کرو تحفہ میراں جنبش ہون گلزار دیاں
جیکر عہد و پیمان تے رہو ثابت کوفے آون رُتاں بہار دیاں
میں بتے تساندا سدیا آیا ہاں لیکے سنگتاں خویش پروار دیاں
رہے انت نہ خطاں تے قاصداندے گھڑیاں ختم ہویاں انتظار دیاں
نہیں تے شہر مدینے نوں پرت جاواں واگاں موڑ کے پچھاں قطار دیاں
دائم راز بھریاں گلاں ہین کھریاں ذکی ولی دانائے اسرار دیاں

جب حر نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ سنا تو جواب دیا کہ:

''مجھے ان خطوط کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔''

سنی تقریر سب یہ آپ کی جب اہل لشکر نے
کھڑے ہو کر کہا تعظیم سے حر سے دلاور نے

نہ ہم نے کوئی خط بھیجا نہ اصلاح نامہ بر بھیجا
دیا سرکار کو دھوکہ کسی نے خط اگر بھیجا

یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے کوفہ اور بصرہ کے عمائدین کے خطوط منگوا کر حر کو دکھائے۔

حر نے عرض کیا:

''میں ابن زیاد کے حکم کا پابند ہوں اور اس نے آپ کے قافلہ کو پکڑ کر اس کے سامنے پیش کرنے کا حکم دیا ہے۔ میرے لشکر نے آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ میرے ساتھ چلیں یا پھر کوئی اور راستہ اختیار کر لیں۔''

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے حر کی بات سنی تو فرمایا:

''تمہاری موت نزدیک ہے۔''

پھر اپنے ساتھیوں کو وہاں سے کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور اس موقع پر حر نے مزاحمت کی۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تیری ماں تجھ پر روئے تو کیا چاہتا ہے؟''

حر بن یزید تمیمی بولا:

''اگر کوئی اور ہوتا تو اللہ کی قسم میں بھی اسے بددعا دیتا مگر میں آپ رضی اللہ عنہ

کی والدہ کا ذکر عمدہ الفاظ میں کرتا ہوں۔"

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اس کی بات سن کر فرمایا: "تو کیا چاہتا ہے؟"

حر نے جواب دیا:

کہا حر نے دغا دی کوفیوں نے آپ کو مل کر
مگر یہ حکمِ حاکم ہے ہمیں اے سبطِ پیغمبر
یہاں سے آپ کو ہم تا عبیداللہ لے جائیں
ہوئے مامور ہیں جس کام پر اس کو بجا لائیں
حصین ابن نمیر اک افسر اعلیٰ ہمارا ہے
اسی کے حکم سے لشکر یہاں ہم نے اتارا ہے
یزیدِ شام کو بہتر تو یہ ہے آپ خط لکھیں
یہاں سے عاملِ کوفہ کو ہم عرضی جلا بھیجیں
اجازت دونوں درباروں سے ممکن ہے کہ آجائے
ارادہ دوسری جانب سفر کا پھر کیا جائے

"مجھے یہی حکم ملا ہے کہ میں آپ کو ابن زیاد کے پاس لے چلوں۔"

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔"

حر نے کہا:

"میں بھی آپ کو یہاں سے ہرگز کہیں اور نہیں جانے دوں گا۔"

جب امام حسین رضی اللہ عنہ اور حر بن یزید تمیمی میں بحث طول پکڑ گئی تو حر نے بات یہ کہہ کر ختم کی کہ

"مجھے آپ سے لڑنے کا حکم نہیں ہے بلکہ آپ رضی اللہ عنہ کے کوفہ پہنچنے تک

آپ کے ساتھ رہنے کا حکم ہے۔ اگر آپ نے کوفہ نہیں جانا تو پھر مدینہ واپس لوٹ جائیں یہی انصاف ہے۔ اور میں ابن زیاد سے ان خطوط کے بارے میں دریافت کروں گا اور اس کی رائے معلوم کروں گا۔"

حر لشکروں ہو الگ آکھے میری عرض سنو ذیشان حضرت
تسی آپ اُچے بیٹے اچیاں دے اُچا آپ دا اے خاندان حضرت
در تساں دے فلک دے ملک چاکر گھر تساں دے آیا قرآن حضرت
میں ہاں کون تے میری اے کی ہستی پر مجبور ہاں نال ایمان حضرت
تھوڑی دور چلو میرے لگ اگے مولا مشکلاں کرے آسان حضرت
راتیں جدوں میرا لشکر سو جاسی میٹھی نیند دے نشے غلطان حضرت
راتیں ہوو ساں اسی الگ سارے کرنی تساں الگ گزران حضرت
اہل بیت اطہار نوں نال لے کے جدھر چاہو ہو جاؤ روان حضرت
فجری ڈھونڈ میں کوفے نوں پرت جاساں فضل کرے گا رب رحمان حضرت
میں بھی ہوساں حکومت دے موہوں سچا رہی تسی بھی امن امان حضرت
ہوندے وس نہ کراں گا بے ادبی اتے کراں گا جان قربان حضرت
ابن علی بس آپ دی گلی جنت داراں اوستوں باغ جنان حضرت
حر دی بات حسین پسند کیتی ہوئے دلوں جانوں مہربان حضرت
دائم جاگوا اے جاگ رات ساری پڑھدے رہے سورہ رحمٰن حضرت

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اس کی بات کو معقول جانا اور اپنا قافلہ لے کر قادسیہ اور عذیب کے راستہ سے بائیں طرف مڑ گئے۔ اس دوران حر بن یزید تمیمی اپنے لشکر کے ساتھ چلتا رہا۔

(تاریخ طبری: ۴/حصہ اول: ۱۸۹ تا ۱۹۱، تاریخ ابن خلدون: ۲/۵۲۴ تا ۵۲۶، البدایہ والنہایہ: ۸/۲۲۳ تا ۲۲۴)

امام عالی مقام کا...... مقام بیضہ پر خطاب

جب امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے لشکر کے ہمراہ ذو حشم سے روانہ ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ مقامِ بیضہ پر پہنچے۔ تو اس مقام پر آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے دشمنوں اور دوستوں سب کو اجتماعی خطبہ دیا یہ خطبہ اس مقام پر کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔

''امابعد! فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جو شخص ایسے حاکم کو دیکھے جو ظالم ہو...... حرام کو حلال کرتا ہو...... اللہ کے عہد کو توڑتا ہو...... سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت ورزی کرتا ہو...... خدا کے بندوں پر ظلم کرتا ہو...... سرکشی سے حکومت کرتا ہواور اپنے قول وفعل سے اس کی مخالفت بھی نہ کرتا ہوتو اللہ پر حق ہے کہ اس بادشاہ کو دوزخ میں ڈال دے۔

پھر فرمایا:

لوگو! خبردار ہو جاؤ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت کر لی ہے...... رحمٰن سے سرکشی کر لی ہے...... ملک میں فتنہ فساد پھیلا دیا ہے...... شرعی حدود کو معطل کر دیا ہے...... مال غنیمت کو اپنے لیے مخصوص کر لیا ہے...... خدا کے حرام کو حلال اور حلال کو حرام ٹھہرا دیا ہے...... اس قسم کی صورتحال میں سب سے زیادہ مجھ پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ میں ان کی اصلاح کی کوشش کروں...... میرے پاس تمہارے قاصد پہنچے...... اور خطوط آئے کہ تم نے میری بیعت کر لی ہے اور تم مجھے بے یارومددگار نہ چھوڑو گے۔

اگر تم اس بیعت پر قائم رہو تو راہِ راست کو پہنچو گے...... میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیّدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بیٹا ہوں...... میں نواسہ رسول ہوں...... میری جان تمہاری جان کے ساتھ ہے...... میرے بال بچے

تمہارے بال بچوں کے ساتھ ہیں......میری شخصیت تم لوگوں کے لیے نمونہ ہے......

اگر تم ایسا نہ کرو گے اور اپنی بیعت کو توڑ دو گے تو اللہ عزوجل کی قسم! یہ بھی تمہاری ذات سے بعید اور تعجب انگیز نہ ہوگا۔ تم اس سے پہلے میرے باپ، میرے بھائی، اور میرے ابن عم مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایسا کر چکے ہو۔ جس نے بھی تم پہ بھروسہ کیا وہ تمہارے دھوکے میں آیا۔ تم نے اپنے فعل سے بری مثال قائم کی۔ تم نے اپنے حصے کو ضائع کر دیا۔ جو شخص عہد توڑتا ہے وہ اپنے ہاتھ سے اپنا نقصان کرتا ہے۔ عنقریب مجھے اللہ تمہاری مدد سے بے نیاز کر دے گا۔''

حر نے جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی یہ تقریر سنی تو کہنے لگا:

''میں آپ کو اللہ عزوجل کا خوف دلاتا ہوں اور اگر آپ رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تو آپ رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے جائیں گے۔''

امام دوسرا کو حُر کی باتوں پر جلال آیا
رگیں جُنبش میں آئیں خونِ حیدر میں اُبال آیا

کہا حر سے میں شیر ہاشمی ہوں مردِ میدان ہوں
بظاہر لاکھ میں میدان میں بے ساز وسامان ہوں
خدا کے شیر کا بیٹا ہوں یہ معلوم ہے تجھ کو
نہیں ہمت کا میں بیٹا ہوں یہ معلوم ہے تجھ کو
ابو طالب کا میں پوتا ہوں یہ بس جانتا ہے تو
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نواسہ ہوں مجھے پہچانتا ہے تو

ارے نادان حُر کیا موت سے مجھ کو ڈراتا ہے
قدم راہِ جہادِ حق سے میرا جگمگاتا ہے

نگاہِ حسین میں وہ ہیبت پنہاں نظر آئی
کہ حُر کو سامنے تیغ اجل عرباں نظر آئی

غم و غصے کی حالت میں سفر کا عزم فرمایا
جلالِ ہاشمی کو دیکھ کر حُر دل میں گھبرایا

قدم راہِ جہادِ حق سے اب تو ہٹ نہیں سکتا
لکھا جو دستِ قدرت کا ہے اب وہ کٹ نہیں سکتا

نہیں ہٹتے مجاہد جب قدم میداں میں دھرتے ہیں
خدا سے ڈرنے والے کب بھلا لشکر سے ڈرتے ہیں

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تو مجھے موت سے ڈراتا ہے؟ تم اپنی شقاوت میں اس حد تک پہنچ گئے ہو کہ مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔ میں نہیں جانتا کہ میں تمہیں کیا جواب دوں مگر میں صرف وہی جواب دوں گا جو اوس کے چچازاد بھائیوں نے اس وقت دیا تھا جب وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو جا رہے تھے۔ اوس نے کہا تھا تم کہاں جا رہے ہو؟ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کو جا رہے ہو تو تم قتل کر دیئے جاؤ گے۔ تو ان میں سے ایک نے جواب دیا۔

سَأَمْضِیْ وَمَا بِالْمَوْتِ عَارٌ عَلَی الْفَتٰی
اِذَا مَا نَوٰی خَیْرًا وَجَاهَدَ مُسْلِمًا

وَوَاسٰی رِجَالاً صَالِحِیْنَ بِنَفْسِهٖ
وَخَالَفَ مَثْبُوْرًا وَفَارَقَ مُجْرِمًا

فَاِنْ عِشْتُ لَمْ اَنْدَمْ وَاِنْ مِتُّ لَمْ اُلَمْ
کَفٰی بِکَ ذُلًّا اَنْ تَعِیْشَ وَتُرْغَمَا

۱- میں عنقریب روانہ ہو جاؤں گا اور موت جواں مرد کے لیے عار نہیں جب اس کی نیت ٹھیک ہو اور وہ اسلام کی راہ میں جہاد کرنے والا ہو۔

۲- اور جب وہ جان دے کر نیک لوگوں کا مددگار بنے ملعون اور مجرم کی علیحدگی اختیار کرے۔

۳- اگر میں زندہ رہا تو کچھ ندامت نہ ہوگی اور اگر مر گیا تو کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ ہاں تیرے لیے ذلت ہی ذلت ہے خواہ تو نہایت عیش و آرام کی زندگی بسر کرے۔ (تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۹۱تا۱۹۲)

طرماح ابن عدی کی بارگاہِ حسین میں حاضری

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا لشکر آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ ''عذیب الہجانات'' کے مقام پر پہنچا تو طرماح ابن عدی چار گھڑ سواروں کے ہمراہ آ رہا تھا۔ وہ کوفہ کی خبر لے کر آ رہا تھا۔ اور یہ اشعار پڑھ رہا تھا جن کا ترجمہ یہ ہے:

''اے میری اونٹنی! تو طلوعِ فجر سے قبل ہی ہمت سے چل کھڑی ہو۔
اچھے مسافروں کو اچھے سفر پر لے چل، یہاں تک کہ وہ عمدہ نسب والے تک پہنچ جائیں جو عالی مرتبت اور سخاوت و فیاضی میں کشادہ دل ہیں۔
اللہ عزوجل ان کو ایک کارِ خیر کے لیے لایا ہے اور اللہ عزوجل ان کو رہتی دنیا تک باقی و سلامت رکھے۔
اللہ عزوجل کی قسم! بلاشبہ مجھے امید ہے اللہ عزوجل نے ہمارے ساتھ جو کچھ چاہا یہ اس میں ہمارے قتل ہونے یا غالب ہونے میں خیر ہی خیر ہے۔''

جب حر بن یزید تمیمی نے ان گھڑسواروں کو دیکھا تو کہا کہ

''یہ اہل کوفہ ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں میں سے نہیں ہیں اس لیے میں انہیں گرفتار کر کے واپس کوفہ بھیج دوں گا۔''

امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ

''اب یہ یہاں ہمارے پاس پہنچ چکے ہیں۔ اس لیے ان کی حفاظت کا ذمہ ہم پر ہے۔ چاہے اس کے لیے میری جان کیوں نہ چلی جائے اب یہ میرے انصار کے گروہ میں سے ہیں۔''

جب حر بن یزید تمیمی نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سخت لہجہ دیکھا تو خاموش ہو گیا۔

پھر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے طرماح بن عدی اور اس کے ساتھیوں سے کوفہ کے حالات کے بارے میں پوچھا تو ان میں سے ایک نے کہا:

''کوفہ کے امراء کو لالچ دے دیا گیا ہے وہ لوگ لالچ میں آ کر یزید کے ساتھ ہو گئے ہیں اور آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اہل کوفہ کے دل تو آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں آپ کے ساتھ نہیں ہیں۔''

جب امام حسین رضی اللہ عنہ نے قیس بن مسہر کا حال پوچھا تو بتایا گیا کہ

''ان کو بھی شہید کر دیا گیا ہے۔''

حضرت قیس رضی اللہ عنہ کی شہادت کا علم ہوتے ہی آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَ مِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا ۝

(پ:۲۱، الاحزاب:۲۳)

''ان میں سے بعض نے اپنا عہد پورا کیا اور بعض انتظار میں ہیں کہ کب انہیں موقع ملے اور وہ بھی راہِ خدا میں اپنی جان پیش کریں اور ان کے

ایمان میں کچھ تبدیلی نہیں آئی۔“

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَنَا وَلَھُمُ الْجَنَّۃَ نُزُلًا وَاجْمَعْ بَیْنَنَا وَبَیْنَھُمْ فِیْ مُسْتَقَرٍّ مِنْ رَحْمَتِكَ .

”اے اللہ! ہمیں اور ان کو جنت بطورِ نعمت عطا فرما اور ہمیں اور ان کو اپنی رحمت کے مستقر میں جمع فرما۔“

طرماح کا......امام پاک کو مشورہ

طرماح بن عدی نے حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے مشورہ دیا:

اب حالات انتہائی نازک صورت اختیار کر چکے ہیں اور آپ کے ساتھ کوئی قوت یا جماعت نظر نہیں آتی۔ دشمن کی ایک کثیر تعداد آپ کے مقابلے کے لیے جمع ہے۔ اور آپ کے ساتھ تمام افراد جنگ کی غرض سے نہیں آئے۔ اگر آپ کے ساتھ جنگ کے لیے اگر حر کا موجودہ لشکر بھی ہو تو یہ بھی کافی ہے مگر میں کوفہ میں لوگوں کا ایک جم غفیر دیکھ کر آرہا ہوں۔ جو سب مسلح ہیں۔ اس سے پہلے میں نے جنگ کے کسی میدان میں لوگوں کا اتنا بڑا لشکر نہیں دیکھا۔

میں آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ ایک قدم بھی کوفہ کی جانب نہ بڑھائیں۔ آپ میرے ساتھ ”آجا“ پہاڑ پر چلیں وہاں قیام کریں یہ پہاڑ ایسا ہے جہاں ہم نے غسانی اور حمیری بادشاہوں نعمان بن منذر اور تمام ابیض احمر کو روکا ہے۔ وہاں کوئی آپ کو اپنا مطیع نہیں کر سکے گا۔ میں کوہ آجا و سلمٰی کے لوگوں تک آپ کی دعوت پہنچاؤں گا۔ اور اللہ عزوجل کی قسم! دس دن کے اندر ہم ایک بڑا لشکر تیار کر لیں گے جو آپ کے ساتھ شجاعت اور تیغ زنی کے جوہر دکھائیں گے۔ جب تک ان میں سے ایک بھی زندہ رہے گا کسی دشمن کو آپ کے قریب نہیں آنے دے گا۔

جواب حسین

طرماح بن عدی کا مشورہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ:

''خدا تمہیں اور تمہاری قوم کو اس نیک نیتی کی جزائے خیر عطا فرمائے مگر میں ان سے ایک عہد کر چکا ہوں اور ہم اس عہد سے منہ نہیں موڑیں گے۔ اور میں نہیں جانتا کہ ہمارا انجام کیا ہوگا اور حالات کیا صورت اختیار کریں گے۔''

(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۹۲تا۱۹۴، البدایہ والنہایہ:۸/۲۲۴تا۲۲۵، تاریخ ابن خلدون:۲/۵۲۶)

طرماح......کوفے چلے جاتے ہیں

طرماح بن عدی نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا جواب سن کر کوفہ جانے کی اجازت طلب کی اور کہا کہ:

''اللہ عزوجل آپ رضی اللہ عنہ کو اور آپ رضی اللہ عنہ کے جانثاروں کو جن وانس کی شرارت سے محفوظ فرمائے۔ میں کوفہ جاتا ہوں اور اپنے اہل وعیال کے لیے غلے اور کچھ خرچ کا انتظام کرتا ہوں اور پھر انشاء اللہ بہت جلد آپ رضی اللہ عنہ کے پاس واپس لوٹوں گا اور آپ مجھے اپنے جانثاروں میں پائیں گے۔''

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے طرماح بن عدی کو فرمایا:

''اگر تیرا ارادہ نیک نیتی کا ہے تو پھر جلدی واپس لوٹنا۔''

طرماح بن عدی کہتے ہیں کہ میں کوفہ میں لوٹا اور اپنے اہل وعیال کے لیے غلے اور خرچ کا انتظام کیا اور انہیں اپنے ارادے کی خبر دی، پھر جب میں ان سب سے فراغت کے بعد عذیب الہجانات پہنچا تو سماعہ بن بدر نے مجھے سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سنائی۔ (تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۹۴)

خوابِ حسین......اور بشارتِ شہادت

حسینی قافلہ اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ حر کا لشکر بھی ساتھ ساتھ چلتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ قصر بنی مقاتل تک پہنچے جب وہاں سے روانہ ہوئے تو راستے میں ایک مقام پر اچانک آپ رضی اللہ عنہ کو اونگھ آ گئی۔ جب آپ رضی اللہ عنہ بیدار ہوئے تو آپ نے دو تین مرتبہ فرمایا:

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ○

سیّدنا علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے عرض کیا:

ابا جان! میری جان آپ پر قربان کیا بات ہوئی ہے۔ آپ نے یہ کلمات کس بنا پہ سے پڑھے ہیں؟

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''مجھ پر اونگھ طاری ہوئی میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک گھڑ سوار ہے جو کہہ رہا تھا کہ جو لوگ اس سفر میں شریک ہیں وہ موت کی جانب بڑھ رہے ہیں اور میں اس کی بات سے جان گیا کہ ہمیں ہماری موت کی پیشگی خبر دے دی گئی ہے۔''

سیّدنا علی بن الحسین نے عرض کی:

''اللہ عزوجل آپ کو ہر آفت سے محفوظ رکھے اور کیا ہم حق پر نہیں؟''

حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اللہ عزوجل کی قسم! جس کی طرف تمام بندگانِ خدا نے لوٹ کر جانا ہے۔ بے شک ہم حق پر ہیں۔''

''اے میرے بیٹے! اگر ہم حق پر قائم رہ کر اس کی جانب لوٹیں گے تو پھر ہمیں موت سے کوئی خوف نہیں اور اللہ تمہیں وہ جزائے خیر عطا

فرمائے جو ایک باپ کی طرف سے بیٹے کو مل سکتی ہے۔''

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۹۵)

امام عالی مقام کا...... مقام نینوا میں قیام

حسینی قافلہ جب مقام نینوا پر پہنچا تو حر کا لشکر بھی آپ کے ہمراہ تھا تا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو کوفہ پہنچنے سے روکے۔ نینوا میں قیام کے دوران آپ نے ایک گھڑ سوار کو آتے دیکھا جس کے کندھے پر بھاری کمان سجی ہوئی تھی۔ اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو نظر انداز کر کے حر کو سلام کیا۔ اور اسے ابن زیاد کا خط دیا۔ جس میں لکھا تھا کہ

''جیسے ہی تمہیں میرا خط ملے تم حسین اور ان کے ساتھیوں کو کسی ایسی جگہ رکنے پر مجبور کر دو جو چٹیل میدان ہو جہاں کوئی سبزہ اور پانی نہ ہو۔ اور میرا یہ قاصد تمہارے ساتھ رہے گا جب تک مجھے یہ علم نہ ہو جائے کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کی ہے۔''

حر نے یہ خط امام حسین رضی اللہ عنہ کو پڑھ کر سنایا اور کہا کہ ابن زیاد کے حکم پر عمل کرنے کے لئے میں آپ کو روکنے پر مجبور ہوں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے غاضریا شفیہ جانے دو۔

مگر حر نے کہا کہ میں نے آپ کو ابن زیاد کا حکم پڑھ کر سنا دیا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ میں آپ کو کسی ایسی جگہ روکوں جہاں نہ پانی ہو اور نہ سبزہ ہو۔ ابن زیاد نے مجھ پر قاصد کو مقرر کیا ہے جو ابن زیاد کو میرے فعل سے آگاہ کرے گا۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۹۵ تا ۱۹۶، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۷، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۶)

ہم حملہ کرنے میں پہل نہیں کریں گے...... فرمانِ حسین

حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ اور حر کی گفتگو سنی تو کہا کہ

''اے ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے اس وقت ان سے جنگ کرنا

آسان ہے بجائے اس کے کہ ان کے مزید لشکر آئیں اور ہمارے لیے ان کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جائے۔''

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''ہم کسی صورت بھی جنگ میں پہل نہیں کریں گے۔''

جب سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حر بن یزید تمیمی سے فرمایا کہ تم ہمیں یہاں سے جانے دو۔ تو حر خاموش ہو گیا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ اپنا قافلہ لے کر آگے بڑھ گئے۔

(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۱۹۶)

سوئے کربلا روانگی

اہل بیت دی حب دا سر صدقہ بدھا حُر سہرا سرفرازیاں دا

رتبہ وڈا فقیہاں تے مفتیاں دا عشق والیاں پاک نمازیاں دا

پے گئی نیند جاں حر دے لشکراں نوں لگا سماں حسین دے غازیاں دا

اک طرف نوں اُٹھ کے رات ادھی ہویا قافلہ رواں حجازیاں دا

وارث کل دے بے نیاز مولا باب کھولیا بے نیازیاں دا

دائم صبح دا چمکیا آن تارا جُبّہ پہن کے سراندیاں بازیاں دا

ایک شاعر نے یوں بیان کیا کہ

راہ ملکاں سجایا اے

لاڑا کربل دا کربل وچ آیا اے

امام عالی مقام ...... اپنی منزل پر پہنچ گئے

حسینی قافلہ آگے بڑھتا جا رہا تھا کہ ایک ہولناک زمین پر امام عالی مقام کا گھوڑا اسیخ پا ہو گیا اور آپ کے تازیانہ لگانے کے باوجود ایک قدم آگے نہ بڑھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کوئی جانتا ہے کہ اس جگہ کا نام کیا ہے، لوگوں نے بتایا اس مقام

کو مقامِ کربلا کہتے ہیں۔

پھر......

ہوا ارشاد رک جاؤ کہ منزل ہے یہی اپنی
اسی دشتِ کربلا میں ختم ہو گی زندگی اپنی
یہی منزل ہے جس کی رہبر نے خبر دی تھی
یہ خطہ ہے جس خطہ کی حیدر نے خبر دی تھی
اسی وادی میں گونجے گی صدا اللہ اکبر کی
یہی تو رزمگاہ عشق ہے آل پیغمبر ﷺ کی

کربلا کا نام سن کر امام عالی مقام نے فرمایا:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ...... اَرْضُ کَرْبٍ وَّ بَلَاَ وَ سَفْکِ الدِّمَآءِ

''اللہ اکبر! یہ زمین کربلا وہ ہے جہاں ہمارا خون بہے گا۔''

(روضۃ الشہداء: ص:۲۵۹)

اگر ہے نام اسی کا ہی کربلا سن لو
تو پھر گرے گی یہاں ہم پہ ہر بلا سن لو
اسی جگہ پہ ہی بکھرے گا خونِ آلِ رسول
کٹے گا تیغ جفا سے یہیں پہ باغ بتول

پھر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے قافلے والوں کو اس مقام پر خیمے نصب کرنے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا کہ سواریوں سے اتر جاؤ...... یہی ہماری آخری منزل ہے...... یہی میری شہادت گاہ ہے...... یہی وہ زمین ہے جہاں ہمارا امتحان مقصود ہے...... تمام اہل بیت پیاسے اس جگہ اپنے سر کٹوائیں گے...... یہ ایسی مصیبت گاہ ہے جہاں بچے پانی کے لیے ترسیں گے...... یہاں کی آب و ہوا ہر ایک کی جان لے

گی...... یہی وہ زمین ہے جو اہل بیت کے لہو سے سیراب ہو گی۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا کلام سن کر سیّدنا علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے عرض کیا:

بابا جان! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک روز میں اس مقام پر اپنے والد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے ساتھ آیا تو میرے والد بزرگوار نے اس جگہ کو دیکھا اور زار و قطار روتے ہوئے فرمایا کہ

یہ وہ جگہ ہے جہاں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لہلہاتا ہوا باغ خزاں کی نظر ہو گا...... جہاں آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے آ کر نصب ہوں گے...... جہاں ہاشمی شہزادوں کو ایک ایک بوند پانی سے ترسایا جائے گا...... یہ کہہ کر مجھے اپنے سینے سے لگا لیا اور فرمایا کہ

"اے نورِ نظر یہ وہ جگہ ہے کہ جہاں تمہیں اپنا سر دین کی بقا کے لیے قربان کرنا ہو گا۔"

یہ حسینی قافلہ ۲ محرم الحرام ۶۱ھ کو کربلا کے خونیں میدان میں خیمہ زن ہوا۔

سید نے کربلا میں دین محمدی کے...... گلشن کھلا دیئے ہیں

گھر بار لُٹا چھڈیا

سیّد نے کربل وچ لکیاں نوں نبھا چھڈیا

علامہ دائم بیان کرتے ہیں کہ

دوجی ماہ محرم دی سٹھ ہجری اہل بیت کربل ڈیرے لا دتے

ہاشمزادیاں جگہ ہموار کر کے پردیداراں لئی خیمے جما دتے

حضرت زینب سرکار تے شہربانو سیس سجدیاں وچہ جھکا دتے

باندی فضہ نے ویکھ فضا بدلی پردے والاں دے اُتے لٹکا دتے

وارث خاص لولاک لما والے ویکھو رب بے وطن بنا دتے
سورج جہاں دی شرم لئی لک جاندا قدرت جنگلاں وچہ رُلا دتے
بہترین بہتراں (۷۲) تناں پاکاں سیس مگر حسین نوا دتے
مائیاں باندیاں نکیاں وڈیاں نے جیون مرندے خوف اڈا دتے
گھیر لیو امام دے قافلے نوں حکم ابن زیاد سُنا دتے
بے دید یزید دے لشکراں نے منوں رب رسول بھلا دتے

شہادت ہے ورثہ......میرے حسین کا

؎ شہادت کیا ہے اک ورثہ محمد کے گھرانے کا
کوئی شکوہ نہ تھا مولا کو اعداء کے ستانے کا
شہادت ان کی وجہ ناز وہ ناز شہادت تھے
نیا عنوان تھے وہ حق و باطل کے فسانے کا
شہیدِ عشق ہی واقف ہے اسرار شہادت سے
اور کس کو آتا ہے سلیقہ سر کٹانے کا

ابن زیاد کا......امام پاک کو خط

ابن زیاد نے امام پاک رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط بھیجا جس میں لکھا تھا کہ: ''یزید نے حکم دیا ہے کہ میں جب تک حسین سے بیعت نہ لے لوں میرے لیے بستر پر لیٹنا اور پیٹ بھر کر کھانا روا نہیں۔ اگر وہ انکار کریں تو ان کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دے۔''

لہٰذا آپ یا تو یزید کی بیعت کرلیں یا پھر جنگ کی تیاری کرلیں۔

امام پاک رضی اللہ عنہ نے ابن زیاد کا خط پڑھ کر پھینک دیا۔ اور فرمایا:

افسوس ہے اس قوم کی بدحالی پر جو مخلوق کی رضا کو خالق کے غضب پر ترجیح دیتی ہے۔

ابن زیاد کے قاصد نے کہا کہ اس خط کا جواب دیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَالَهٗ عِنْدِیْ جَوَابٌ فَقَدْ حَقَّتْ عَلَیْهِ كَلِمَةُ الْعَذَابِ

''میرے پاس اس کا جواب نہیں اور اس کا بدلہ سوائے کلمہ عذاب کے کچھ نہیں۔'' (روضۃ الشہداء، ص:۲۶۱)

عبیداللہ ابن زیاد کا......عمرو بن سعد کو بلاوا

ابن زیاد کے قاصد نے واپس آ کر ابن زیاد کو بتایا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس خط کو پھینک دیا ہے تو یہ سنتے ہی ابن زیاد آگ بگولا ہو گیا اور اس نے اپنی مجلس میں موجود لوگوں سے کہا کہ تم میں سے کون ہے جو حسین کے ساتھ جنگ کرے اس صلہ میں اسے عراق کے جس شہر کی چاہے گا گورنری ملے گی۔ کسی نے بھی اس کی بات کا جواب نہ دیا۔ اس نے دو تین بار پوچھا مگر کوئی جواب نہ ملا پھر اس نے عمرو بن سعد کو بلوایا اور کہا کہ میں تمہیں ''رے'' کا گورنر مقرر کرتا ہوں اور خلعتِ فاخرہ پہنا کر اس کے لیے گھوڑا مزین کیا اور پھر کہا ابنِ سعد! میں تیری سپہ سالاری میں لشکر دیتا ہوں۔ اور خزانے سے پچاس تھیلے مال و زر کے ابن سعد کو دیئے۔ اور کہا کہ یہ سب اس شرط پر ہے کہ

تم کربلا میں جاؤ اور حسین کو یزید کی بیعت پر آمادہ کرو اور اگر وہ نہ مانیں تو ان کے اور ان کے ساتھیوں کے سر کاٹ کر میرے پاس لے آؤ۔

(روضۃ الشہداء، ص:۲۶۲)

عمرو بن سعد کا......عبداللہ ابن زیاد سے ایک رات کی مہلت طلب کرنا

عمرو بن سعد نے جب ابن زیاد کی یہ پیشکش دیکھی تو کہا کہ یہ بہت بڑا کام

ہے مجھے سوچنے کے لیے مہلت کی ضرورت ہے پھر ایک رات کی مہلت مانگی۔ ابن زیاد نے مہلت دے دی۔

ابن سعد کا اپنے دوستوں سے مشورہ

ابن سعد نے اپنے دوستوں سے مشورہ کیا۔

سب نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں جانے سے منع کیا۔

دیا یہ مشورہ آ کر سب مشیروں نے
کہ فانی ہے حکومت یہ کہا روشن ضمیروں نے

ہے دنیا چند روزہ چار دن کی زندگانی ہے
حیات بے بقا کیا یہ حُبابِ بحرِ فانی ہے

عمرو بن سعد ہے گر پاس تجھ کو دین و ملت کا
بھلا دے خیال اپنے دل سے تو "رے" کی حکومت کا

بتا باقی کہاں نمرود جابر کی حکومت ہے
زمین پر اب دکھا شداد کی کس جا پہ جنت ہے

زمانے میں کہاں فرعون کی اب حکمرانی ہے
فنا وہ ہو گئی باقی فقط اس کی کہانی ہے

یہ میلہ چار دن ہے دیکھ دنیا کی حکومت کا
رہے گا تا ابد بس اقتدار دین و ملت کا

ہوئی تسکین نہ ابن سعد کو ارباب شوریٰ سے
نہ پایا دل کو خالی حُبِ جاہ و حُبِ دنیا سے

شیروں نے دلایا خوفِ حق یاروں نے سمجھایا
مگر رنگ سیہ کاری دبانے سے ابھر آیا

ابن سعد کو...... بھانجے کی وارننگ

ابن سعد کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ نے کہا کہ:

''ماموں جان آپ کو خدا کی قسم! آپ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ آور نہ ہوں اور یہ اللہ عزوجل کی نافرمانی ہے۔ کبیرہ گناہ ہے۔ بدعہدی ہے۔ بے وفائی ہے۔ ابن سعد نے کہا: اے بیٹا! اگر میں ایسا نہ کروں تو حکومت اور سرداری کس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔

حمزہ نے کہا: خدا کی قسم! امارت وحکومت کو چھوڑ کر دنیا سے نکل جانا اس سے بہتر ہے کہ خدا کے سامنے کوئی اس طرح پیش ہو کہ اس کی گردن پر خونِ حسین علیہ السلام ہو۔

عمرو بن سعد نے کہا:

''میں ایسے ہی کروں گا۔''

ایک مرتبہ عمرو بن سعد نے امام حسین سے جنگ کرنے سے انکار بھی کردیا تھا مگر ابن زیاد نے عمرو بن سعد کے جواب میں اسے دھمکی دی اور کہا کہ اگر تم نے انکار کیا تو میں تمہیں معزول کرنے کے علاوہ تمہارا قتل بھی کردوں گا۔ چنانچہ عمرو بن سعد نے اپنے لشکر کو ساتھ لے کر کربلا کی طرف کوچ کرلیا۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۹۶ تا ۱۹۷، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۷، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۶)

ابن سعد کی...... امام عالی مقام کی طرف سفیر بھیجنے کی کوشش

ابن سعد نے کربلا میں پہنچ کر یزید کے لشکر کی قیادت سنبھال لی۔ ابن سعد نے عزرہ بن قیس احمسی کو حکم دیا کہ وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جائے اور ان سے دریافت کرے کہ وہ یہاں کس ارادے سے آئے ہیں۔ اور کیا چاہتے ہیں؟

عزرہ ان لوگوں میں سے تھا جس نے آپ رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھ کر کوفہ میں بلایا تھا

اس لیے اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس جانے سے معذرت کر لی اسی طرح ابن سعد نے دیگر معززین سے کہا مگر وہ بھی انکار کرتے رہے کیونکہ یہی لوگ تھے جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو خطوط لکھے تھے۔ اور اب وہ امام حسین کے پاس جانے سے شرم محسوس کر رہے تھے۔

کثیر بن عبداللہ......امام صاحب کے پاس جانے کے لئے تیار ہو گیا

ابن سعد کی بات ماننے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں ہو رہا تھا اس وقت کثیر بن عبداللہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا کہ وہ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کے پاس جائے گا۔ کثیر بن عبداللہ انتہائی بے باک، دلیر آدمی تھا۔ اس نے کہا کہ وہ ان کا کام ہی تمام کر دے گا مگر ابن سعد نے کہا کہ تمہیں ان کا قتل نہیں کرنا۔ البتہ تم وہاں جا کر ان سے پوچھو کہ وہ یہاں کس ارادے سے آئے ہیں؟

کثیر بن عبداللہ یہ پوچھنے کے لیے چلا گیا تو ابوثمامہ صائدی نے اس کو آتا دیکھ کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ انتہائی بے باک اور شریر انسان آپ سے ملنے کے لیے آ رہا ہے۔ خدا خیر کرے۔

یہ کہہ کر ابوثمامہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کثیر سے کہا کہ اپنی تلوار میرے حوالے کر دو۔ پھر امام سے ملاقات ہو سکے گی۔ مگر کثیر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ واللہ یہ نہیں ہو سکتا میں یہاں ایک قاصد کی حیثیت سے آیا ہوں اور امام پاک کو اپنا پیغام سنا کر واپس چلا جاؤں گا اس لیے اپنی تلوار تمہیں نہیں دوں گا۔

ابوثمامہ فرمانے لگے پھر تم اپنا پیغام مجھے بتا دو میں امام پاک تک پہنچا دوں گا مگر کثیر نے انکار کر دیا اور بغیر پیغام دیئے واپس چلا گیا۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۹۷ تا ۱۹۸)

قرۃ بن قیس بہ طورِ سفیر...... امام عالی مقام کی بارگاہ میں

جب کثیر بن عبداللہ کو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ تک پہنچنے میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا تو ابن سعد نے قرۃ بن قیس کو سفیر کے طور پر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں بھیجا۔ قرۃ بن قیس کو اپنی جانب آتا دیکھ کر امام عالی مقام نے پوچھا یہ کون ہے؟ کیا تم لوگ اس سے واقف ہو؟ حبیب ابن مظاہر نے کہا: ہاں میں اسے جانتا ہوں یہ بنو حنظلہ سے ہے تمیمی ہے اور ہماری بہن کا بیٹا ہے مگر اسے یوں دشمنوں کی طرف دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔

پھر قرۃ بن قیس نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سلام کیا اور ابن سعد کا پیغام پہنچایا۔ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آیا بلکہ کوفہ والوں نے خطوط بھیج کر مجھے یہاں بلوایا ہے۔ اگر ان کو میرا یہاں آنا اچھا نہیں لگا تو میں واپس لوٹ جاؤں گا۔

حبیب ابن مظاہر کی...... قرۃ کو تنبیہ

جب قرۃ واپس جانے لگا کہ حبیب ابن مظاہر نے ان کو تنبیہ کی کہ تم ظالموں کی طرف واپس نہ جاؤ۔ تجھے چاہئے کہ تو ان کی مدد کر جو حق پر ہیں اور جن کی بدولت ہمیں اور تمہیں عزت و کرامت ملی اور ہدایت کی دولت نصیب ہوئی۔ قرۃ نے کہا کہ میں ابن سعد کا قاصد ہوں اور امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا پیغام اس تک پہنچانے جا رہا ہوں۔ اس کے بعد اپنے فیصلے پر غور کروں گا۔ یہ کہہ کر قرۃ ابن سعد کی طرف لوٹ گیا۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۹۸، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۸، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۶)

قرۃ نے امام عالی مقام کے جواب سے...... ابن زیاد کو آگاہ کیا

قرۃ نے ابن سعد کو جب امام حسین رضی اللہ عنہ کی رائے کے بارے میں بتایا تو ابن

سعد نے اطمینان کا اظہار کیا اور ابن زیاد کو خط لکھا کہ

''بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ میں نے کربلا میں پہنچتے ہی ایک قاصد کو امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور ان سے یہاں آنے کی وجہ دریافت کی تو ان کا جواب یہ ہے کہ اس شہر کے لوگوں نے مجھے خط لکھے اور میرے پاس ان کے قاصد آئے اور مجھے یہاں بلایا تو اگر میرا یہاں آنا ناگوار ہے تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔''

ابن زیاد نے ابن سعد کو......امام پاک پر سختی کرنے کا حکم کردیا

ابن زیاد نے عمرو بن سعد کو ایک مکتوب لکھا جس میں اپنے غرور و تکبر کی انتہا بیان کردی تھی۔ خط میں لکھا تھا کہ

''تم سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں سے کہو وہ یزید کی بیعت کرلیں اور اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو پھر ان کے ساتھ سخت ناروا سلوک کرو۔''

عمرو بن سعد کو جب یزید کا جوابی مکتوب ملا تو وہ سمجھ گیا کہ ابن زیاد کو عافیت منظور نہیں اور وہ یہ بات جانتا تھا کہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی کسی بھی صورت میں یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۹۸تا۱۹۹، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۸)

عمرو بن سعد کی سربراہی میں......نہرِ فرات پر فوج کا پڑاؤ

آخر کار ابن سعد تمام عساکر و افواج لے کر حضرت امام کے مقابلہ کے لیے روانہ ہوا اور ابن زیاد پیہم و متواتر کمک پر کمک بھیجتا رہا یہاں تک کہ عمرو بن سعد کے پاس بائیس ہزار سوار و پیادہ جمع ہوگئے اور اس نے اس جمعیت کے ساتھ کربلا میں پہنچ کر نہر فرات کے کنارے پڑاؤ کیا اور اپنا مرکز قائم کیا۔

(البدایہ والنہایہ: ۵/ ۶۷۸، الکامل فی التاریخ: ۳/ ۴۱۲-۴۱۶)

بزدلی کی انتہاء

یہ بزدلی کی انتہاء نہیں تو اور کیا ہے کہ دنیا کی ایسی کون سی جنگ ہے کہ جس میں ایک طرف کل بیاسی آدمی ہوں جن میں عورتیں، بچے، بیمار بھی شامل ہوں اور پھر ان کا جنگ کرنے کا ارادہ بھی نہ ہو۔ اور جنگ کا سامان بھی ناکافی ہو تو ان کے مقابلے کے لیے بائیس ہزار کی جرار فوج کو بھیج دیا جائے۔

آخر وہ ان بیاسی نفوس قدسیہ کو کیا سمجھتے تھے...... ان کی شجاعت و بسالت کے کیسے کیسے مناظر ان کی آنکھوں نے دیکھ رکھے تھے...... کہ اس چھوٹی سی جماعت کے لیے دوگنی، چوگنی، دس گنا بلکہ سو گنا تعداد کو بھی کافی نہ سمجھا...... بے اندازہ لشکر بھیج دیئے...... فوجوں کے پہاڑ لگا دیئے...... اس پر بھی دل خوف زدہ ہیں...... جنگ آزماؤں کے حوصلے پست ہیں...... وہ سمجھتے ہیں کہ شیرانِ حق کے حملے کی تاب لانا مشکل ہے۔

اہل بیت کے لیے...... پانی کی بندش کا فیصلہ

آخر کار ان نفوس قدسیہ پر پانی بند کر دیا گیا فرات کے گھاٹوں پر پانچ سو سوار بھیج کر، ساقی کوثر ﷺ کے بیٹے پر پانی بند کر دیا۔ ایک رات امام حسین رضی اللہ عنہ نے بلا بھیجا، تو دونوں لشکروں کے بیچ حاضر ہوا۔ دیر تک باتیں ہوئیں، امام حسین رضی اللہ عنہ نے سمجھایا کہ ''اہل باطل کا ساتھ چھوڑ۔''

کہا ''میرا گھر ڈھایا جائے گا۔'' فرمایا: ''اس سے بہتر بنوا دوں گا۔'' کہا ''میری جائیداد چھن جائے گی۔'' ارشاد ہوا: ''اس سے اچھی عطا فرماؤں گا۔''

(الکامل فی التاریخ: ۳/۴۱۳)

؎ یہ مانا ہر زمانے میں ستم ہر چند ہوتا ہے
مگر ظلمت یہاں دیکھو کہ پانی بند ہوتا ہے

وفائے یار نے ہنس کر رضائے یار کو مانا
گل و گلزار کے بدلے دہکتی نار کو مانا
حرم والوں نے خیمے گرم ریگستان میں گاڑے
رضا و صبر کے جھنڈے دل انسان میں گاڑے

درسِ عبرت

حوضِ کوثر کے مالکوں پر پانی کیوں بند کیا گیا؟ تا کہ پیاس کی شدت سے بچے روئیں گے؟...... تڑپیں گے؟...... حسین بچوں کی محبت میں مجبور ہو کر باطل کا مطالبہ مان لے گا؟...... نہیں...... وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ

؎ محمد مصطفیٰ کے باغ کے سب پھول ایسے ہیں
جو بن پانی کے تر رہتے ہیں مرجھایا نہیں کرتے

ان ظالموں کو پتہ نہیں تھا کہ یہ جنگل اب جنگل نہیں رہے گا بلکہ

حسین اس میں ایسا سجدہ کرے گا کہ...... قیامت تک سجدے ہوتے رہیں گے۔

اکبر ایسی اذان پڑھے گا کہ...... قیامت تک اللہ اکبر کی صدائے دلنواز گونجتی رہے گی۔

جس جنگل میں آج آتا کوئی نہیں تھا...... قیامت تک اس میں میلے لگے رہیں گے۔

چنانچہ دو محرم الحرام سے لے کر دس محرم تک وہاں اتنی تلاوتیں ہوئیں کہ پانی بند ہو گیا مگر تلاوتیں بند نہ ہو سکیں۔

اہل بیت عظام پر...... پانی بند کرنے والے کون تھے؟

اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم پر پانی بند کرنے والے کون تھے؟...... ان کے خونوں کے دریا بہانے والے کون تھے؟

ان میں زیادہ تعداد انہی لوگوں کی تھی جنہوں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کو صدہا درخواستیں اور خطوط بھیجے تھے۔ اور کوفہ میں بلایا تھا۔ اور حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر حضرت امام کی بیعت کی تھی...... مگر آج ان دشمنانِ اسلام کو نہ اپنے عہد و بیعت کا پاس تھا نہ اپنی دعوت و میزبانی کا لحاظ تھا۔

فرات کا بے حساب پانی ان سیاہ باطنوں نے خاندانِ رسالت پر بند کر دیا تھا...... اہل بیت کے چھوٹے چھوٹے خورد سال فاطمی چمن کے نونہال خشک لب، تشنہ دہان تھے...... نادان بچے ایک ایک قطرہ کے لیے تڑپ رہے تھے...... نور کی تصویریں پیاس کی شدت میں دم توڑ رہی تھیں...... بیماروں کے لیے دریا کا کنارہ بیابان بنا ہوا تھا...... آل رسول کو لبِ آب پانی میسر نہ آتا تھا...... سرچشمہ تیمّم سے نمازیں پڑھنی پڑتی تھیں...... اسی طرح بے آب و دانہ تین دن گزر گئے...... چھوٹے چھوٹے بچے اور بیبیاں سب بھوک و پیاس سے بے تاب ہو گئے۔

واہ حسین! تیری عظمتوں کو سلام

اس معرکۂ ظلم و ستم میں اگر رستم بھی ہوتا تو اس کے حوصلے پست ہو جاتے...... اور وہ سرِ نیاز جھکا دیتا...... مگر فرزندِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مصائب کا ہجوم جگہ سے نہ ہٹا سکا...... ان کے عزم و استقلال میں فرق نہ آیا...... حق و صداقت کا حامی مصیبتوں کی بھیانک گھٹاؤں سے نہ ڈرا...... طوفان بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثبات میں جنبش بھی نہ ہوئی...... دین کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو خیال میں نہ لایا......

دس محرم تک یہی بحث چلتی رہی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ بیعت کر لیں اگر آپ یزید کی بیعت کر لیتے تو وہ تمام لشکر آپ کے جلو میں ہوتا...... آپ کا کمال واحترام کیا جاتا...... خزانوں کے منہ کھول دیئے جاتے...... دولتِ دنیا قدموں پر لٹا دی جاتی......

مگر جس کا دل حُبِّ دنیا سے خالی ہو اور...... دنیا کی بے ثباتی کا راز جس پر منکشف ہو وہ اس طلسم پر کب مفتوں ہوتا ہے...... جس آنکھ نے حقیقی حُسن کے جلوے دیکھے ہوں وہ نمائشی رنگ و روپ پر کب نظر ڈالتی ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر مار دی...... اور راہِ حق میں پہنچنے والی مصیبتوں کا خوش دلی سے خیر مقدم کیا۔ باوجود اس قدر آفتوں اور بلاؤں کے ناجائز بیعت کا خیال اپنے قلب مبارک میں نہ آنے دیا...... اور مسلمانوں کی تباہی و بربادی گوارا نہ فرمائی...... اپنا گھر لٹا دینا...... اپنا خون بہانا منظور کر لیا مگر اسلام کی عزت میں فرق نہ آنے دیا۔

(البدایہ والنہایہ: ۵/ ۶۷۸-۶۸۲، الکامل فی التاریخ: ۳/ ۴۱۲-۴۱۶)

ابن حصین ازدی کا...... امام پاک کو طعنہ

ابن حصین انتہائی بدبخت انسان تھا جس نے دریائے فرات کے کنارے امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں پر طعنہ زنی کی اور پکار کر کہا:

"اے حسین! دیکھو پانی کیسا نیلا ہے اور کیسے بہہ رہا ہے اور اللہ کی قسم تمہیں اس پانی کا ایک قطرہ بھی نصیب نہ ہوگا اور تم یونہی پیاس سے تڑپتے ہی مر جاؤ گے۔"

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب اس کی یہ بات سنی تو فرمایا:

"اے اللہ عزوجل! اسے پیاسا ہی مار اور کبھی اس کی بخشش نہ فرما۔"

ابن حصین ازدی کا...... برا انجام

امام حسین رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے بعد ابن حصین ازدی بیمار ہو گیا۔ حمید بن مسلم کا کہنا ہے کہ میں اس کی عیادت کو گیا اور قسم بخدا میں نے دیکھا کہ وہ پانی پیتا ہے اور قے کر دیتا ہے پھر پانی پیتا ہے اور قے کر دیتا ہے اور پیاس پیاس پکارتا

ہے۔ وہ بے تحاشا پانی پیتا ہے مگر اس کی پیاس نہیں بجھتی وہ اسی طرح تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۹۹)

نافع بن ہلال اور عباس بن علی کی...... پانی کے لئے کوشش

جب خیموں میں پانی کی قلت ہونے لگی اور شدید گرمی کی وجہ سے پیاس کا غلبہ ہونے لگا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس بن علی رضی اللہ عنہما کو بلایا اور نافع بن ہلال کو بھی ان کے ساتھ تیار کیا اور فرمایا کہ جاؤ، دریائے فرات سے پانی کی مشکیں بھر لاؤ۔

جب یہ دونوں حضرات دریائے فرات کی طرف روانہ ہوئے اور ان کا لشکر دریائے فرات پر پہنچا تو عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا تم کون ہو؟ اور کیوں آئے ہو؟ حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے جانثار ہیں اور پانی لینے آئے ہیں۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا تم پانی پی لو مگر میں تمہیں پانی لے جانے کی اجازت نہیں دوں گا ہمیں یہاں اسی لیے تعینات کیا گیا ہے کہ ہم تم سب کو پانی نہ پینے دیں۔

حضرت نافع بن ہلال نے کہا کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ ہم اس وقت تک پانی کی ایک بوند بھی حلق سے نیچے نہیں اتاریں گے جب تک امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے جانثار پانی نہیں پئیں گے۔ حضرت نافع نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ وہ مشکیں بھریں۔ اسی دوران عمرو بن حجاج زبیدی نے ان پر حملہ کر دیا جواب میں عباس بن علی اور حضرت نافع بن ہلال نے ان کا مقابلہ کیا اور ان کو بھاگنے پر مجبور کر دیا اس دوران حضرت نافع بن ہلال رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے اور زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہید ہو گئے۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۱۹۹، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۸، البدایہ والنہایہ: ۶/ ۴۲۶، ابن اثیر: ۴/ ۵۴)

امام عالی مقام اور عمرو بن سعد کے درمیان......ملاقات

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے عمرو بن سعد سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی اور عمر بن قرظہ بن کعب انصاری کے ذریعے عمرو بن سعد کو ملاقات کا پیغام بھیجا کہ میں آج رات تمہارے اور اپنے لشکر کے درمیان تم سے ملنا چاہتا ہوں۔

عمرو بن سعد نے سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی دعوت قبول کر لی اور دونوں فریق بیس بیس گھڑ سواروں کے ساتھ ملاقات کے لیے آئے۔ دونوں اپنے ساتھیوں سے الگ ہو گئے۔ پھر ان کے درمیان طویل گفتگو ہوئی اس گفتگو کا کسی کو علم نہ ہوا پھر دونوں اپنے لشکروں میں واپس لوٹ گئے۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ امام عالی مقام نے ابن سعد سے فرمایا تھا کہ مجھے ان تین باتوں میں سے ایک بات کا اختیار دو۔

۱۔ میں جہاں سے آیا ہوں، مجھے وہیں واپس جانے دو۔

۲۔ مجھے یزید کے پاس جانے دو تا کہ میں براہ راست اس سے معاملہ طے کر لوں۔

۳۔ مجھے مسلمانوں کی کسی سرحد پر بھیج دو وہاں کے لوگوں کے ساتھ میں بھی گزارہ کر لوں گا۔

ایک اہم وضاحت

آخری دو باتیں امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہیں کہی تھیں۔

عقبہ بن سمعان کہتے ہیں کہ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا تعلق مدینہ سے مکہ تک اور مکہ سے عراق تک رہا اور آپ کی شہادت کے دن تک میں آپ سے الگ نہ ہوا۔ اس دوران جو تقریریں آپ نے کی تھیں وہ سب میں نے سنی تھیں۔ مگر خدا کی قسم! انہوں نے کسی مقام پر یہ ہرگز نہیں کہا تھا جو لوگ کہتے ہیں کہ میں یزید سے اپنا

معاملہ خود طے کرلوں گا۔ یا مجھے سرحدوں میں کسی سرحد پر جانے دو بلکہ انہوں نے کہا تھا کہ میں جہاں سے آیا ہوں مجھے وہیں جانے دو یا مجھے چھوڑ دو میں اللہ کی بہت وسیع زمین میں کہیں بھی چلا جاؤں یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں کہ لوگ کیا فیصلہ کرتے ہیں۔ (ابن اثیر:۴/۵۴-۵۵)

ابن سعد کی بدبختی نے......اپنا رنگ دکھا دیا

ابن سعد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کی گفتگو کو سن کر کہا کہ آپ نے حق اور سچ کہا ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ میں آپ کی خدمت میں آ گیا تو میرا گھر مسمار کردیا جائے گا۔

امام حسین نے فرمایا: اس دنیا کی عمارات اور شان وشوکت فانی ہے۔ اگر دنیا میں تیرے اونچے محل کو گرادیا گیا میں جنت میں تیرے لیے بلند وبالا محل تعمیر کرواؤں گا۔

ابن سعد نے یہ باتیں سن کر سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہ دیا۔ امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ابنِ سعد! چلا جا، میں خدا تعالیٰ کے فضل پر یقین رکھتا ہوں کہ تو میرے بعد اپنی مراد کو نہیں پہنچ سکے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد مختار بن ابی عبیدہ ثقفی نے اسے اور اس کے بڑے بیٹے کو قتل کردیا۔

(روضۃ الشہداء: ص:۲۶۶)

ابن سعد نے......جہنم کی راہ اپنالی

جب امام عالی مقام رضی اللہ عنہ ابن سعد سے ملاقات کر کے واپس آئے تو ایک زاہد وعابد ساتھی حضرت بریر بن حضیر ہمدانی رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ اے امام! آپ کا معاملہ کیا رہا؟ آپ نے فرمایا: میں نے ابنِ سعد کو نصیحت کی تھی جسے اس نے قبول نہیں کیا۔

حضرت بریر نے عرض کیا: حضور میں جانتا ہوں شاید غفلت کی روئی اس کے

کانوں سے نکال سکوں۔ امام نے انہیں اجازت فرمائی۔ تو حضرت بریر علی الصبح ابنِ سعد کے لشکر میں تشریف لے گئے۔ ابنِ سعد اپنے خیمہ میں تھا۔ بریر بغیر اجازت لیے اندر چلے گئے اور بغیر سلام کیے بیٹھ گئے۔ ابن سعد نے غضب ناک ہو کر کہا اے ہمدانی بھائی! مجھے سلام کرنے سے تجھے کس نے روکا ہے۔ کیا میں مسلمان نہیں ہوں؟ حضرت بریر ہمدانی نے کہا! حضور ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ

اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ

''مسلمان وہ ہے کہ اس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔''

جبکہ تو نے اہل بیت نبوت پر پانی بند کر دیا ہے۔ رسول اللہ کے بیٹے کے ساتھ جنگ کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور عزت پیغمبر کے سامنے لشکر لا کھڑا کیا ہے۔ تو کس طرح کا مسلمان ہے؟

ابن سعد نے کچھ دیر گردن جھکائے رکھی پھر سر اٹھایا اور کہا: اے بریر یقیناً یہ بات صحیح ہے کہ ان کے ساتھ جنگ کرنے والے اور ان کے حقوق غصب کرنے والے کا ٹھکانہ جہنم ہے اور اس کا بدلہ عذاب الیم ہے۔ مگر میں ملک ''رے'' کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور میرا دل وہاں کی حکومت کو ترک نہیں کر سکتا۔ حضرت بریر ناامید ہو کر امام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اس بد بخت نے جہنم کی راہ اپنا لی ہے۔

(روضۃ الشہداء: ص:۲۶۶)

معاملہ......اتفاق کے قریب پہنچ گیا

عمرو بن سعد نے امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے بعد بہت سوچا اور پھر ایک مکتوب ابن زیاد کے نام لکھا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ چونکہ جنگ کے ارادے سے نہیں آئے اس لیے امن کا کوئی راستہ نکالنے میں ہی بہتری ہے تو اگر صلح کا راستہ اختیار کیا

جائے تو امت مسلمہ کا شیرازہ بکھرنے سے محفوظ رہے گا۔

ابن زیاد نے عمرو بن سعد کا مکتوب پڑھا تو کہا کہ میں اس کاوش کو قبول کرتا ہوں جس سے حاکم اور عوام دونوں کی فلاح ہوتی ہے۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۲۰۰، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۸، شام کربلا: ص: ۱۱۳)

شمر شریر نے جلتی پر...... تیل کا کام کیا

شمر بن ذی الجوشن کو جب ابن زیاد کے مکتوب کا پتہ چلا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

''تم اس وقت میں امام حسین کی بات ماننے کے لیے تیار ہو گئے ہو جبکہ وہ تمہارے قبضہ میں ہیں اور اگر انہوں نے یزید کی اطاعت نہ کی تو کل منصب خلافت پر وہ بیٹھے ہوں گے اور تم نادار و مفلس ہو جاؤ گے۔ میں تمہیں مشورہ دیتا ہوں کہ تم اس موقع کو ہرگز ضائع نہ کرو اور عمرو بن سعد کو حکم دو کہ وہ حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ وہ اپنے ساتھیوں سمیت گرفتاری دے دیں وگرنہ ان کے مقدر میں سزا ہو گی اور جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم ان کے ساتھ جیسا چاہو سلوک کرو۔ مجھے علم ہوا ہے کہ ابن سعد رات کی تنہائی میں امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات کرتا ہے۔''

شمر ذی الجوشن کی رائے سن کر ابن زیاد نے اپنی رائے تبدیل کر لی اور ابن سعد کو خط لکھا کہ اے عمرو بن سعد!

''میں نے تمہیں اس لیے نہیں بھیجا کہ تم امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ مذاکرات کرو بلکہ تمہیں اس لیے بھیجا گیا ہے کہ تم امام حسین رضی اللہ عنہ کو میری اطاعت اور یزید کی بیعت کے لیے مجبور کرو اور اگر وہ انکار کریں

توان کے سر کاٹ کر میرے سامنے پیش کرو۔تم حسین (رضی اللہ عنہ) کے جسم کو گھوڑوں سے روند ڈالو۔اور اگر تم نے میرے احکامات پر عمل کیا تو تمہیں انعام واکرام سے نوازا جائے گا۔اور اگر تم نے حکم عدولی کی تو تم لشکر سے علیحدہ ہو جاؤ اور فوج کی سپہ سالاری شمر ذی الجوشن کے حوالے کردو۔''

(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۲۰۰ تا ۲۰۱،تاریخ ابن خلدون:۲/ ۵۲۸ تا ۵۲۹،البدایہ والنہایہ:۸/ ۲۲۷)

ابن سعد کی......شمر کو ملامت

جب شمر ذی الجوشن نے ابن زیاد کا خط لا کر ابن سعد کو دیا تو ابن سعد نے خط پڑھنے کے بعد کہا کہ تیرا برا ہو جو چیز تو میرے پاس لایا ہے اس کا بھی برا ہو، مجھے معلوم ہے کہ میں نے ابن زیاد کو جو رائے دی تھی اس رائے کو قبول کرنے سے تم نے ابن زیاد کو روکا ہوگا۔

قسم بخدا! امام حسین رضی اللہ عنہ کبھی بھی یزید کی بیعت نہیں کریں گے۔ یہ سن کر شمر کہنے لگا کہ تم اپنا ارادہ بتاؤ تم امیر کی اطاعت کرو گے یا نہیں تو ابن سعد نے کہا کہ ہاں میں امیر کی اطاعت کروں گا اور امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کروں گا۔

حضرت عباس اور آپکے بھائیوں کے لیے امان کا اعلان

شمر ابن زیاد سے حضرت عباس اور ان کے بھائیوں کے لیے امان نامہ لکھوا لایا تھا۔اس لیے ۹ محرم الحرام ۶۱ ھ کو شام کے وقت خیمہ سے شمر باہر نکلا اور پکار کر کہنے لگا:

''اے میرے بھانجو! میں تمہارے لیے ابن زیاد سے امان نامہ لے کر آیا ہوں۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائیوں نے خاموشی اختیار کر لی۔حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اگر چہ یہ بدبخت اور فاسق ہے مگر رشتہ میں وہ تمہارا ماموں ہے تم اس کی بات سن لو۔''

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے بھائیوں کے ساتھ خیمے سے باہر آئے اور شمر ذی الجوشن سے پوچھا: کیا بات ہے؟

شمر نے کہا:

''میں تمہارا ماموں ہوں اور میرا دامن تمہارے لیے پھیلا ہوا ہے اور میں نے ابن زیاد سے تمہارے لیے امان نامے لکھوائے ہیں، تم حسین (رضی اللہ عنہ) کو چھوڑ کر میرے پاس آجاؤ۔ اور اپنی جان کو یوں مصیبت میں مبتلا نہ کرو اور یزید کی بیعت کرلو۔''

حضرت عباس اور آپکے بھائیوں کا امان سے انکار

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور آپ کے بھائیوں نے جب شمر کی بات سنی تو امان لینے سے انکار کر دیا اور شمر کو جواب دیا کہ:

''تجھ پر خدا کی لعنت ہو اور ہم تیری امان پر لعنت بھیجتے ہیں، اور اگر تمہیں امان دینی ہے تو تم فرزند رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو امان دو۔''

شمر نے یہ جواب سنا تو آگ بگولا ہو کر واپس لوٹ گیا۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۲۰۲، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۹، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۷)

پیارے حسین کو...... پیارے آقا کی زیارت وبشارت

۹ محرم الحرام کو دن ڈھلے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر تشریف لائے۔ اور اپنے سر کو گھٹنوں پر رکھ کر محو خواب تھے۔

ادھر ابن سعد نے اپنے لشکر کو ندا دی کہ اے سپاہیو! تیار ہو جاؤ اور فتح و کامرانی کا جشن مناؤ اور اس کا تمام لشکر امام عالی مقام کے خیموں کے پاس پہنچ گیا۔ ابن

سعد کی فوج کی طرف سے اٹھنے والے غبار، سواروں کے نعرے اور اسلحے کی جھنکار سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے امام حسین کو بیدار کیا آپ نے گھٹنوں سے سر اٹھایا اور فرمایا:

اِنِّیْ رَأَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَنَامِ فَقَالَ اِنَّکَ تَرُوْحُ اِلَیْنَا ۔

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے مجھ کو فرمایا ہے کہ تم ہمارے پاس آنے والے ہو۔''

حضرت زینب نے سن کر روتے ہوئے کہا:

یَا وَیْلَتَاہُ

ہائے مصیبت۔

یہ سن کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

نہیں بہن تمہارے لیے مصیبت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔ تم صبر کرو اور خاموش رہو۔ (طبری: ۶/۲۳۷)

ایک رات کی مہلت

یہ صورتحال دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا کہ جاؤ اور ان سے پوچھو کہ ان کا کیا ارادہ ہے؟ حضرت عباس اپنے بیس ساتھیوں سمیت ابن سعد کے پاس گئے اور پوچھا کہ تم کس ارادے سے آئے ہو؟

انہوں نے کہا کہ ہم ابن زیاد کے حکم کے مطابق یہاں آئے ہیں۔ اگر تم نے یزید کی اطاعت قبول کر لی تو ٹھیک ورنہ ہم تم سے جنگ کریں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رکو میں امام حسین رضی اللہ عنہ سے مشاورت کر لوں۔ اور ساری صورتحال سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ان سے کہو کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دو تا کہ ہم آخری رات نماز پڑھ لیں...... دعا مانگ لیں...... توبہ واستغفار کر لیں۔ اللہ جانتا ہے کہ مجھے نماز، تلاوت قرآن پاک اور توبہ استغفار سے کتنا شغف ہے۔

حضرت عباس نے جا کر کہا ہمیں ایک رات کی مہلت دے دو۔ ابن سعد نے اپنے ساتھیوں سے مشاورت کے بعد کہا کہ ٹھیک ہے ہم تمہیں ایک رات کی مہلت دیتے ہیں۔ حضرت عباس واپس آئے اور تمام واقعہ امام حسین کی خدمت میں گوش گزار کیا۔

اس دوران عمرو بن سعد کا ایک قاصد بھی آ گیا اور اس نے کہا ہم تمہیں ایک رات کی مہلت دیتے ہیں اگر تم نے یزید کی بیعت نہ کی تو ہم تمہیں ابن زیاد کے پاس لے جائیں گے۔ اگر تم نے انکار کیا تو پھر تمہیں قتل کر دیں گے۔

پھر عمرو بن سعد نے جنگ بندی کا اعلان کر دیا اور تمام لشکر کو بتا دیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو ایک رات کی مہلت دی گئی ہے۔

(تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۲۰۲ تا ۲۰۳، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۸)

امام حسین علیہ السلام کا...... اپنے ساتھیوں سے خطاب

جب عمرو بن سعد اپنے لشکر کو لے کر واپس گیا تو امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اپنے جانثاروں کو جمع ہونے کا حکم دیا اور اس رات صحرا کے فرش پر انتہائی فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔

> ''اے اللہ! میں تیری حمد و ثناء بیان کرتا ہوں۔ اس بات پر کہ تو نے ہمیں نبوت کے ساتھ عزت بخشی اور سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھ اور دل عطا فرمایا۔ اور ہمیں قرآن سکھایا اور دین میں سمجھ عطا فرمائی۔ اور ہمیں اپنے شکر گزار بندوں میں شامل کیا۔

امابعد!

مجھے نہیں معلوم کہ کسی کے ساتھی میرے ساتھیوں سے زیادہ وفادار اور زیادہ بہتر ہو سکتے ہیں۔ اور کسی کے گھر والے میرے گھر والوں سے زیادہ نیک اور صلہ رحمی کرنے والے ہو سکتے ہیں۔ اللہ کریم تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

سن لو! بے شک مجھے یقین ہے کہ ہمارا کل کا دن دشمن سے مقابلہ کرنے کا دن ہے۔ اور میں تم سب کو اجازت دیتا ہوں کہ تم میں سے جو کوئی واپس جانا چاہتا ہے وہ اس رات کی تاریکی میں واپس چلا جائے۔ اسے میری طرف سے کوئی ملامت نہ ہوگی۔ تم ایک اونٹ لو اور میرے اہل بیت کا ہاتھ تھام کر انہیں اپنے ساتھ لے جاؤ۔ تم سب اپنے اپنے شہروں اور دیہاتوں میں پھیل جاؤ۔ اللہ تمہیں عمدہ بھلائی عطا فرمائے اور یہ مصیبت ختم کر دے۔ دشمن قوم مجھے قتل کرنا چاہتی ہے۔ اور میرے قتل کے سوا ان کا کوئی اور مدعا نہیں ہے۔'' (الکامل فی التاریخ: ۳/ ۱۶۶، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۱۸۴، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۳۰، تاریخ طبری: ۴/ ۲۰۳ تا ۲۰۴)

امام عرش مقام کے رفقاء کے جذبات و وفاداری

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا خطبہ ارشاد فرمانا تھا کہ آپ کے جانثاروں کے جذبات اور بھی زیادہ ابھرنے لگے سب کہنے لگے کہ ہم آپ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتے۔ جب تک ہمارے جسم میں جان ہے ہم دین اور خاندانِ رسول کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرتے رہیں گے۔

یہ سن کر سرفروشان حرم بے ساختہ اٹھے
بیک آواز ہو کر یوں پکارے اس طرح بولے

صداقت کی طاعت سے ہم اپنا منہ نہ موڑیں گے
تمہارا دامن عظمت نہ چھوڑا ہے نہ چھوڑیں گے
نہ کچھ پینے کی حاجت ہے نہ کھانے کی تمنا ہے
تیرے سر کی قسم، اب سر کٹانے کی تمنا ہے
وہ دامن چھوڑتے ہوں گے جو راحت کے پجاری ہیں
ہم عیسیٰ کے نہیں، ابن محمد ﷺ کے حواری ہیں

حضرت مسلم بن عوسجہ کے جذبات

حضرت مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ کے جذبات کچھ یوں تھے کہ ہم آپ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر نہیں جائیں گے اور اللہ عزوجل کی قسم! میں اپنے نیزہ سے دشمنوں کے ساتھ لڑوں گا یہاں تک کہ میرا نیزہ ان کے سینوں پر ٹوٹ جائے گا اور اس وقت تک تلوار چلاؤں گا جب تک تلوار کا دستہ میرے ہاتھ میں رہے گا اور اگر میرے پاس ہتھیار باقی نہ رہے تو میں پتھر سے مقابلہ کروں گا اور اپنی جان آپ رضی اللہ عنہ پر قربان کروں گا۔

حضرت سعید بن عبداللہ حنفی کے جذبات

حضرت سعید بن عبداللہ حنفی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا اللہ عزوجل کی قسم! ہم آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑیں گے اور بارگاہِ خداوندی میں ثابت کریں گے کہ ہم نے حضور نبی اکرم ﷺ کے فرزند کی حفاظت کی اور اللہ عزوجل کی قسم! اگر مجھے علم ہو کہ میں قتل کر دیا جاؤں گا اور پھر سے زندہ کیا جاؤں گا اور پھر زندہ جلا دیا جاؤں گا اور میری راکھ منتشر ہو جائے گی اور میرے ساتھ ایسا ستر مرتبہ کیا جائے تب بھی میں آپ رضی اللہ عنہ کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑوں گا اور میں آپ رضی اللہ عنہ پر اپنی جان قربان کر کے دائمی عزت کا خواہش مند ہوں جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔

حضرت زہیر بن قیس بجلی کے جذبات

حضرت زہیر بن قیس بجلی رضی اللہ عنہ نے کہا: میری دلی خواہش ہے کہ میں ہزار مرتبہ قتل کیا جاؤں اور پھر سے زندہ کیا جاؤں مگر آپ رضی اللہ عنہ اور اہل بیت پر کسی بھی صورت آنچ نہ آنے دوں۔

حضرت عبداللہ بن جعفر کے جذبات

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے بعد زندہ رہیں خدا ہمیں وہ دن نہ دکھائے۔

فرزندانِ مسلم کے جذبات

فرزندانِ مسلم کہنے لگے ہم لوگوں کو کیا جواب دیں گے یہی کہیں گے نا کہ ہم ایک اپنے شیخ سردار اور عم زاد کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہم نے ان کے لیے ایک تیر بھی چلایا۔ ان کے لیے ایک نیزہ بھی نہ چلایا۔ ان کے لیے تلوار کا ایک وار بھی نہ کیا اور ہم نہیں جانتے کہ ان پر کیا گزری۔

واللہ! ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے ہم اپنی جانیں، اموال اور اہل وعیال سب آپ پر قربان کر دیں گے۔ آپ کے ساتھ ہو کر دشمنوں سے لڑیں گے۔ جو انجام آپ کا ہوگا وہی ہمارا ہوگا اللہ ہمیں آپ کے بعد زندہ نہ رکھے۔

(تاریخ طبری: ۴/ ۲۰۴ تا ۲۰۵، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۸ تا ۲۲۹، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۳۰ تا ۵۳۱)

امام عالی مقام کے...... پرسوز اشعار

امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ اس رات جس کی صبح کو عاشورہ کہتے ہیں میں بیمار تھا اور میری پھوپھی حضرت زینب رضی اللہ عنہا میری تیمارداری میں مصروف تھیں۔ خیمے میں ابوذر غفاری کے غلام حوی جو آپ کی تلوار درست کر رہے تھے اس وقت

آپ رضی اللہ عنہ یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

يَا دَهْرُ اُفٍّ لَّكَ مِنْ خَلِيْلِ
كَمْ لَكَ بِالْاَشْرَاقِ وَالْاَصِيْلِ
مَنْ صَاحِبَ اَوْ طَالِبَ قَتِيْلُ
وَالدَّهْرُ لَا يَقْتَنِعُ بِالْبَدِيْلِ
وَاِنَّمَا الْاَمْرُ اِلَى الْجَلِيْلِ
وَكُلُّ حَيٍّ سَالِكُ السَّبِيْلِ

اے ناپائیدار زمانہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے کسی دوست کے ساتھ وفا نہ کی، صبح اور شام تیرے ہاتھوں کتنے مارے جاتے ہیں اور زمانہ کسی کی رعایت نہیں کرتا، کسی سے معاوضہ قبول نہیں کرتا۔

اور سارا معاملہ اللہ کے ہی ہاتھ میں ہے ہر زندہ موت کی راہ پر گامزن ہے۔

ان اشعار کو آپ نے دو تین بار دہرایا۔ میرا دل بھر آیا، آنکھیں بھر آگئیں، مگر میں نے ضبط کیا سمجھ گیا مصیبت ٹلنے والی نہیں ہے۔

(تاریخ طبری: ۴/ ۲۰۵، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۹)

سیّدہ زینب کو صبر کی تاکید

حضرت زینب نے یہ اشعار سنے تو ان کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور چھلک پڑا وہ دوڑتی ہوئی آئیں اور کہنے لگیں۔

”بڑی مصیبت آگئی، کاش مجھے موت آگئی ہوتی۔ اے بزرگوں کے جانشین! اے غمزدوں کے شفیق! میری ماں فاطمہ (رضی اللہ عنہا) وفات پاگئیں۔ میرے باپ علی (رضی اللہ عنہ) نے شہادت نوش فرمائی۔ میرے بھائی حسن (رضی اللہ عنہ) کو زہر دیا گیا۔“

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بہن کی طرف دیکھا اور فرمایا:

''اے بہن! تم صبر سے کام لو اور دیکھو کہیں شیطان تمہارے حلم کو ضائع نہ کر دے۔''

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

''اے میرے بھائی! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں تم نے شہید ہونا کیسے گوارا کر لیا؟''

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے خود کو سنبھالا اور فرمایا:

''مجھے موت نے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔''

سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بولیں۔

کیا آپ کو لاچار قتل کیا جائے گا اس سے تو میرا کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔''

یہ کہہ کر زینب رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے انہیں دلاسہ دیا اور فرمایا:

''اے میری بہن! اللہ سے ڈرو اور اللہ کی ذات سے تسکین حاصل کرو۔ خوب جان لو کہ روئے زمین پر تمام ذی روح موت کی آغوش میں چلے جائیں گے۔ آسمان سے بھی کوئی باقی نہیں رہے گا۔ سوائے خالق کائنات کے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔

میرا باپ مجھ سے بہتر تھا...... میری ماں تجھ سے بہتر تھی...... میرا بھائی مجھ سے بہتر تھا...... ہمیں بھی اور تمام مسلمانوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

اور پھر ان سے فرمایا کہ

يَا أُخْتِيَهِ إِنِّي أُقْسِمُ عَلَيْكِ لَا تَشُقِّي عَلَيْكِ جَيْبًا وَّلَا

تَـخْـمِشِیْ عَلَیَّ وَجْهًا وَلَا تَدْعِیْ عَلَیَّ بِالْوَیْلِ وَالثُّبُوْرِ اِنْ اَنَا هَلَکْتُ ۔

''اے میری بہن میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو گریبان نہ پھاڑنا نہ منہ نوچنا بربادی اور ہلاکت کی تمنا نہ کرنا۔''

یہ کہہ کر آپ رضی اللہ عنہ خیمے سے باہر تشریف لے گئے۔

(تاریخ طبری: ۴/ ۲۰۵ تا ۲۰۶، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۲۹ تا ۲۳۰، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۲۱)

خندق کھودنے کا حکم

خیمے سے باہر آ کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر جانثاروں سے فرمایا کہ وہ خیموں کی پشت پر خندق کھودیں۔ اور خیموں کی طنابوں کو ایک دوسرے سے پیوست کر دیں۔ خندق کو خشک لکڑیوں سے بھر دیں تاکہ اگر دشمن پیچھے سے حملہ کرے تو انہیں روکا جا سکے۔ پھر آپ کے حکم پر خندق کھودی گئی اور اسے خشک لکڑیوں سے بھر دیا گیا۔ (تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۳۱)

10 محرم...... قیامتِ صغریٰ کی علامت بن گیا

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبت کی

کھلے ہیں گل بہاروں پر ہے پھلواڑی جراحت کی
فضا ہر زخم کے دامن سے وابستہ ہے جنت کی

گلا کٹوا کے بیڑی کاٹنے آئے ہیں امت کی
کوئی تقدیر تو دیکھے اسیرانِ مصیبت کی

شہیدِ ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیونکر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنت کی

کرم والوں نے در کھولا تو رحمت کا سماں باندھا
کمر باندھی تو قسمت کھول دی فصلِ شہادت کی

علی کے پیارے خاتونِ جنت کے جگر پارے
زمین سے آسماں تک دھوم ہے ان کی سیادت کی

زمینِ کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا
جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نور و طلعت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونک دیں اپنے فدائی کو
یہ وہ شمعیں نہیں رو کر جو کاٹیں رات آفت کی

یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جان تازہ پائیں پروانے
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے روح ہو کافور ظلمت کی

دل حور و ملائک رہ گیا حیرت زدہ ہو کر
کہ بزمِ گلرخاں مین لے بلائیں کس کی صورت کی

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل و فرقت کی

اسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں
اسی عالم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی

ہوا چھڑکاؤ پانی کی جگہ اشکِ یتیماں سے
بجائے فرش آنکھیں بچھ گئیں اہل بصیرت کی

ہوائے یار نے پنکھے بنائے پر فرشتوں کے
سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی

ادھر افلاک سے لائے فرشتے بار رحمت کے
ادھر ساغر لیے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی

سجے ہیں زخم کے پھولوں سے وہ رنگین گلدستے
بہارِ خوشنمائی پر ہے، صدقے روحِ جنت کی

ہوائیں گلشنِ فردوس سے بس بس کر آتی ہیں
نرالے عطر میں ڈوبی ہوئی ہے روح نکہت کی

دل پرسوز کے سلگے اگر سوز ایسی کثرت سے
کہ پہنچی عرش و طیبہ تک لپٹ سوزِ محبت کی

ادھر چلمن اٹھی حسن ازل کے پاک جلووں سے
ادھر چمکی تجلی بدرِ تابانِ رسالت کی

زمینِ کربلا پر آج ایسا حشر برپا ہے
کہ کھنچ کھنچ کر مٹی جاتی ہیں تصویریں قیامت کی

گھٹائیں مصطفیٰ کے چاند پر گھر گھر کر آتی ہیں
سیہ کارانِ امت تیرہ بختانِ شقاوت کی

یہ کس کے خون کے پیاسے ہیں اس کے خون کے پیاسے
بجھے گی پیاس جس سے تشنہ کامانِ قیامت کی

اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار کرتے ہیں
مٹا دی دین کے ہمراہ عزت شرم و غیرت کی

مگر شیرِ خدا کا شیر جب بپھرا غضب آیا
پرے ٹوٹے نظر آنے لگی صورت ہزیمت کی

کہا یہ بوسہ دے کر ہاتھ پر جوشِ دلیری نے
بہادر آج سے کھائیں گے قسمیں اس شجاعت کی

تصدق ہو گئی جانِ شجاعت سچے تیور کے
فدا شیرانہ حملوں کی ادا پر روح جرأت کی

نہ ہوتے گر حسین ابن علی اس پیاس کے بھوکے
نکل آتی زمینِ کربلا سے نہر جنت کی

مگر مقصود تھا پیاسا گلا ہی ان کو کٹوانا
کہ خواہش پیاس سے بڑھتی رہے رویت کے شربت کی

شہیدِ ناز رکھ دیتا ہے گردن آبِ خنجر پر
جو موجیں باڑھ پر آ جاتی ہیں دریائے الفت کی

یہ وقت زخم نکلا خون اچھل کر جسمِ اطہر سے
کہ روشن ہو گئی مشعل شبستانِ محبت کی

سرِ بے تن تنِ آسانی کو شہر طیبہ میں پہنچا
تن بے سر کو سرداری ملی ملکِ شہادت کی

شہدائے کربلا کی آخری شب بھی گزر گئی۔ اور آخری سحر طلوع ہو گئی۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری شب اوراد و وظائف اور عبادت میں گزاری۔ اسی دوران غنودگی طاری ہوئی تو خواب میں اپنے قاتل کو دیکھا۔ آپ رضی اللہ عنہ کو معلوم ہو گیا کہ اب شہادت کا وقت قریب آ گیا ہے۔

(روضۃ الشہداء، ۲:۱۶۱/۱۶۲تا)

نماز فجر کی ادائیگی

۱۰ محرم کی صبح کا ستارہ طلوع ہوا اور نماز فجر کی ادائیگی کی تیاری کی گئی۔ سیّدنا علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اذانِ فجر ادا کی تو حسینی لشکر کے خیموں میں اذان کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ تمام جانثارانِ حسین جمع ہو گئے اور اقامت کے لیے کھڑے ہو کر نماز کی تیاری کی۔ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے امامت فرمائی۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی آخری نماز تھی جو اپنے جانثاروں کے ساتھ ادا فرمائی۔

(البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۳۰، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۳۱، تاریخ طبری: ۴/ ۲۰۷)

لشکر کی تعداد

حسینی لشکر کی تعداد 72 جبکہ یزیدی لشکر کی تعداد تیس ہزار (30000) تھی۔

(الحیاۃ الخفی: ۲/ ۲۰۱)

صف بندی

اپنا لشکر حجازیاں غازیاں دا سیّد نال ترتیب سنوار دتا
کھبی طرف زبیر بن قیس تائیں کر کے خوب مضبوط کھلار دتا
تے حبیب مظاہر دے پُت تائیں سجی طرف بنا سردار دتا
جھنڈا ویرن عباس دے ہتھ دے کے اوہنوں آکھ علمبردار دتا
ہو کے ناقہ سوار حسین جلدی فوج دشمن وچہ سچ پکار دتا
سنو گل یزیدیو کن دھر کے تساں رب رسول وسار دتا
تساں فیر بھی شرم نہیں کِکھ اگے سنے بچیاں دے مسلم مار دتا
دائم غافلو ملک فناہ اندر کر ظلم دا گرم بازار دتا

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی نماز فجر کی ادائیگی میں مصروف تھے کہ ابن سعد نے لشکروں کی صف بندی شروع کر دی۔ بیس ہزار کا لشکر شمر ذی الجوشن کی قیادت میں

میمنہ پر مقرر کیا۔ بیس ہزار کا لشکر خولی بن یزید کی قیادت میں میسرہ پر مقرر کیا۔ پھر سواروں اور پیادوں کے علیحدہ علیحدہ سالار مقرر کیے۔ سواروں کی قیادت عروہ بن قیس کے سپرد کی اور پیادوں کی قیادت شیث بن ربعی کر رہا تھا۔ جبکہ لشکر کا علم عمرو بن سعد کے غلام درید کو دیا۔

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے نماز فجر ادا کی تو اپنے لشکر کو ترتیب دینا شروع کیا آپ رضی اللہ عنہ کے ۳۲ سوار تھے اور ۴۰ پیادے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے صف بندی اس طرح سے فرمائی کہ بیس جانثار میمنہ پر زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں تعینات فرمائے۔ جبکہ بیس جانثار میسرہ پر حبیب بن مظاہر رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں تعینات فرمائے اور لشکر حسینی کا علم سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی عباس رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا اور فرمایا کہ جو خندق کھودی گئی تھی اس میں آگ جلا دی جائے تا کہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کر سکے۔

(تاریخ طبری: ۴/ ۲۰۷، البدایہ والنہایہ: ۸/ ۲۳۰، تاریخ ابن خلدون: ۲/ ۵۳۱ تا ۵۳۲)

بارگاہِ خداوندی میں...... التجائے حسین

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ گھوڑے پر سوار ہوئے قرآن مجید منگوا کر سامنے رکھا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں یوں دعا کی:

دو جگ دی ڈور اے ہتھ تیرے ہتھ واگ تیرے دستگیر دی بھی
روح تیرے اشارے تے اڈدی اے جامِ ہلاہل دی مادہ شیر دی بھی
زندہ باد خورشید نے نجم تیرے روشنی بدر منیر دی بھی
تینوں واسطہ تیرے حبیب دا اے جنہوں قدر اے آل تطہیر دی بھی
بطن ماہی وچہ یونس دی سنن والے قبضے ڈور تدبیر تقدیر دی بھی
اے سمیع و بصیر توں سن لینا ایں باتوقیر دی بھی بے توقیر دی بھی

نالہ یوسف دا سنیوئی قید خانے سنی جنگل یعقوب دلگیر دی بھی
اُپر چوٹی پہاڑ قبول کیتی توں قربانی خلیل امیر دی بھی
سلیمان نوں مہر دا خیر پایا ای سنی عرض یتیم امیر دی بھی
کربلا دے وچہ میدان دائم سن لے حسین فقیر دی بھی

اے رب کائنات!

تو ہر مصیبت میں ہمارا سہارا ہے اور ہر تکلیف میں ہماری امید ہے۔ ہر آزمائش میں تو ہی مددگار ہے۔ بے شمار غم دل میں بیٹھ جاتے ہیں مگر کوئی تدبیر نہیں ملتی۔ بہت سے دوست ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور دشمن خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن ان تمام حالات میں میں تیری طرف ہی رجوع کرتا ہوں۔ تجھ سے ہی اپنا دردِ دل کہتا ہوں۔

اے اللہ عزوجل! تو نے ہی ہر بار ان تکالیف کو مجھ سے دور کیا اور مجھے ان مصائب سے بچایا۔ تو ہی ہر نعمت عطا کرنے والا ہے۔ اور تو ہی ہر نیکی کا صلہ دینے والا ہے۔ اور تو ہی ہر مراد پوری کرنے والا ہے۔ (تاریخ طبری: ۴/ ۲۰۸)

؎ وہ صبر دے الٰہی! جس میں خلل نہ آئے
تیروں پہ تیر کھاؤں، ابرو پہ بل نہ آئے

امام عالی مقام کی ساری محنت، ساری قربانی، ساری جدوجہد رب کائنات کی رضا کے لئے تھی۔ اس لیے آپ مزید عرض کرتے ہیں۔

؎ میرے یا مولا دو جہان والے ایہو عرض تے ایہو دعا میری
میری ایہو فریاد پکار میری ایہو نالہ تے ایہو صدا میری
مدعا ایہو مقصود ایہو التماس میری التجاء میری
صدقہ نام دا ایہہ ناچیز جیہی توں قربانی قبول فرما میری

جو کجھ کول میرے در تے لے آندا ایہو طرز تے ایہو ادا میری
اپنے وچہ مقصد کامیاب ہوواں کشتی عزم دی پار لگا میری
صبر حوصلہ بخش بلند سایاں در اقدس تے ایہو ندا میری
ساتھی آپ مصیتاں وچہ ہووین تیرے وچہ رضا رضا میری
لاشاں ہس کے ڈھوواں نہ مول رووان خندہ رہے دلیل صفا میری
بال بچے جُب نہ ہووے سائل ہاں بس ایہو نوا میری
جامِ صبر دی چڑھے کمال مستی ہووے ہستی دی بستی فدا میری
ہووے پڑھدیاں شکر الحمد للہ دائم عشق نماز ادا میری

شہنشاہِ کربلا کا اپنے رفقاء سے......خطاب

امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں ایک بار پھر اپنے رفقاء سے خطاب کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ناز ونعم میں پلی ہوئی ایران کی شہزادی بی بی شہر بانو سے فرمایا: اگر تو چاہے تو تجھے حفاظت کے ساتھ مکہ، مدینہ یا ایران میں پہنچا دیا جائے گا۔ یہاں اب سوائے مصیبتوں کے اور کچھ نہیں ہے۔ تیری خدمت کو یاد رکھا جائے گا اور جنت میں ہم سب اکٹھے ہوں گے۔

بی بی شہر بانو نے عرض کیا:

''اب آخری وقت مجھے اپنے قدموں سے جدا نہ کیجئے مجھے ہر جفا اور ہر ستم گوارہ ہے مگر آپ کی جدائی گوارہ نہیں ہے۔

نہیں ہے کوئی مجھ کو ناز کسریٰ کے گھرانے پر
مجھے تو فخر ہے آقا! تمہارے آستانے پر
زہے قسمت محمد مصطفیٰ کے گھر کی لونڈی ہوں
مجھے بزدل نہ سمجھو، فاطمہ کے گھر کی لونڈی ہوں

بوقت امتحان یہ گود خود ویران کر دوں گی
نبی کے دین کی خاطر بچے قربان کر دوں گی

بی بی شہر بانو کا حوصلہ دیکھ کر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے شہادتوں سے پہلے بار بار اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے بخوشی اجازت دی کہ میری وجہ سے تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو مصیبت میں نہ ڈالو، اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔

مگر تمام ساتھیوں نے بار بار امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ وفاداری کی قسمیں کھائیں۔تو پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بہادر ساتھیو! اسلام کے سچے وفادارو
جہان کفر میں حق و صداقت کے مدد گارو
تمہیں معلوم ہے شب کی سحر ہو گی تو کیا ہو گا؟
چلو مانو وہی ہو گا جو منظور خدا ہو گا
اٹھو! اور اپنا سامانِ سفر باندھو چلے جاؤ
چلے جاؤ نہ خود کو مزید آزماؤ

امام عالی مقام کی......یزیدیوں کو یاددہانی

جب دونوں جانب سے لشکر آمنے سامنے آ گئے تو امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے خیمے میں تشریف لائے اور پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ مبارک سر پر سجایا اور والد بزرگوار حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ زیب تن کی اور ناقہ پر سوار ہوئے اور یزیدی لشکر کو مخاطب کیا۔

''اے لوگو! میں تمہیں نصیحت کرنے والا ہوں۔غور سے سنو! اس پر سب لوگ خاموش ہو گئے۔آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا کہ اے لوگو! اگر تم وہ

بات سمجھ لو جو میں تمہیں سمجھانے والا ہوں، اے لوگو! میرا عذر قبول کرلو۔ اور میرے ساتھ انصاف کرو تو یہ تمہارے لیے خوش قسمتی ہوگی اور تمہارے پاس کوئی جواز نہیں کہ تم میرے ساتھ زیادتی کرو۔ اگر تم میرا عذر قبول نہ کرو تو......

پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی:

فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ○ (پ:۱۱، یونس:۱۰)

"پس تم اور تمہارے شریک سب مل کر اپنی ایک بات ٹھہرالو تا کہ تمہاری وہ بات تم میں سے کسی پر مخفی نہ رہے پھر میرے خلاف اپنے فیصلے پر عمل کرگزرو اور مجھے کوئی مہلت نہ دو۔"

اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ○

(پ:۹، الاعراف:۷)

"بے شک میرا مددگار اللہ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی اور وہی صالحین کا مددگار ہوتا ہے۔"

پھر فرمایا:

اے لوگو! اپنے گریبانوں میں جھانکو۔ اور محاسبہ کرو تم کس شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو؟ تم سب مل کر زور لگالو اور مجھ سے جو سلوک کرنا چاہتے ہو کرلو۔ مگر یاد رکھو اللہ عزوجل بڑا کارساز ہے۔ میں نبی ﷺ کا نواسہ ہوں۔ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ میرے والد ہیں اور جعفر ذوالجناحین میرے چچا ہیں۔ سیّد الشہداء حضرت حمزہ میرے والد کے چچا ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا ہے کہ

"یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔"

تم خود سوچو کہ کیا تمہیں میرے مقابلے میں ننگی تلواریں لے کر آنا چاہیے؟

خدا کی قسم! جب سے مجھے پتہ چلا ہے کہ جھوٹے پر اللہ کا غضب ہوتا ہے میں جھوٹ نہیں بولتا۔ اور کیا حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس بن مالک اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم موجود نہیں ہیں کہ تم ان سے میرے بارے میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سن لو۔ جو تمہیں میرا خون ناحق بہانے سے روکتا ہے۔

آپ نے فرمایا: لوگو! میرا راستہ چھوڑ دو۔ میں کسی محفوظ مقام کی طرف چلا جاتا ہوں۔

پھر فرمایا کہ بتاؤ کیا تم مجھ سے بدلہ لینا چاہتے ہو یا میں نے تمہارا مال کھایا ہے یا کسی کو زخمی کیا ہے جس کا تم مجھ سے بدلہ چکانے آئے ہو؟ لیکن کسی نے جواب نہ دیا۔

شمر شریر کی بدکلامی

شمر ذی الجوشن شرارت کرنے سے باز نہ آیا اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑی لگائی اور لشکر حسینی کے خیموں کی طرف پیچھے سے بڑھنے لگا۔ جب اس نے خندق میں لگی آگ کو دیکھا تو بلند آواز سے کہنے لگا:

''اے حسین (رضی اللہ عنہ) کیا قیامت کے آنے سے پہلے ہی تم نے آگ میں جانے کی جلدی کر دی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جب شمر ذی الجوشن کی آواز سنی تو کہا کہ مجھے یہ آواز شمر کی لگتی ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے اس کو آواز دی کہ اے بکریاں چرانے والی کے بچے! آگ میں جلنا تیرا مقدر ہے۔ (تاریخ طبری: ۴/ حصہ اول: ۲۰۸)

شمر کی بدکلامی پر...... مسلم بن عوسجہ کے جذبات

جب شمر شریر اپنی شرارت سے باز نہ آیا تو سیّدنا امام حسین کے جانثار مسلم بن عوسجہ رضی اللہ عنہ نے اس کو جواب دیا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ: اے

ابن رسول ﷺ! اگر حکم دیں تو میں اس پر تیر چلا دوں یہ میرے تیر کی زد پر ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم جنگ کرنے میں پہل نہیں کریں گے اس لیے تم تیر نہیں چلاؤ گے۔ (تاریخ طبری:۴/۲۰۸)

گستاخ حسین......آگ میں جا پڑا

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے گستاخی کرنے والے کے لیے ہاتھ اٹھا کر اللہ کی بارگاہ میں دعا کی:

یا رب دکھا دے ایک جھلک اس شہید کی
جس نے لہو پہن کے محرم میں عید کی

صداقتوں کا نہ سودا کیا حسین نے
باطل کے دل میں رہ گئی حسرت خرید کی

یارب عزوجل! عذاب نار سے قبل اس گستاخ کو دنیا میں آتشِ عذاب میں مبتلا کر۔ امام رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اٹھانا تھا کہ اس کے گھوڑے کا پاؤں ایک سوراخ میں گیا اور وہ گھوڑے سے گرا اور اس کا پاؤں رکاب میں الجھا اور گھوڑا اسے لے کر بھاگا اور آگ کی خندق میں ڈال دیا۔ (روضۃ الشہداء:۲/۱۸۶-۸۸۱)

دوسرا گستاخِ حسین......سیاہ بچھو کے حوالے

حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اللہ کریم کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: ''اے پروردگار! تیرا شکر ہے کہ تو نے اہل بیتِ رسالت کے بدخواہ کو سزا دی۔''

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ کلمہ سن کر دشمنوں کی صف میں سے ایک اور بے باک نے کہا کہ آپ کو پیغمبرِ خدا ﷺ سے کیا نسبت؟ یہ کلمہ امام عالی

مقام رضی اللہ عنہ کے لیے بہت تکلیف دہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بھی بددعا فرمائی اور عرض کیا:

''یارب عزوجل! اس بدزبان کو فوری عذاب میں مبتلا کر۔''

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ دعا فرمائی اور اس کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی۔ گھوڑے سے اتر کر ایک طرف بھاگا اور کسی جگہ قضائے حاجت کے لیے برہنہ ہو کر بیٹھا۔ ایک سیاہ بچھو نے ڈنگ مارا تو نجاست آلودہ تڑپتا پھرتا تھا۔ اس رسوائی کے ساتھ تمام لشکر کے سامنے اس ناپاک کی جان نکلی مگر سخت دلانِ بے رحمیت کو غیرت نہ ہوئی۔ (روضۃ الشہداء:۲/۱۸۸)

ابن جوزہ......پتھروں سے پاش پاش ہو گیا

ایک اور ظالم ابن جوزہ نے پوچھا: ''کیا تم میں حسین ہیں؟''

کسی نے جواب نہ دیا، تین بار پوچھا: لوگوں نے کہا: ''تیرا کیا کام ہے؟''

بولا:

''اے حسین! تمہیں آگ کی بشارت ہو۔''

فرمایا:

''تو جھوٹا ہے۔ میں اپنے مہربان رب کے پاس جاؤں گا۔''

پھر اس کا نام پوچھا:

کہا: ابن جوزہ۔

امام حسین نے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ خُذْهُ اِلَى النَّارِ

''الٰہی! اسے آگ کی طرف سمیٹ۔''

یہ سن کر وہ مردود غضب ناک ہوا۔ حضور کی طرف گھوڑا اچکایا، قدرتِ خدا کہ

گھوڑا بھڑکا اور یہ پھسلا۔ ایک پاؤں رکاب میں الجھ کر رہ گیا۔ اب گھوڑا اُڑا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس مردود کی ران اور پنڈلی ٹوٹی، سر پتھروں سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا۔ آخر اسی حال میں واصلِ جہنم ہوا۔ (الکامل فی التاریخ: ۳/۲۳)

حضرت زہیر بن قیس کی جوشیلی تقریر

پھر حسینی لشکر میں سے حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور یزیدی لشکر کو مخاطب کیا۔ اور فرمایا:

"اے کوفہ والو! اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ ایک مسلمان بھائی کو نصیحت کرنا دوسرے مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ ابھی تک ہم سب ایک ہی مذہب پر قائم اور ایک ہی قوم ہیں۔ جب تک ہم میں مقابلے کا آغاز نہیں ہوتا تب تک ہم تمہیں نصیحت کرتے رہیں گے۔ اور جب جنگ کا آغاز ہو گیا تو ہم دو گروہ بن جائیں گے۔

بے شک اللہ نے ہمیں اور تمہیں اولاد دے کر آزمایا ہے کہ ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ ہم تمہیں اولاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے اور یزیدی لشکر کا ساتھ چھوڑنے کی نصیحت کرتے ہیں۔ اس لیے کہ جنگ کے بعد تمہارے ساتھ صرف برا ہو گا۔ تمہاری آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری جائیں گی۔ تمہارے ہاتھ پاؤں کاٹے جائیں گے۔ تمہارا مثلہ کریں گے۔ تمہاری لاشوں کو کھجور کی شاخوں سے لٹکائیں گے۔ اور تمہارے ممتاز لوگ مثلاً حجر بن عدی اور ہانی بن عروہ رضی اللہ عنہم قتل کیے جائیں گے۔"

یزیدی لشکر نے حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ کی تقریر سنی تو وہ مشتعل ہو گئے۔ اور آپ رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلط الفاظ استعمال کرنے لگے۔ کہنے لگے کہ

''خدا کی قسم! ہم یہاں سے تب تک پیچھے نہیں ہٹیں گے جب تک تمہیں اور حسین (رضی اللہ عنہ) کو قتل نہ کر دیں یا پھر ان کو قیدی بنا کر ابن زیاد کے پاس نہ لے جائیں۔''

حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''اے بندگانِ خدا! کیا تم ابن سمیہ کی اولاد کو خاتون جنت رضی اللہ عنہا کی اولاد سے زیادہ عزیز سمجھتے ہو۔ اگر تم ان کی مدد نہیں کر سکتے تو پھر ان کے ساتھ جنگ بھی نہ کرو۔ نہ انہیں قتل کرو۔ تم یزید اور امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنا معاملہ خود نمٹانے دو۔ اور یہ بھی یاد رکھو کہ اگر یزید نے تم سے خوش ہونا ہوا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل کے بغیر بھی ہو سکتا ہے۔''

شمر ذی الجوشن حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ کی باتیں سن کر تیر چلانے لگا اور کہنے لگا کہ اپنی زبان بند کرو۔

حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ بولے میں تجھ سے بات نہیں کر رہا تو تو جانور ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تجھ میں اتنی صلاحیت بھی نہیں ہے کہ تم قرآن پاک کی دو آیتوں کو سمجھنے کی صلاحیت رکھتے ہو۔

فَابْشِرْ بِالْخِزْیِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَالْعَذَابِ الْاَلِیْمِ

''قیامت کے دن کی ذلت اور رسوائی اور مستقل عذاب تجھے مبارک ہو۔''

شمر اور حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ میں اسی طرح باتوں کی تکرار ہوتی رہی۔ پھر حضرت زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ نے یزیدی لشکر کو مخاطب کیا:

''اے ظالمو! اپنے دین کو برباد نہ کرو۔ اہل بیت کا خون بہانے اور ان کی مدد نہ کرنے والوں کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے بروزِ قیامت محروم کر دیا جائے گا۔''

پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کو واپس خیموں میں بلا لیا۔

(تاریخ طبری: ۴/۲۱۰ تا ۲۱۱، البدایہ والنہایہ: ۸/۲۳۲ تا ۲۳۳، تاریخ ابن خلدون: ۲/۵۳۳ تا ۵۳۴)

حضرت حر رضی اللہ عنہ

لو مبارک ہو قدم بوسی حضرت اے حر
کس کو ہوتی ہے نصیب ایسی سعادت اے حر
سر کے بل جاؤ حسین ابن علی کے آگے
دیتا ہے حق تمہیں جنت کی بشارت اے حر

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب یزیدی لشکر کو خطبہ دیا تو ان میں سے صرف حر بن یزید تمیمی رضی اللہ عنہ پر اس خطبے کا اثر ہوا..... حر آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ کربلا تک پہنچا تھا مگر آپ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ نہ کی اور آپ رضی اللہ عنہ کی امامت میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔ مگر جب اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کا خطبہ سنا تو حقیقی طور پر تائب ہو گیا۔

جب عمرو بن سعد نے اپنے لشکر کو جنگ کا حکم دیا تو حر رضی اللہ عنہ عمرو بن سعد سے کہنے لگا۔ کیا تم واقعی سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے جنگ کرنا چاہتے ہو؟ عمرو بن سعد بولا کہ اب ایسی جنگ ہونے والی ہے جس میں گردنیں کٹیں گی..... ہاتھ کٹیں گے۔ حر نے کہا کیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی دعوت کو قبول نہیں کرتا۔ اس نے کہا۔ نہیں اب میرے اختیار میں کچھ نہیں ہے اب جنگ ہو کے رہے گی۔

حر رضی اللہ عنہ نے جب ابن سعد کی بات سنی تو وہ پریشان ہو گیا اور کہا:

کہا حُر نے کہ ابن سعد دنیا تجھ پہ غالب ہے
تجھے رَے حکومت چاہیے تو رَے کا طالب ہے۔

مسلماں ہو کے توبہ ہم لڑیں سبط پیغمبر سے
یہ بہتر ہے کہ خود ہی کاٹ لیں سر اپنا خنجر سے

لڑیں ہم اپنے سلطان جہاں افروز سے پہلے
ہمارے ہاتھ ہو جائیں شل کاش اس روز سے پہلے

امامِ حق سے لڑنا ہے شہہ لولاک سے لڑنا
تمام احکامِ قرآنِ خدائے پاک سے لڑنا

حر کو یہی غم تھا کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو اپنی تلواریں ابن رسول اللہ ﷺ کے خلاف اٹھاتے ہیں...... بدن کانپ رہا ہے...... چہرہ زرد ہے...... پریشانی کے آثار نمایاں ہیں...... دل دھڑک رہا ہے...... حر کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا اس کے قبیلے والوں نے جب اسے یوں پریشان دیکھا تو پوچھا کہ اے برادر!

تجھے کس بات نے اتنا پریشان کر رکھا ہے؟...... تو مشہور جنگ آزما اور دلاور و شجاع ہے...... تو بارہا جنگ کے خونیں مناظر دیکھ چکا ہے...... بہت سے دیو پیکر تیری خون آشام تلوار سے پیوند خاک ہوئے ہیں۔ پھر تیری یہ عجیب حالت کیوں ہے؟

حر بن یزید تمیمی رضی اللہ عنہ نے کہا:

وَاللهِ اُخَيِّرُ نَفْسِيْ بَيْنَ الْجَنَّةِ وَالنَّارِ ۔ وَاللهِ لَا اَخْتَارُ عَلَى الْجَنَّةِ شَيْئًا وَّلَوْ قُطِّعْتُ وَحُرِّقْتُ

”خدا کی قسم! اپنے دل سے پوچھ رہا ہوں کہ جنت میں جانا چاہتا ہے یا دوزخ میں۔ خدا کی قسم! میں کسی چیز کے لیے جنت کو نہیں چھوڑ سکتا۔ خواہ میرے جسم کے ٹکڑے اڑا دیئے جائیں یا پھر زندہ جلا دیا جاؤں۔“

لشکرِ حسینی میں......شمولیت

حر بن یزید تمیمی رضی اللہ عنہ نے اپنے قبیلہ والوں کو جواب دیا اور گھوڑے کو ایڑی لگا کر لشکرِ حسینی میں شمولیت اختیار کر لی۔

یہ نعرہ حُر کا تھا جس وقت فوجِ شام سے نکلا
کہ دیکھو! یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے

ہزاروں میں بہتر تن تھے تسلیم و رضا والے
حقیقت میں خدا ان کا تھا اور وہ تھے خدا والے

کسی نے جب وطن پوچھا تو یوں حضرت نے فرمایا
مدینے والے کہلاتے تھے اب ہیں کربلا والے

حسین ابن علی کی کیا مدد کر سکتا تھا کوئی
یہ خود مشکل کشا تھے اور تھے مشکل کشا والے

دوائے دردِ عصیاں پنج تن کے در سے ملتی ہے
زمانے میں یہی مشہور ہیں دار الشفا والے

اور خدمتِ حسین رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

فِدَاكَ يَا ابْنَ رَسُوْلِ اللهِ

''اے رسول خدا کے بیٹے! میں آپ پر قربان جاؤں۔''

میں وہی ہوں جس نے آپ کو واپس جانے سے روکا اور تمام راستہ آپ کی نگرانی کرتا رہا اور آپ کو اس خونیں میدان میں رکنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے ہرگز یہ علم نہیں تھا کہ یہ لوگ آپ کی بات کو تسلیم نہیں کریں گے اور معاملہ اس حد تک بگڑ جائے گا۔

رب کائنات کی قسم!

اگر مجھے ان لوگوں کی ہٹ دھرمی کا علم ہوتا تو میں یہ غلطی کبھی نہ کرتا۔ مین اپنی اس غلطی پر شرمندہ ہوں اور اپنے پچھلے اعمال سے توبہ کرتا ہوں۔ اور میں آپ پر اپنی جان قربان کرنے کے ارادے سے آیا ہوں۔ اور یہ فرما دیجئے کہ میری توبہ اس طرح قبول ہو جائے گی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا تمہاری توبہ قبول کرے اور تمہیں بخش دے۔

پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''تیرا نام کیا ہے؟''

حُر نے عرض کی:

اَنَا حُرُّ بْنُ یَزِیْدٍ

میرا نام حر بن یزید (ریاحی) ہے۔

''خیال رہے کہ حر کا معنیٰ آزاد ہے۔''

پھر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَنْتَ حُرٌّ کَمَا سَمَّتْكَ اُمُّكَ ۔ اَنْتَ الْحُرُّ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ

''تو آزاد ہے۔ جس طرح تیری ماں نے تیرا نام آزاد رکھا ہے انشاء اللہ تو دنیا اور آخرت میں آزاد ہے۔''

اب اتر! حُر نے عرض کیا: اب میں دشمنوں سے لڑتے ہوئے ہی گھوڑے سے اتروں گا۔ آپ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔ (طبری: ۶/۲۴۴)

ے یہ مژدہ سن کر حُر میدان میں شیرانا وار آیا
سیاہ کوفہ سے لڑنے کوئی شہسوار آیا
شجاعت حُر کی پہچانی ہوئی تھی دیکھی بھالی تھی
پیامِ مرگ اس کے ہاتھ تیغ ہلالی تھی

ہٹی پیچھے ہزیمت کھا کے فوجِ شام میداں سے
ہوئے واپس بہادر ہو کے سب ناکام میداں سے

بڑھے شمر و عمر غیرت دلائی سارے لشکر کو
کہا نرغہ میں لے لو بزدلو تم دلاور کو

ہزاروں تم ہو میداں میں وہ تنہا ہے اکیلا ہے
تمہاری فوج دریا موج میلا ہے جھیلا ہے

جو تم چاہو تو دم بھر میں مجاہد کو فنا کر دو
اُڑاؤ خاک گرمل کر تو جنگل خاک سے بھر دو

حضرت حر......اپنا خواب بیان کرتے ہیں

جہان درد دلوں میں بسا دیا تو نے
حسین چشم کو رونا سکھا دیا تو نے

وفا کو اصل وفا یوں بنا دیا تو نے
کسی نے وعدہ کیا اور نبھا دیا تو نے

جناب حُر کا مقدر جناب حُر کا نصیب
بگڑ چکا تھا مگر پھر بنا دیا تو نے

جب حر رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو اس نے عرض کی: اے ابن رسول! میں نے رات کو خواب میں اپنے باپ کی زیارت کی تو اس نے میرے پاس آ کر کہا: اے حر! تو ان دنوں کہاں جا رہا ہے؟ میں نے کہا امام حسین رضی اللہ عنہ کے راستے کو روکنے جا رہا ہوں۔ میرے باپ نے چلا کر کہا: اے بیٹا! تجھ پر افسوس ہے۔ تو رسول خدا سے کیا چاہتا ہے؟ اگر تو دوزخ کی آگ برداشت نہیں کر سکتا تو پھر اہل بیت کے ساتھ جنگ کیوں کر رہا ہے۔ اگر تجھے

جنت کے باغات کی طلب ہے تو پھر خاندانِ اہلِ بیت سے جنگ نہ کر۔

حضرت حر...... میدان جنگ میں

؎ اُنجے واہ یزیدیاں اَنھیاں نے یا وچہ میدان اندھیر دتے
غازی حُر بھی پھڑ شمشیر اپنی گھیر گھیر دشمن دھرتی گیر دتے
وانگ لومڑاں نس دے پھرن کوفی نعرے مار حسین دے شیر دتے
حُر مرد مجاہد جرار غالب منہ سیاں مردوداں دے پھیر دتے
سُنی اک نہ کسے دی جانباز ے لالچ لوبھ پئے ویریاں ڈھیر دتے
آخر کار زخمی ہویا نال تیراں ہنجو خونڈے اکھیاں کیر دتے
میری نذر حضور منظور کرنا موتی دماں دے سب بکھیر دتے
دائم حُر نے کر کے سر صدقہ کر سرنگوں وڈے دلیر دتے

حر نے عرض کی کہ مجھے میدان جنگ میں جانے کی اجازت دیجئے۔ تاکہ میں دشمن کو زیر کرسکوں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو ہمارا مہمان ہے۔ پہلے کوئی اور شخص چلا جاتا ہے تم بعد میں چلے جانا تو حر نے کہا کہ نہیں حضور پہلے مجھے جانے دیجئے۔ پھر امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی تو حر نے میدان کارزار میں اترتے ہی بہادری کے جوہر دکھانے شروع کر دیئے۔

؎ پہنچ کر شکرِ باطل میں پھر شمشیر کو تولا
ہزاروں دشمنوں کے سامنے للکار کر بولا

میرے عہدِ جفا کے ساتھیو ہوشیار ہو جاؤ
مجھی سے جنگ کرنے کے لیے تیار ہو جاؤ
امام تشنہ لب کے فیض کی مے پی کے آیا ہوں
درِ ساقی یہ مردہ دل گیا تھا جی کے آیا ہوں

نگاہِ لطف ساقی نے میری فطرت بدل ڈالی
ذرا سی دیر میں بدبخت کی قسمت بدل ڈالی

جب حر کو ابن سعد نے میدان جنگ میں دیکھا تو اس پر لرزہ طاری ہو گیا۔ حر نے میدان میں للکار کر کہا لوگو! میں آ گیا ہوں۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں کون ہوں۔ اور میرا نام کیا ہے؟ میں حر ہوں۔ لیکن تمہارا حر نہیں اہل بیت کا حر ہوں۔ سنو!

ڈرو مجھ سے کہ اب میں اسلام کا حر ہوں
کہ پہلے نام کا حُر تھا مگر اب کام کا حُر ہوں

تمہاری فوج سے ڈر کر میں ہرگز منہ نہ موڑوں گا
جو دامن آج تھاما ہے، قیامت تک نہ چھوڑوں گا

جسے حق آزمانا ہو سر میدان آ جائے
اگر چاہے تو پہلے خود ''بڑا شیطان'' آ جائے

حضرت حر کی بے مثال شجاعت

ہر جا لپک لپک کے جو وہ شعلہ رو گیا
میدان میں مثل برق چمک چار سو گیا

تصویر مرگ پھرتی تھی دشمن کے سامنے
غل تھا ارے نہ جائیو ناگن کے سامنے

اڑتے تھے حُر کے دم سے شرارے ادھر ادھر
گرتے تھے ٹوٹ ٹوٹ کے تارے ادھر ادھر

ابن سعد نے صفوان کو حضرت حُر کی طرف بھیجا تو جب حر نے صفوان کا شجاعت کے ساتھ مقابلہ کیا اور صفوان کو ریزہ ریزہ کر دیا تو اس کے لشکر میں شور مچ گیا۔ پھر صفوان کے تینوں بھائی میدان کی طرف آئے۔ اس حال میں کہ

؎ یہ اپنی داڑھیوں کے بال دانتوں میں دبائے تھے
غم وغصہ سے پیچ وتاب کھاتے ان میں آئے تھے

غرض یک بارگی مل کر یہ تینوں ایک پر جھپٹے
کہ بدفطرت بدی کا جام پی کر نیک پر جھپٹے

بگولے کی طرح گھوڑوں کے قدموں سے غبار اٹھا
وہ حر مارا گیا بدکار کا لشکر پکار اٹھا

مگر جب ثانیاً دیکھا نگاہوں نے تو کیا دیکھا
کہ باطل کٹ چکا تھا اور حق زندہ سلامت تھا

حر پر صفوان کے تینوں بھائیوں نے بیک وقت حملہ کر دیا۔ حر نے نعرہ لگایا اور خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے ان کے سامنے آ گیا۔ ایک کو کمر سے پکڑا اور گھوڑے کی زین سے اٹھا کر نیچے زمین پر دے مارا جس سے اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اور دوسرے کے سر پر تلوار سے وار کیا جو اس کے سینے تک پہنچ گئی۔ تیسرا بھاگ نکلا مگر حر نے اس کی پشت پر وار کر کے اس کا بھی خاتمہ کر دیا۔ (روضۃ الشہداء، ص: ۲۷۷ تا ۲۸۰)

؎ ملی جس کی نظر ان کی نظر سے
زمیں پر گر پڑا اس کے ہنر سے

جسے کہتے ہیں سب شبیر علیہ السلام کا حر
فزوں تر تھا وہ ہر شیر ببر سے

حضرت حر کا...... جوشیلہ خطاب

بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے حر رضی اللہ عنہ نے شامی لشکر کو مخاطب کیا اور ان کے سامنے جوشیلہ خطاب کیا۔

''اے اہل کوفہ! تم نے خود ہی نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوفہ میں بلایا اور پھر

دشمنوں کے حوالے کر دیا۔تم نے تو کہا تھا کہ تم اپنی جان ان کے لیے قربان کرو گے مگر اب تو تم ان کی جان لینے کے در پے ہو۔تم انہیں خدا کی سرزمین میں جانے سے روکتے ہو جبکہ اس سرزمین پر تو جانور بھی آزاد پھرتے ہیں تم نے ان پر فرات کا پانی بند کر دیا ہے۔اور امام حسین کے لشکر والے پیاس سے تڑپ رہے ہیں۔تم نے جو سلوک خاندانِ اہل بیت کے ساتھ کیا ہے اگر تم نے اس سے توبہ نہ کی اور اپنے ارادے سے باز نہ آئے تو حشر کے دن تم بھی پانی سے محروم ہو جاؤ گے۔''

ابن زیاد نے جب حضرت حر کا خطاب سنا تو اسے ڈر لگنے لگا کہ کہیں کوفہ والے امام حسین کی طرف نہ چلے جائیں۔چنانچہ اس نے حر پر تیر برسانے کا حکم دیا۔

؎ بڑے شمر و عمر نے غیرت دلائی سارے لشکر کو
کہا نرغہ میں لے لو بزدلو تم دلاور کو

ہزاروں تم ہو میداں میں وہ تنہا ہے اکیلا ہے
تمہاری فوج دریا موج میلہ ہے جھیلا ہے

جو تم چاہو تو دم بھر میں مجاہد کو فنا کر دو
اُڑاؤ خاک گر مل کر تو جنگل خاک سے بھر دو

حضرت حر رضی اللہ عنہ نے اپنا خطاب مکمل کیا اور خیموں کی طرف واپس لوٹ گئے۔

(تاریخ طبری:۴/حصہ اول:۲۱۲ تا ۲۱۳،تاریخ ابن خلدون:۲/۵۳۵،البدایہ والنہایہ:۸/۲۲۳ تا ۲۲۴)

حضرت حر کی شہادت

کامل پیر شریعت دے عشق اندر ویکھو صادق مرید شہید ہویا
راز بھری آواز سردِش دتی دید باز کردید شہید ہویا
سر دے کے سرِ بازار اندر سر حق خرید شہید ہویا!
کیڈے بخت امام دی گود اندر حُر مرد سعید شہید ہویا!
ساری برکت ایہ حُبِ حسین دی اے جان دیدنوں عید شہید ہویا
عارف درس عرفان استاد کولوں پڑھ کے حبل الورید شہید ہویا
اپنی خاک اڈا کے شمع اُتے پکی لے رسید شہید ہویا
دائم لا الٰہ الا اللہ پڑھدا کلمہ توحید شہید ہویا

حضرت حر رضی اللہ عنہ دشمنوں سے لڑ رہے تھے کہ ان کا نیزہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے تیغ آبدار کھینچ لی۔ اور دشمن سے جنگ کرنے لگے۔ جس پر بھی وار کرتے اس کی کمر کو دو ٹکڑے کر دیتے۔ کبھی میمنہ پر حملہ کرتے۔ کبھی میسرہ پر حملہ کرتے۔ اور بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے قلب لشکر میں گھس گئے اور ابنِ سعد کے پرچم بردار تک پہنچ گئے تاکہ اسے پرچم سمیت دو ٹکڑے کر دے۔ اسی دوران شمر نے اپنے لشکر کو آواز دی کہ اسے چاروں طرف سے گھیر لو! چنانچہ یزیدی لشکر نے ان پر یک لخت حملہ کر دیا اور چاروں طرف سے وار کرنے لگے۔

لیا نرغے میں آ کر اک سپاہی کو ہزاروں نے
بہادر بن کے پھر حملہ کیا بزدل گنواروں نے

حضرت حر اس گروہ کے درمیان نہایت بہادری سے لڑ رہے تھے کہ اچانک

قسورہ بن کنانہ نے ان کے سینے پر نیزہ مارا۔ جوان کے جسم میں گھس گیا۔ جناب حُر پوری سرگرمی سے جنگ کر رہے تھے۔ جب انہوں نے اپنا زخم دیکھا اور قسورہ بن کنانہ کو دیکھا کہ اس نے نیزہ مارا ہے اور اس کے سر سے خود الگ ہو چکا ہے، تو انہوں نے اس کے سر پر تلوار کا وار کیا۔ جس نے قسورہ کو سینے تک چیر دیا۔ وہ گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ حضرت حر رضی اللہ عنہ بھی گھوڑے سے نیچے گر پڑے۔ اور نعرہ لگایا:

یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَدْرِکْنِی

اے رسول خدا کے بیٹے میری مدد کو پہنچو!

میرے فریاد رس مولا میری فریاد کو پہنچو
بوقت جانکنی آقا میری امداد کو پہنچو

تمنا ہے کہ پھر دیکھوں شہ ابرار کی صورت
دم رحلت مقابل ہو یار کے یار کی صورت

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے گھوڑا دوڑایا اور دشمن کے سامنے پہنچ گئے۔ پھر آپ نے گھوڑا چھوڑ دیا اور زمین پر بیٹھ کر حضرت حر کا سر اپنی آغوش میں لے لیا۔ اپنے دامن سے حر کے رخساروں کو صاف کیا۔ حضرت حر میں جان کی تھوڑی سی رمق باقی تھی۔ انہوں نے آنکھ کھول کر دیکھا کہ ان کا سر آغوشِ حسین رضی اللہ عنہ میں ہے۔ آپ مسکرانے لگے اور عرض کی:

اے ابن رسول! آپ مجھ سے راضی ہو گئے؟ امام علیہ السلام نے فرمایا: میں تجھ سے خوش ہوں۔ اللہ تعالیٰ تجھ سے راضی ہو۔ (روضۃ الشہداء:۲/۲۵۶)

امام عالی مقام کی بارگاہ میں حضرت حر نے جو عرض کیا شاعر اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتا ہے۔

شہا منظور فرما لو متاع جان کا تحفہ
قضا کے ہاتھ میں ہے ترے مہمان کا تحفہ

سلام اے نیر اوج امامت، نور یزدانی
سلام اے مخزن حق و صداقت گنج ایمانی

اسی لیے تو کہا جاتا ہے

ذکر جب ہو گا حقیقت کے پرستاروں میں
نام حُر آئے گا دنیا کے معماروں میں
حُر کو جنت بھی ملی اوج شہادت بھی ملا
اک نظر میں شاہ نے قطرے کو دریا کر دیا
چھوا جو کنکروں کو انہیں در بنا دیا
قیدی جو آیا پاس اسے حُر بنا دیا

اے حر! تیری قسمت کی کیا بات ہے

دریا میں سمندر کبھی گرتا نہیں دیکھا
پانی کو ہرا دے کوئی پیاسا نہیں دیکھا
حُر کی طرح دیکھئے وہ اندھیرے سے نکل کر
جو شخص یہ کہتا ہے اجالا نہیں دیکھا
کس طرح وہ پہنچے گا بھلا خلد بریں میں
جس نے در شبیر کا رستہ نہیں دیکھا
اندازہ انہیں پیاس کی شدت کا ہو کیسے
جن لوگوں نے اب تک سر صحرا نہیں دیکھا
حر ابر کرم برسا ہے جس طرح سے تجھ پر
بخشش کی گھٹاؤں کو برستا نہیں دیکھا

باب نمبر 7

شہادتیں

جَـآءَ الْـحَـقُّ وَزَهَـقَ الْبَـاطِـلُ
ثابت کر گئی پاکیزہ جماعت حسینؑ کی

تن من دھن قربان کر دیا دین مبین پر
کیا ممتاز ہے تاریخ میں خدمت حسینؑ کی

حسینؑ کے سجدے نے رکھا نمازوں کا بھرم
احسان مند ہے نبی کی امت حسینؑ کی

عظیم سے عظیم تر ہیں شہادتیں اے ظفر
ہے اعلیٰ سے اعلیٰ شہادت حسینؑ کی

حضرت وہب کی شہادت

شبیر رضی اللہ عنہ نامدار پہ لاکھوں سلام ہوں
شایان ذوالفقار پہ لاکھوں سلام ہوں
شامل رہا جو سبط پیمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی فوج میں
ہر اس وفا شعار پہ لاکھوں سلام ہوں

والدہ کی خواہش......اور اپنے بیٹے سے اظہار

حضرت وہب قبیلہ بنی کلب کے زیبا و نیک خو، گلرخ حسین جوان تھے...... اٹھتی جوانی اور عنفوانِ شباب، امنگوں کا وقت اور بہاروں کے دن تھے۔ شادی کو صرف سترہ روز گزرنے تھے۔ ابھی بساطِ عشرت و نشاط گرم ہی تھی کہ آپ کے پاس آپ کی والدہ پہنچیں۔ جو ایک بیوہ عورت تھیں۔ جن کی ساری کمائی اور گھر کا چراغ یہی بیٹا تھا۔

والدہ محترمہ نے بیٹے کو گلے سے لگایا اور رونا شروع کر دیا۔ بیٹا حیرت زدہ ہو کر دیکھنے لگا اور پوچھا کہ اے میری مشفقہ ماں تجھے کس بات کا رنج و ملال ہے۔ کیا میری طرف سے کوئی نافرمانی ہوگئی ہے۔ میں آپ کا فرمانبردار ہوں۔ آپ کے حکم پر جان فدا کرنے والا ہوں۔ آپ غمگین نہ ہوں۔

سعادت مند بیٹے کی گفتگو سن کر ماں کی چیخیں نکل گئیں۔ اور کہنے لگی:

اے فرزند دلبند! تو میری آنکھ کا نور ہے...... میرے گھر کا چراغ ہے......

میرے باغ کا پھول ہے...... میرے دل کا قرار ہے...... میری جان کا چین ہے...... تیری جدائی مجھ سے برداشت نہیں ہوتی۔

اے میرے بیٹے!

تجھے خونِ جگر اپنا پلا کر میں نے پالا ہے
مرے نور تو ہی مرے گھر کا اجالا ہے
سلایا ہے تجھے سوکھے میں، میں گیلے میں سوئی ہوں
یتیمی پر تری میں عمر بھر برجستہ روئی ہوں
تیری خاطر اٹھائیں میں نے تکلیفیں زمانے کی
کرتی کوشش ہمیشہ تجھ کو ہر غم سے بچانے کی
جہاں میں خود کو کھو کر بیٹا میں نے تجھ کو پایا ہے
بڑی مشکل سے یہ وقت جوانی تیرا آیا ہے
ترے والد تو تجھ کو چھوڑ کر کمسن ہوئے رخصت
مگر میں نے نہ آنے دی تری جانب کوئی کلفت
کیا قربان تجھ پر میں نے اپنے عیش و عشرت کو
رکھا مدنظر ہر دم ترے آرام و راحت کو
وہب کی والدہ رو رو کے یہ اظہار کرتی تھیں
ہر اک ہچکی پہ بیٹے سے یہی اصرار کرتی تھیں
سکون جان ہے تو ہی میری آنکھوں کا تارا ہے
جہان زندگی میں تو مرے دل کا سہارا ہے

مگر آج مصطفیٰ ﷺ کا جگر گوشہ...... خاتون جنت کا نونہال دشت کربلا میں

مبتلائے مصیبت و جفا ہے...... اے میرے بیٹے! کیا تو یہ کر سکتا ہے کہ اپنا خون اس پر نثار کر دے...... اپنی جان اس کے قدموں پر قربان کر دے...... تو حسین رضی اللہ عنہ کے سر پہ صدقہ ہو جائے؟

حضرت وہب کا جواب

حضرت وہب نے جواب دیا کہ اے میری مشفقہ ماں! یہ جان شہزادۂ کونین پر فدا ہو جائے گی۔ یہ ناچیز اپنے آقا کے لیے قربان ہو جائے گا۔ میں دل و جان سے آمادہ ہوں۔ ایک لمحہ کی اجازت چاہتا ہوں تا کہ اس بی بی سے دو باتیں کر لوں۔ جس نے اپنی زندگی کے عیش و راحت کا سہرا میرے سر باندھا ہے۔ جس کے ارمان میرے سوا کسی طرف نظر نہیں اٹھاتے۔ اس کی حسرتوں کے تڑپنے کا خیال ہے۔ اگر وہ صبر نہ کر سکی تو اس کو اجازت دے دوں گا کہ وہ اپنی زندگی اپنی مرضی سے گزارے۔

ماں نے کہا: بیٹا! عورتیں ناقص العقل ہوتی ہیں۔ مبادا تو اس کی باتوں میں آ جائے اور یہ سعادت مندی تیرے ہاتھوں سے چلی جائے۔ حضرت وہب نے کہا: پیاری ماں! امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت کی گرہیں اتنی مضبوط ہیں کہ یہ اب کوئی کھول نہیں سکتا۔

حضرت وہب کی اپنی بیوی سے بات چیت

پھر حضرت وہب رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا:

اے رفیقۂ حیات! میں تمہاری امنگوں کو جانتا ہوں...... تمہارے سہاگ کی قیمت بھی جانتا ہوں...... مگر آج ابن رسول پر اور جگر گوشۂ بتول پر مصیبت آن پڑی ہے...... وہ سخت امتحان میں گرفتار ہیں...... بے یار و مددگار ہیں...... غداروں کا ان

پر زغہ ہے...... میری تمنا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لال کی حمایت اور حق کی ساکھ کو بچانے کے لیے اپنی جان قربان کر دوں...... تمہارے پاس اس لیے آیا ہوں کہ اپنا حق مہر معاف کر دو۔

وفادار بیوی نے جب گفتگو سنی تو دست بستہ کھڑی ہوگئی اور جواب دیا:

اے میرے سرتاج! اگرچہ میں جانتی ہوں کہ تمہاری موت سے میرا سہاگ لٹ جائے گا۔ لیکن اگر میرا سہاگ لٹنے سے دین حق کا علم بلند ہوتا ہے تو مجھے منظور ہے۔ اگر میدان جنگ میں عورتوں کو بھی لڑنے کی اجازت ہوتی میں بھی میدان جنگ میں جا کر اپنی جان کی قربانی پیش کرتی۔

ابھی تو میں نے دل بھر کر تیرا چہرہ دیکھا بھی نہیں ہے کہ تو نے جنتی چمنستان کا ارادہ کر لیا۔ وہاں حوریں تیری خدمت کی آرزومند ہوں گی۔ مجھ سے عہد کرو کہ جب تم اہل بیت کے ساتھ جنت میں جاؤ تو اس وقت مجھے نہ بھولنا۔

حضرت وہب...... بارگاہِ حسین میں

حضرت وہب اپنی والدہ اور بیوی کے ساتھ بارگاہِ حسین رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوئے۔ ماں نے پاؤں کی خاک چومی۔ بیٹے نے قدم بوسی کی۔ اور دلہن نے سر جھکا دیا۔

ماں کی عرض

حضرت وہب کی ماں نے عرض کیا کہ

یاابن رسول! یہ وہب میرا بیٹا ہے...... میری زندگی کا آسرا ہے...... میرے بڑھاپے کا سہارا ہے...... یہی میری دولت ہے...... یہی میری کمائی ہے...... یہی

میری پونجی ہے۔ یا سیدی یہ حقیر سی قربانی میری طرف سے قبول فرمائیے۔ اور میرے بیٹے کو عترت رسول پر قربان ہونے کی اجازت دیجئے۔

بیوی کی عرض

بیوی نے عرض کیا کہ اے سیّدہ کے لال! میں جانتی ہوں کہ وہب کی موت سے میرا سہاگ لٹ جائے گا...... میں اپنے والی سے محروم ہو جاؤں گی...... نہ میرا کوئی بھائی ہے نہ بہن ہے...... میرا کوئی قریبی عزیز بھی نہیں۔ مگر میرے آقا! مجھے یہ سب کچھ منظور ہے مگر میں آپ کو مصیبت میں نہیں دیکھ سکتی۔ میرے خاوند کو میدان کربلا میں جانے کی اجازت دیجئے۔

حضرت وہب کی عرض

حضرت وہب نے بارگاہِ حسین رضی اللہ عنہ میں عرض کی۔ اے ہمارے امام! وہ موت، موت نہیں زندگی ہوتی ہے جو اسلام کی سربلندی کے لیے آئے۔ اور جو سر ناموس دین کی خاطر کٹے وہ سربلند ہے۔ یا حسین رضی اللہ عنہ! مجھے میدان کربلا میں جانے کی اجازت دے دیں۔

حضرت وہب کی والدہ کو...... آقا حسین کا جواب

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے جب ان تینوں کے جذبات کو دیکھا تو حضرت وہب کی والدہ سے کہا کہ:

اماں جی! وہب آپ کے بڑھاپے کا سہارا ہے...... نئی نویلی دولہن کا سہاگ ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ جذباتی فیصلہ کر لیں اور بعد میں جب ہر طرف اندھیرا ہو جائے تو آپ کو اپنے اس جذباتی فیصلے پر پچھتانا پڑے۔

والدۂ وہب کے جذبات

حضرت وہب کی والدہ کے جذبات کچھ یوں تھے کہ

اے حسین! میں نے تیری ماں فاطمہ کو کئی بار تہجد کے وقت وضو کے لیے پانی بھر کر دیا ہے۔

اے حسین! میں تیری عظمت بھی جانتی ہوں اور تیری ماں کی بھی۔

اے حسین! مجھے علم ہے کہ

نبی فاطمہ کا	نبوت فاطمہ کی ہے
ولی فاطمہ کا	ولایت فاطمہ کی ہے
رسول فاطمہ کا	رسالت فاطمہ کی ہے
شہید فاطمہ کا	شہادت فاطمہ کی ہے
خدا فاطمہ کا	خدائی فاطمہ کی ہے

میں اپنے چاند جیسے بیٹے کی جدائی تو برداشت کر سکتی ہوں مگر قیامت کے دن فاطمہ کی ناراضگی گوارا نہیں کر سکتی۔

میدانِ جنگ میں...... بہادری کے جوہر

جب حضرت وہب رضی اللہ عنہ کو ہر طرف سے اجازت مل گئی تو انہوں نے دشمن کے لشکر کی طرف دیکھا اور گھوڑے پر سوار ہو کر دل ہلا دینے والی آواز کے ساتھ یہ رجز پڑھتے ہوئے میدان کارزار کی طرف بڑھنے لگے۔

اَمِیْرٌ حُسَیْنٌ وَ نِعْمَ الْاَمِیْر

لَہٗ لَمْعَۃٌ کَالسِّرَاجِ الْمُنِیْرِ

''میرا آقا حسین ہے اور وہ کتنا اچھا سردار ہے جس کے چہرے کی چمک

سے نیر تاباں بھی منہ چھپا رہا ہے۔''

برق خاطف کی طرح میدان میں پہنچا۔کوہ ہمت نے گھوڑے پر سپہ گری کے فنون دکھائے۔دشمنوں کی صفوں سے مبارز طلب کیا جو سامنے آیا تلوار سے اس کا سر اڑا دیا......گرد وپیش خود سروں کے سروں کے انبار لگا دیئے......ناکسوں کے تن خون وخاک میں تڑپتے نظر آنے لگے...... یکبارگی گھوڑے کی باگ موڑ دی اور ماں کے پاس آ کر عرض کی کہ اے میری مشفقہ ماں! تو مجھ سے راضی ہوئی اور بیوی کی طرف جا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا جو بیقرار رو رہی تھی۔اسی کو صبر کا دلاسہ دیا۔

اتنے میں دشمنوں کی طرف سے آواز آئی کہ کیا کوئی مبارز ہے۔وہب گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف روانہ ہوئے۔اس وقت دشمنوں کی طرف ایک مشہور بہادر اور نامدار سوار حکم بن طفیل غرورِ نبرد آزمائی میں سرشار تھا۔وہب نے ایک ہی حملے میں اس کو نیزہ اٹھا کر اس طرح زمین پر دے مارا کہ ہڈیاں چکنا چور ہو گئیں اور دونوں لشکروں میں شور مچ گیا اور مبارزوں میں ہمت مقابلہ نہ رہی۔

حضرت وہب کا یزیدیوں سے......مکالمہ

حضرت وہب کی جوانمردی کو دیکھتے ہوئے یزیدی لشکر میں کھلبلی مچ گئی اور وہ پوچھنے لگے اے جوان تو کون ہے؟ تیری حسین سے کیا نسبت ہے؟ کون سا قبیلہ ہے؟ تو انہوں نے وجد میں آ کر کہا:

؎ تعلق ہے مرا اہل ایمان کے اس قبیلے سے
خدا کو جس نے پہچانا محمد ﷺ کے وسیلے سے

یزیدیوں نے کہا:

''اپنی جوانی پہ ترس کھا...... تیرا خاندان اور ہے اور حسین کا اور......تم

کیوں اس کی وجہ سے اپنی جان جوکھوں میں ڈال رہے ہو؟......تم کیوں اپنی ماں اور بیوی کو مشکل میں ڈال رہے ہو؟''

حضرت وہب نے جواب دیا:

''میں تمام رشتے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قدموں پر قربان کر دوں۔ جس کا حسین سے رشتہ نہیں اس کے باقی تمام رشتے بھی بیکار ہیں۔''

حضرت وہب کی یہ ہیبت ناک گفتگو سن کر یزیدی لشکر گھبرا گیا۔ اور کہنے لگا:

اے حسین! تو خود کیوں میدان میں نہیں آتا۔ ہمارے مقابلے میں پانڈیوں کو کیوں بھیج رہا ہے۔

حضرت وہب نے جواب دیا:

سنو یزیدیو! میں حسین کا غلام ہوں اور میرے ہوتے ہوئے میرے آقا کو سامنے آنے کی ضرورت نہیں۔ تم میرا مقابلہ نہیں کر سکتے تو میرے آقا کا مقابلہ کیسے کرو گے؟

اجازت لے کے عبداللہ کلبی آئے میدان میں
فضائے آسماں سے بجلیاں کوندیں بیاباں میں

کہا سالم نے کیا نام و نشان ہے خانداں کیا ہے
نہیں کیا تم میں کوئی باوجاہت نوجواں کیا ہے

یہ بہتر تھا کہ مرنے کے لیے وہ بدنصیب آئے
سرِ میداں زہیر آئے بریر آئے حبیب آئے

کہا سالم سے عبداللہ نے خاموش بے غیرت
غلاموں پر اٹھانا ہاتھ ہے اشراف کی ذلت

یہ سن کے فقرے عبداللہؓ کے جل بھن گیا سالم
بڑھا شمشیر لے کر ان میں غازی طرف ظالم

لگا تلوار پر تلوار برسانے مجاہد پر
مگر رد کیا غازی نے ہر اک وار بد اختر

مثال شیر پھر میدان میں اک بار غازی نے
عدو کے سر پہ ماری کھینچ کر تلوار غازی نے

پڑی تلوار خود پر اور خود کو کاٹ کر نکلی
کیے سر کے بھی دو خونِ جگر کو چاٹ کر نکلی

صفائی وہ دکھائی تیغ عبداللہ نے ان میں
کہ ہل چل مچ گئی ہیبت سے ہر جا فوجِ دشمن میں

سپاہ شام نے حکم عمرو بن سعد سے بڑھ کر
کیا چاروں طرف سے حملہ عبداللہ کلبی پر

یہ دیکھا جنگ کا نقشہ تو عبداللہ کو بی بی
سرِ میدان چلی آئیں مدد کو اپنے شوہر کی

کہا شوہر نے واپس جاؤ اے بانوئے باعزت
ہو مرے سامنے جنگ آزما تم مری ہے ذلت

شہ دیں نے بھی عبداللہ کی بی بی کو سمجھایا
سنایا حکم قرآں جنگ کے میداں سے لوٹایا

عجب جوش جہاد حق عجب شوق شہادت تھا
کہ مستورات کو بھی عرصۂ پیکار جنت تھا

شہادت

پھر یزیدی لشکر میں سے باری باری حملہ آور ہوتے رہے اور جہنم رسید ہوتے رہے۔ حضرت وہب نے ان کو اس زور سے زمین پر گرایا کہ ان کی ہڈیاں چکنا چور ہوگئیں۔ وہب کی ماں یہ نظارہ دیکھ رہی تھی۔ اور بیوی مصلے پر سجدے میں گری ہوئی تھی۔ آخر کار دشمن نے اجتماعی طور پر چاروں طرف سے حملہ کیا تو وہب کے جسم پر پندرہ سو تیروں اور نیزوں کے زخم لگے۔ اور نڈھال ہوکر امام کے قدموں میں گر گئے۔ اور جان دے دی۔

بڑھا جوشِ شجاعت قلب عبداللہ غازی میں
رہا مصروف یہ جانباز مہم ترک نازی میں
بہت سے کوفیوں کو شامیوں کو جان سے مارا
پھرے منہ دشمنوں کے جنگ سے اس شان سے مارا
رضائے حق میں کھا کر زخم رہ کر صابر و شاکر
شہید فی سبیل اللہ عبداللہ ہوئے آخر

سلام عقیدت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نور نظر کے ان وفادار غلاموں پر ہزاروں سلام...... جو دین وایمان کی آبرو بچانے کے لیے جان دے گئے۔

فاطمہ کے لال کے ان جانثاروں پر سلام...... جو حق وصداقت کا علم سربلند رکھنے کے لیے قربان ہوگئے۔

نواسۂ رسول کے ان فداکار ہمراہیوں پر سلام...... جو میدان کربلا کی تپتی ہوئی ریت پر شریعت مصطفیٰ کی پاسبانی کی خاطر مظلوم کربلا کے قدموں میں شہادت پا گئے۔

ان کی پاک روحوں کو سلام ہو...... ان کی قبروں پر رحمت ہو...... اور ان کی وفاداری پر تحسین ہو۔

؎ کربلا کا سیدھا سچا مختصر نکتہ ہے یہ
کوئی غاصب مومنوں کا بن نہیں سکتا امام

منزل مقصود حاضر ہو کر چومے گی قدم
کربلا کے راستے پر چل کے دیکھو چند گام

دین کے ابجد سے بھی انعام جو واقف نہیں
کربلا کے منچلوں کو وہ بھی کرتا ہے سلام

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کی شہادت

؎ کربل کی ہے یاد آئی اب رونے رُلانے دو
سوئے ہوئے پہلو میں سب درد جگانے دو
صغریٰ سے کہا شہ نے مت روک مجھے بیٹی
دیں لٹتا ہے نانے کا سر دے کے بچانے دے
اکبر کی شہادت پر زینب سے کہا شہ نے
ارمانوں کا یہ لاشہ مجھ کو ہی اٹھانے دو
بن جانا تمہیں دلہن رُک جاؤ ذرا حورو!
قاسم کو شہادت کے سہرے تو سجانے دو

تعارف

؎ آئے ہیں اب میدان میں علی مرتضیٰ کے پھول
زہرہ بتول اور چمن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھول
حوریں جناں سے آئیں ملک آئے عرش سے
لے کر خدا کی طرف سے صلِ علیٰ کے پھول
ہشیار اہل بیت کی لاشوں سے اے زمین
کملا نہ جائیں یہ ہیں رسول خدا کے پھول

خاندانِ اہل بیت کے شہداء میں ایک نام حضرت قاسم بن حسن رضی اللہ عنہما بھی ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھتیجے اور ہونے والے داماد تھے۔ آپ کے ساتھ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی لختِ جگر حضرت سکینہ رضی اللہ عنہا کی نسبت طے تھی۔

امام عالی مقام سے اجازت طلب کرتے ہیں

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ سے بار بار عرض کی کہ جنگ میں جانے کی اجازت دیجیے۔ مگر ان کو اجازت نہیں مل رہی تھی۔

امام دوسرا نے فرطِ غم سے منع فرمایا
کہا اے راحتِ جاں زندگی کا تم ہو سرمایا
ہو تم نورِ نظر تصویر ہو تم مرے بھائی کی
نظر تم میں جھلک آتی ہے شانِ مرتضائی کی
میں تم کو سر کٹانے کے لیے کیونکر اجازت دوں
طبیعت مضطرب ہے کس طرح اذنِ شہادت دوں
اعزا و اقربا سب دے چکے جانیں رہِ حق میں
مٹے احباب سارے الفتِ خلاقِ مطلق میں
نہ اکبر ہیں، نہ جعفر ہیں، نہ عبداللہ باقی ہیں
نہ اب عون و محمد بھی جہاں میں آہ باقی ہیں
فقط اب تم ہو یا بیمار اک سجاد باقی ہے
تمہیں دونوں سے اوجِ عالم ایجاد باقی ہے
نہیں دل گوارا تم بھی ہو داخل شہیدوں میں
تمہیں روحِ رواں ہو لختِ جگر مری امیدوں میں

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ سے سفارش کرانے کا ارادہ کیا۔ اور عرض کی:

اے امی جان! آپ کے دو دلبروں کا ایک بھائی اور بھی ہے اور وہ میں ہوں میں وہی قاسم ہوں۔

وہی جس کو کہا کرتی ہو صابر باپ کا بیٹا
سوالی بن کر آیا ہے وہ قاسم آپ کا بیٹا
اسے بھی شوق سے قربان کر دیجئے
خدارا بے مجبور پر احسان کر دیجئے
رہ توحید میں، میں بہت پر جوش ہوں امی
مگر اپنی یتیمی دیکھ کر خاموش ہوں امی

مگر پھر بھی اجازت نہ ملی۔

حسن نے صاف اپنے لختِ دل قاسم کو لکھا تھا
کہ اے جانِ تمنا عنقریب اک وقت آئے گا
ہمارے بعد محشر کربلا میں اک بپا ہو گا
ہمارا خاندان کا خاندان جس میں فنا ہو گا
یزید روسیہ ہو گا حسین پاک کا دشمن
وہ کاٹے گا بہاروں سے بھرا زہرا کا سب گلشن
تب ہی آئے گی بیٹا نبی کے خانوادے پر
چلیں گے تیغ و خنجر دشت میں ہر شاہزادے پر
مرے لختِ جگر ہاں مرے نورِ نظر قاسم
مری آنکھوں کی ٹھنڈک اے مرے پیارے پسر قاسم
چچا پر جب تمہارے دشت میں یہ وقت بد آئے
تمہیں جب قتل کرنے لشکر اہل حسد آئے

چچا پر تم بھی اپنی جان کو قربان کر دینا
خدا کی راہ میں جانِ حزیں کو جان کر دینا
پڑھی جس وقت یہ تحریر شاداں ہو گئے قاسم
پدر کے وسعتِ علمی پہ حیراں ہو گئے قاسم
یہ تھا وہ علم جو اللہ نے بخشا تھا حیدر کو
یہی وہ علم تھا حاصل تھا جو شبیر و شبر کو
یہ تھا وہ علم جس کے شہر اعظم خود پیغمبر تھے
یہ تھا وہ علم جس کے حضرتِ مولا علی در تھے

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ واپس خیمہ میں تشریف لائے اور پریشانی کے عالم میں سوچنے لگے کہ اچانک ان کو یاد آیا کہ ان کے والد محترم نے (امام حسن رضی اللہ عنہ) ان کے بازو پر ایک تعویذ باندھ کر فرمایا تھا کہ جس مقام پر تجھے بہت زیادہ پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے۔ اور مصائب و آلام کی آندھیوں میں گھر جائے تو اس تعویذ کو کھول کر پڑھنا جو اس پر لکھا ہوگا اس پر عمل کرنا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے سوچا کہ اس سے زیادہ مصائب پہلے کبھی نہیں آئے۔ سو تعویذ کو پڑھ کر دیکھ لیتا ہوں کہ اس میں کیا لکھا ہے۔ پھر آپ نے تعویذ کو کھولا اور دیکھا اس پر امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے قاسم کے لیے حکم نامہ تحریر کیا تھا کہ

جب تیرے بھائی اور چچا حسین کو دھوکے باز شامیوں اور بے وفا کوفیوں کے درمیان صحرائے کربلا میں گھرا ہوا پایا جائے تو اپنا سر ان کے قدموں پر قربان کر دینا۔ اور اپنی جان قربان کر دینا۔ اگر تجھے شہادت سے روکا جائے تو بار بار منت و سماجت کرتے رہنا۔

حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے جب یہ وصیت نامہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو پڑھایا تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ (روضۃ الشہداء،ص:۳۲۱)

جو دیکھی سرور علیہ السلام مجبور نے تحریر بھائی کی
تو آنکھوں میں یکا یک پھر گئی تصویر بھائی کی

اٹھے بے تاب ہو کر لے لیا قاسم علیہ السلام کو بانہوں میں
بدل کر رہ گئی غم کی فضا اشکوں میں آہوں میں

میرے رنجور دل کو اور بھی رنجور کر ڈالا
حسن! تیری وصیت نے مجھے مجبور کر ڈالا

وگرنہ حشر تک پاتا نہ دشمن روئے قاسم علیہ السلام کو
میں اپنی جان دے دیتا، نہ دیتا موئے قاسم علیہ السلام کو

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا! کسی کو کیا پتہ کہ میں تجھے اجازت کیوں نہیں دے رہا تھا۔ ارے!

تیرے جمال میں...... جمال حسن علیہ السلام کا عکس ہے۔

تیرے چہرے کی زیارت سے میرے سینے کو ٹھنڈک ملتی ہے۔ اے قاسم! جاؤ اپنے باپ کی وصیت کو پورا کرو۔ اور پھر فرمایا:

اٹھو زینب اٹھو! دلبند رخصت ہونے والا ہے
حسن کا لاڈلا فرزند رخصت ہونے والا ہے

اٹھو! غازیٔ اسلام کو رخصت کریں مل کر
یہ سارے گھر کی رونق ہے انہیں ہتھیار دیں مل کر

اٹھو! جلدی کہ سورج ڈھل چکا ہے کام باقی ہے
کرو ہمت ابھی کچھ خدمت اسلام باقی ہے

حسنِ قاسم کی منظر کشی

حمید بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ:

خَرَجَ اِلَیْنَا غُلَامٌ کَأَنَّ وَجْھَہٗ قَمَرٌ فِیْ یَدِہِ السَّیْفُ عَلَیْہِ قَمِیْصٌ وَاِزَارٌ وَنَعْلَانِ ۔

''جب وہ نوعمر میدان میں ہماری طرف نکلا'' تو ایسے دکھائی دیتا تھا'' جیسے چاند کا ٹکڑا ہاتھ میں تلوار لیے ہوئے میدان کی طرف بڑھ رہا ہے اور قمیص، تہہ بند اور جوتے پہنے ہوئے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس کے بائیں پاؤں کے جوتے کا تسمہ ٹوٹا ہوا تھا۔'' (تاریخ طبری:۶/۲۵۶، البدایہ والنہایہ:۸/۱۸۶)

حریتِ اظہار کا تابندہ نشان ہے
عباس! ترا نقشِ کف پا، لب دریا

اے قاسمِ گل رو! شبِ عاشورہ کے دولہا!
گاتی رہیں لہریں ترا سہرا، لب دریا

موجوں کے مدوجزر نے لیں اُس کی بلائیں
چہرا تھا کہ اک چاند کا ٹکڑا، لبِ دریا

میدانِ جنگ میں...... شجاعت کے مظاہر

حضرت امام قاسم رضی اللہ عنہ نے میدان کارزار میں پہنچ کر رجز کے اشعار پڑھنا شروع کیے۔ جن کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ

خدا کے باغیو! میں آ گیا ہوشیار ہو جاؤ
اجل سے جنگ لڑنے کے لیے تیار ہو جاؤ

جسے ہر اک پڑھ سکتا ہے، وہ حرف جلی ہوں میں
ارے اندھو! جگر بندِ حسن علیہ السلام ابنِ علی علیہ السلام ہوں میں

میں اک ادنیٰ سپاہی ہوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھرانے کا
طریقہ مجھ کو آتا ہے سرِ باطل اڑانے کا

ارے قاسم علیہ السلام ہوں میں تم کو ابھی تقسیم کر دوں گا
جو سالم روبرو آئے گا میں دو نیم کر دوں گا

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے میدان میں مبارزت طلب کی...... جنگ چھڑنے پر آپ نے بہت سے سر تن سے جدا کر دیے...... اور مشہور بہادروں کے چھکے چھڑا دیے...... دشمنوں کے لشکر میں کھلبلی مچ گئی...... آپ تھوڑی دیر پیچھے ہٹے اور پھر آگے بڑھ کر فرمایا:

اے یزیدیو! میں ہاشمی ہوں...... اور ہاشمی جوان کی شان یہ ہے کہ

خدا کا قہر بن جاتے ہیں یہ میدان میں آ کر
درِ خیبر الٹ دیتے ہیں یہ نان جویں کھا کر

یہ دو (۲) لمحوں میں ہر غالب کا غلبہ توڑ سکتے ہیں
اگر چاہیں تو تنہا فوج کا منہ موڑ سکتے ہیں

نہ یہ مغلوب ہوتے ہیں، نہ یہ محصور ہوتے ہیں
خدا کا حکم آ جائے تو پھر مجبور ہوتے ہیں

شدید ترین حملہ

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے مبارزت طلب کی۔ تو کوئی بھی مقابلے کے لیے نہ نکلا۔ آپ قلب لشکر میں گھس گئے اور حملہ کر دیا۔ یہ حملہ اس قدر شدید ترین تھا کہ لفظوں میں بیان کرنا مشکل ہے۔ یہ صرف اور صرف خدائی طاقت اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی دعا

کا نتیجہ تھا کہ چودہ سال کے لڑکے نے میدان کارزار میں تہلکہ مچا دیا۔

؎ غرض اک برق سی لہرا کے کوندی جابجا رن میں
سوا اس کے نہیں دیکھا کسی نے کیا ہوا رن میں

بہادر بزدلی کی داستاں کہتے ہوئے بھاگے
ستمگر الحفیظ والامان کہتے ہوئے بھاگے

نہ اب تھا میمنہ، نہ میسرہ ہی اپنی جا پر تھا
سپہ کے ساتھ خود سالار بھی دوش ہوا پر تھا

آپ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے ابن سعد کو آواز دی اور فرمایا:

اے سالارِ لشکر!...... کہاں گیا تیرا لشکر؟...... کہاں گئے تیرے بہادر!...... کس چیز نے تیری فوج کو ہراساں کر دیا ہے؟ ارے نادان تو کیا بتائے گا۔ سن میں بتاتا ہوں۔

؎ تو سمجھا ہے جسے شاید میری شمشیر کے جلوے
وہ جلوے تھے حقیقت میں غم شبیر کے جلوے

یہ تھی بس اک ذرا سی بندۂ رحمان کی قوت
بدی کے بالمقابل نیکی و ایمان کی...... طاقت

مگر خائف نہ ہو، اے بے خبر! ہم جانے والے ہیں
نہ گھبرا ہم کوئی دم میں شہادت پانے والے ہیں

غرض، الختصر جلدی کسی کو بھیج دے رن میں
تمنا ہو تو خود آ کر تماشا دیکھ لے رن میں

حضرت قاسم کا...... ازرق کے بیٹوں سے مقابلہ

ابن سعد نے شامی لشکر میں سے سپہ سالار ازرق نامی پہلوان کو بلایا اور اس

سے کہا کہ جاؤ اس لڑکے سے جا کر لڑو مگر کہنے لگا کہ میں اس لڑکے سے نہیں لڑوں گا کیونکہ میری شجاعت شام و عراق تک مشہور ہے۔ میرے لیے اس ایک لڑکے سے جنگ کرنا باعث ننگ و عار ہے۔ تو ابن سعد بولا:

اے بدبخت! کیا تم نہیں جانتے کہ:

یہ لڑکا شیر خدا کا پوتا ہے...... حسن مجتبیٰ کا بیٹا ہے...... نبیرۂ رسولِ خدا ہے۔ خدا کی قسم! اگر یہ پیاسا نہ ہوتا تو اسے ہمارے ساتھ بات کرتے عار محسوس ہوتی۔

جا اگر تو لڑنا چاہتا ہے تو اس کے ساتھ لڑ۔ اس پر ازرق نے کہا کہ میرے چار بیٹے ہیں میں پہلے ان کو بھیجتا ہوں۔ ازرق نے اپنے پہلے بیٹے کو بھیجا جو چند لمحوں میں تڑپتا ہوا واپس آ گیا۔

شکستہ پا کے نیزے کو اٹھائی تیغ قاسم نے
بدل کر پینترہ چھوڑی ادھر تلوار ظالم نے

سپر پر شہزادے نے مگر تلوار کو روکا
بعجلت رخش کو پیچھے ہٹایا وار کو روکا

بچایا وار غازی نے نہایت تیز دستی سے
گرا دشمن زمین پر جھونک کھا کر جوش و مستی سے

زمین پر دھڑ سے دے مارا گھسا کر ابنِ ازرق کو
کیا دوزخ میں داخل اس عدوے دینِ برحق کو

ازرق کا دوسرا بیٹا میدان میں گیا اور کہنے لگا کہ تم نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے جس کی بہادری پورے شام میں مشہور تھی۔ اب مجھ سے مقابلہ کرو مگر چند ہی لمحوں میں وہ بھی تڑپتا ہوا زمین پر گر پڑا۔

بڑھا قاسم سے لڑنے کے لیے مقتول کا بھائی
سرِ میداں اسے بھی کھینچ کر اُس کی قضا لائی
بھڑک کر تیسرا بھائی بہ جوشِ انتقام آیا
اجل کے ہاتھ میں ناکام بھی میداں میں کام آیا

پھر ازرق کا تیسرا بیٹا بھی میدان میں آیا اور گالیاں دینے لگا۔ مگر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ نے جواب فرمایا کہ میں تجھے گالی نہیں دوں گا کہ یہ میرا مرتبہ نہیں ہے۔ پھر اس پر حملہ کیا اور اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔

ازرق نے جب اپنے تینوں بیٹوں کو موت کے گھاٹ اترتے دیکھا تو چوتھے بیٹے کو جانے سے روک دیا مگر اس کا چوتھا بیٹا اپنے بھائیوں کا بدلہ لینے کے لیے آگے بڑھا اور حملہ کیا مگر آپ رضی اللہ عنہ کے ایک ہی وار نے اس کا ہاتھ کاٹ دیا۔ اور پھر دوسرا وار کر کے اسے بھی موت کا جام پلا دیا۔ (روضۃ الشہداء، ص: ۳۶۶/۳۲۵)

مگر چوتھا پسر میداں کی جانب باپ سے پہلے
پدر سے کہہ گیا میں جان دوں گا آپ سے پہلے
کٹا شانہ سے داہنا ہاتھ گھوڑے سے گرا ناری
جہنم آشنا پہنچا جہنم تک بصد خواری
فضائے نور میں گونجیں صدائیں فتح و نصرت کی
نگاہیں جھک گئیں سجدے کو مشتاق شہادت کی

ازرق...... حضرت قاسم کی تلوار کی زد میں

جب ازرق کے چاروں بیٹے میدان جنگ میں قتل ہو گئے تو وہ غضب ناک ہو کر للکارتا ہوا خود میدان جنگ میں آیا۔ ازرق ایک دیو قامت پہلوان تھا۔ امام قاسم رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ اے اللہ! اس دیو قامت کے سامنے اس چودہ

سالہ لڑکے کی عزت رکھنا اور ہمت وطاقت عطا فرما۔

ازرق میدان میں پہنچ کر جناب قاسم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ ازرق نے جناب قاسم پر حملہ کرنا شروع کیا مگر اس کا ہر وار خالی گیا۔ تو اس نے غضب ناک ہو کر حضرت قاسم کے گھوڑے کے پیٹ میں نیزہ مار دیا۔ تو گھوڑا گر پڑا اور آپ پیادہ ہو گئے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا گھوڑا امام قاسم کی طرف بھیجا تو آپ پھر سوار ہو گئے۔ اور ازرق آپ پر حملے کرنے لگا مگر اس کا وار خالی جاتا۔ پھر ایک دم سے برق سوزاں کی مانند تلوار میان سے نکالی اور یہ نعرہ لگایا کہ اے ازرق اب سنبھل جا۔ ازرق نے اپنی تلوار جناب قاسم کے ہاتھ میں دیکھی تو کہنے لگا! اے قاسم! یہ تلوار میں نے ہزار دینار میں خریدی اور ہزار دے کر اس پر زہر کی پان چڑھائی۔ یہ تیرے ہاتھ سے کیسے گراؤں۔ حضرت قاسم نے اسی تلوار سے پوری طاقت کے ساتھ ایک شدید ضرب لگائی۔ جس سے اسے کاٹ کر دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔

کمر پر تیغ ماری کہہ کر الا اللہ غازی نے
دکھائی صولتِ شیر خدا کیا واہ غازی نے

دوبارا ہو کے لاش ازرق کی فرشِ خاک پر آئی
ندامت کی گھٹا ہر جا یزیدی فوج پر چھائی

امامِ دوسرا نے بڑھ کر قاسم کی جبیں چومی
مبارک باد اوجِ آسماں نے دی زمین جھومی

کہا قاسم نے عمِ محترم مل جائے گر پانی
باذنِ اللہ ہو فوجِ عدو کا زور سے فانی

ظہورِ خلد کی شہہ نے بھتیجے کو بشارت دی
نویدِ حاضریِ بزمِ سلطانِ رسالت دی

شہادت

جناب قاسم رضی اللہ عنہ نے ازرق کا خاتمہ کرنے کے بعد قلب لشکر پر حملہ کیا۔ اور تقریباً تیس ۳۰ پیادوں اور پچاس ۵۰ سواروں کو قتل کرتے ہوئے لشکر کو درہم برہم کر دیا۔ پھر ابن سعد نے چھپ کر آپ پر وار کیا جس سے آپ شہید ہو گئے۔

(روضۃ الشہداء، ص: ۳۳۷)

یکایک عمرو ابن سعد نکلا تول کر خنجر
چلا دی بے حیا نے تیغ فوراً پشتِ قاسم پر

سرِ بائیں اُدھر قاسم کی شہ کے اشک جاری تھے
اُدھر قاسم ہم آغوشِ وصالِ ذات باری تھے

ہوئے قاسم بھی شاملِ اہلِ حق میں حق رسیدوں میں
انہیں بھی لا کے رکھا شاہِ والا نے شہیدوں میں

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ کی شہادت

ـ جگر چر گئے ہیں کلیجے پھٹے ہیں
علمدار غازی کے بازو کٹے ہیں
بدن سارا تیروں نے چھلنی کیا ہے
یہ دانتوں سے پرچم اٹھانا تو دیکھو

حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور انتہائی خوبصورت، بہادر، شجاعت کا کوہ گراں، زورِ بازوئے حیدر، طاقت ور ہاشمی جوان تھے۔ کربلا کے تپتے صحرا میں علمداری کے فرائض آپ کے سپرد تھے۔ معرکہ کربلا میں آپ کی جوانمردی کے جوہر رہتی دنیا تک یادرکھے جائیں گے۔

ـ یہی عباس ہیں جن کو علمبردار کہتے ہیں
انہی کو ہم شبیہِ حیدرِ کرار کہتے ہیں
یہی ہیں وہ جنہیں دنیا وفا کا چاند کہتی ہے
یہی ہیں وہ جنہیں آلِ عبا کا چاند کہتی ہے
یہی وہ ہیں کہ جن پر استقامت ناز کرتی ہے
یہی وہ ہیں کہ جن پر خود ''امامت'' ناز کرتی ہے

یہ عظمت کا نگینہ ہیں، یہ الفت کا خزینہ ہیں
یہ جرأت کا سفینہ ہیں یہ سقائے سکینہ ہیں

مقام عباس کیا ہے؟

شجاعت کا صدف مینارۂ الماس کہتے ہیں
غریبوں کا سہارا بے کسوں کی آس کہتے ہیں
یزیدی سازشیں جس کے علم کی چھاؤں سے لرزیں
اسے ارض و سما والے، حضرت عباس کہتے ہیں

عباس کی وفا سے جسے بھی عناد ہو
اس کو خطاب کوفی و شامی دیا کرو
جب بھی قافلے میں صفیں ہوں یزید کی
عباس کی وفا کو سلامی دیا کرو

سینے میں جو عباس کے قدموں کی دھمک ہے
ہیبت رخ گیتی کی سرِ عرش تلک ہے
یہ کہہ کے گزرتا ہے گرجتا ہوا بادل
بجلی میرے عباس کے لہجے کی کڑک ہے

نبضیں لرز رہی ہیں ضمیر حیات کی
سانسیں اکھڑ رہی ہیں دل کائنات کی
عباس کے غضب کا اثر ہے کہ آج تک
ساحل سے دور دور ہیں موجیں فرات کی

جناب عباس علمدار رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ تو یہ ہے کہ عباس وہ ہیں۔

جس پہ شبیر کی تھی نگاہ کرم
جس کے ہاتھوں میں تھا کربلا کا علم
وہ تھا عباس، عباسِ مولا علی
اس کو ہر چاند کہتا تھا ماہ حرم
مان زینب علیہا السلام کا، تھا فخر سجاد کا
جس نے توڑا تھا ہر دام صیاد کا
جس نے دشمن کے چھکے چھڑا کے کہا
ماشکی ہوں محمد ﷺ کی اولاد کا

حضرت عباس......اجازت طلب کرتے ہیں

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کئی بار اجازت طلب کی مگر آپ کو اجازت نہ ملی۔ جب آپ کے بھائی جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو پھر آپ بارگاہ حسین رضی اللہ عنہ میں حاضر ہوئے اور علم کو آپ رضی اللہ عنہ کے سرہانے کھڑا کرتے ہوئے کہا:

اے نواسۂ رسول! میری علم داری کو قیامت تک اٹھا رکھیں اور مجھ پر نظر کرم عنایت فرمائیں اور میدان میں جانے کی اجازت فرمائیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

آکھن پیر حسین امام سیّد خیراں ہون عباس بھرا دیاں
لگے ندی فرات تے سخت پہرے چمکن بجلیاں پیاں قضا دیاں
کھچ تیر تلوار شمشیر خنجر فوجاں پھرن قوم اشقیا دیاں
پانی لین نہ دین گے اک قطرہ گلاں سچیاں دل دریا دیاں

رہو پاس عباس نہ آس توڑیں گلاں یاد نے تیری وفا دیاں
بھکھ تریہہ دی نہیں پرواہ دائم سر متھے تے اوہدی رضا دیاں

اے برادر! تو میرے لشکر کا نشان ہے جو تو چلا گیا تو ہر چیز بکھر جائے گی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

ہتھ جوش عباس نے عرض کیتی میں مسکین غلام سرکار دا ہاں
شہنشاہِ کونین حسین آقا میں گدا اس عالی درجات دا ہاں
دارو دار وجود وچہ جان آوے لکھ وار میں جندڑی وار دا ہاں
برکت علی مولا مرتضیٰ دائم تیغاں سامنے ویکھ نہ ہار دا ہاں

اے ابن رسول!

میری جان آپ پر قربان! میرا دل اس دنیا سے تنگ آ چکا ہے۔ اغیار کی ریشہ دوانیوں کے غبار سے میرے سینے کا آئینہ زنگ آلود ہو چکا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ ظالموں سے اپنے ساتھیوں کا بدلہ لوں۔ کوفے کے بدنصیبوں اور شام کے منکروں کو تیغِ انتقام سے بے جان کر دوں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اگر تمہاری یہی مراد ہے کہ میدان جنگ میں جاؤ اور پہلے ان لوگوں پر حجت قائم کرو۔ میں تمہیں جو کچھ بتاؤں پہلے وہ ان سے کہو اور وہ تمہاری بات نہ سنیں تو پھر ان سے جنگ شروع کرنا۔ پھر امام عالی مقام نے ان کو چند باتیں بتائیں اور پھر رخصت کر دیا۔ (روضۃ الشہداء، ص:۲۳۳)

حضرت عباس......جواباً عرض کرتے ہیں

دیہو جان سکینہ دے ماشکی نوں روکو نہ لختِ مصطفےٰ جاواں
دیہو امر سرکار میدان اندر میں بھی اپنا رنگ چڑھا جاواں

نعرہ مار کے حیدری دشمناں نوں آقا ہاشمی جوش دکھا جاواں
بچی مسلم دی نال پیاس تڑفے اکھیں ویکھ کیوں اکھ چرا جاواں
مینوں شوق اے آپ دے وچہ قدماں صدقے ہو شہادتاں پا جاواں
میں غریب حضور دا ہاں کیوں نہ جندڑی جان گھما جاواں
میں بھی شمع محمدی لاٹ اُتے پھیری لا کے خاک اڈا جاواں
ایتھے موت اے سدا حیات دائم زندہ پرت کے پچھاں نہ آ جاواں

حضرت عباس کی...... پانی کے لئے کوششیں

پلٹ نہ آتے جو دریا سے تشنہ لب عباس رضی اللہ عنہ
تو کون جانتا اس دہر میں وفا کیا ہے

یہ کربلا کے شہیدوں نے حل کیا ورنہ
کسے خبر تھی فنا کیا ہے اور بقا کیا ہے

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اجازت کے لیے بارگاہ حسین میں حاضری دی تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جانے سے پہلے ایک بار خیمہ میں جا کر سب اہل وعیال سے مل لو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب خیمہ میں داخل ہوئے تو سب کا پیاس سے برا حال تھا...... چھوٹے چھوٹے بچے پیاس پیاس کی صدائیں بلند کر رہے تھے...... نبوت کا گھرانہ تڑپ رہا تھا...... حوض کوثر کے مالک نہر فرات کے کنارے پانی کی ایک ایک بوند کو ترس رہے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سب کو صبر کی تلقین کی اور کہا کہ

علی کا کام تھا بیٹی توکل برخدا رہنا
نبی کا کام تھا بیٹی راضی برضا رہنا

ہمارے ہاتھ سے گر دامن صبر و رضا چھوٹا
تو پھر سمجھو علی چھوٹا نبی چھوٹا خدا چھوٹا

اس لیے صبر کا دامن تھام کے رکھو۔ میں تمہارے لیے پانی لینے جارہا ہوں۔
چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مشک پکڑی اور بچوں کی طرف دیکھا اور ارادہ کیا کہ پانی لے کر آؤں گا یا میں بھی نہ آؤں گا۔ یا تمہیں پانی پلاؤں گا یا خود جام شہادت نوش کروں گا۔

چراغ زندگی ہو گا فروزاں ہم نہیں ہوں گے
چمن میں آئے گی فصل بہاراں ہم نہیں ہوں گے

ہمارے بعد ہی خونِ شہیداں رنگ لائے گا
یہی سرخی بنے گی زیب عنواں ہم نہیں ہوں گے

پھر آپ تند و تیز گھوڑے پر سوار ہو کر مصری تلوار، مکی ڈھائی اور رومی خود کے ساتھ میدان کارزار میں جلوہ گر ہوئے۔ ابن حیدر کے تیور کو دیکھ کر لشکر اغیار میں کھلبلی مچ گئی میدان میں یہ کون آتا ہے؟
کربلا کے ریگزارو تم بھی دیکھو۔ فرات کے کنارو تم بھی دیکھو۔ کون آتا ہے؟

سینہ تانے ہوئے سلطانِ وفا آتا ہے
چاند کہتی ہے جسے آلِ عبا آتا ہے

لوگ کہتے تھے مدینے کا نگینہ آیا
بولی تقدیر کہ سقائے سکینہ آیا

میدان جنگ میں پہنچے تو گھوڑے کی لگام کھینچ کر فرمایا:
اے لوگو!
تمہارے لیے ایک پیغام ہے۔ نواسہ رسول فرماتے ہیں کہ تم نے میرے

بھائیوں، قریبیوں، دوستوں کو شہید کر دیا ہے۔ صحابہ کرام و تابعین کی جماعت کے کچھ بزرگان دین کا خون بھی خاک ہلاکت پر بہا دیا ہے۔ اب تھوڑا پانی دو تاکہ عورتیں اور بچے پی لیں۔ اور ان کی پیاس کی شدت کم ہو جائے۔ میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کرو۔ یہ جنگ کا سلسلہ بند کرو تاکہ میں باقی ماندہ بچوں کو لے کر زمین کے کسی حصے میں چلا جاؤں۔ اگر میری بات مان لو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ قیامت کے دن تمہارے ساتھ جھگڑا نہیں کروں گا۔ اور تمہارے اس فعل کو خدا کے سپرد کر دوں گا۔ وہ جو چاہے تمہارے ساتھ کرے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حجت کے طور پر یہ پیغام سنایا تو ابن زیاد کی فوج سے شور اٹھا اور پھر سب خاموش ہو گئے۔ اس کے بعد کچھ لوگ گالیاں دینے لگے۔ کچھ پشیمان ہونے لگے اور کچھ زار و قطار رونے لگے۔ لشکر یزید نے شمر ذی الجوشن، شیث بن ربعی اور حجر بن الاحجار تین اشخاص آپ کے سامنے آئے۔ اور کہنے لگے کہ اگر تمام روئے زمین پر پانی ہو جائے اور وہ ہمارے تصرف میں ہو تو بھی ہم اس میں سے تمہیں ایک قطرہ بھی نہ دیں گے۔ مگر اس وقت تک جب تک تو یزید کی بیعت کر لے اور ابن زیاد کا اطاعت گزار ہو جائے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان ملعونوں سے جو سنا عرض کر دیا۔

بحضور تشنگانِ کربلا

نہ گل کی تمنا نہ شوق چمن ہے
یہ دل حُبِ آلِ نبی میں مگن ہے
حسین و حسن ہیں وہ پیکر کہ جن میں
بتولی نجابت، رسولی چلن ہے

مرے سر میں سودائے زہرا و حیدر
مرے دل میں عشق رسول زمن ہے
تصور میں ہیں میرے سجاد و زینب
نگاہوں میں روئے حسین و حسن ہے
سکینہ کی وہ پیاس وہ ضبطِ گریہ
کہ نہرِ فرات آج بھی نوحہ زن ہے
وہ معصوم اصغر کی معصوم ہچکی
اسی غم کے سکتے میں چرخِ کہن ہے
لہو میں اِدھر تُو نہایا ہے اصغر
اُدھر تیرا بابا بھی خونیں کفن ہے
وہ زینب جو کل تھی مدینے کی مالک
وہ اب کربلا میں غریبُ الوطن ہے
کہا ماں نے اکبر کے قاتل سے، رُک جاؤ!
شبیہِ محمد ہے، نازک بدن ہے
یہ کیوں محوِ گریہ ہے محفل کی محفل
یہاں کیا کوئی ذکرِ طوق ورسن ہے؟
دکھا دے جھلک اب تو اے ماہِ زہرا
شہِ منتظر، منتظر انجمن ہے
کھلے پھول ہیں جس میں زہرا کے ہر سو
محمد کا بھی کیا مہکتا چمن ہے

ستم سہہ کے بھی ان کے تیور نہ بدلے
وہی تمکنت ہے، وہی بانکپن ہے
حسین ابن زہرا کا مکھڑا تو دیکھو
علی کی وجاہت، نبی کی پھبن ہے
بہاؤ غمِ آلِ زہرا میں آنسو
یہ اہل مَوَدَّت کی رسمِ کُہن ہے
ثنا کیجئے کھُل کر آلِ عبا کی
کہ ذکر اُن کا خود آبروئے سُخن ہے
نہ چھوٹے کہیں ان کی نسبت کا دامن
بہت ہی بڑی دولت ان کی لگن ہے
نہ کیوں مجھ پر اترائے معجز بیانی
کہ منہ میں علی کا لعاب دہن ہے
نصیؔر اب میں کیوں مانگنے دُور جاؤں
یہ میں ہوں، یہ دروازۂ پنجتن ہے

چشمانِ حسین میں......آنسو نکل آئے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب دشمنوں کے جواب کے بارے میں بتایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے سر مبارک جھکا لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اچانک پھر خیموں سے فریاد و فغاں کی آواز آئی۔ اور پانی، پانی کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

؎ کوئی کہتا تھا نواسۂ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پانی
روکے کہتا تھا کوئی ساقیِ کوثر پانی

تھام کر دامن عباس سکینہ نے کہا
چچا اک گھونٹ ہی دے دو مجھے لا کر پانی

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جب اہل بیت کی چیخ و پکار سنی تو امام حسین رضی اللہ عنہ کی جناب میں عرض کیا:

؎ مجھ میں قوت نہیں، بچوں کو تڑپتے دیکھوں
پیاس کی حدت و شدت میں سلگتے دیکھوں
ہوں تو حیدر کا پسر، پر نہیں ہمت مجھ میں
جا کے خیمے میں سکینہ کو بلکتے دیکھوں
ابن زہرا مجھے اب دے دو اجازت تاکہ
خود پہ نیزوں کی سنانوں کو برستے دیکھوں

حضرت عباس کا رُخ انور......فرات کی طرف

پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک مشکیزہ اور دو لوٹے اٹھائے اور نیزہ تان کر رُخ انور دریائے فرات کی طرف کرلیا۔ خیموں کا پاسبان عباس علمبردار جب مقتل گاہ کی طرف جارہا تھا تو اس وقت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہوگا۔

؎ رک جا اے آل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے سکندر رک جا
آگ سے مانگ نہ پانی اے برادر رک جا
وعدہ کرتا ہوں نہ مانگے گی سکینہ پانی
واپس آ جا مرے بھائی مرے دلبر رک جا

نہر فرات پر چار ہزار افراد کا پہرہ لگا ہوا تھا۔ اور دو ہزار لشکریوں نے راستہ روک رکھا تھا۔ جب فرات کے قریب پہنچے تو آپ نے انہیں فرمایا: اے لوگو! کیا تم مسلمان ہو یا کافر؟ لوگوں نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ حضرت عباس نے فرمایا: یہ

کہاں کی مسلمانی ہے کہ تم نے اولادِ رسول پر پانی بند کر دیا ہے۔ کتے، سور، درندے، چرند، پرند تو پانی پی سکتے ہیں مگر زہرا بتول کے جگر کے ٹکڑوں کو پانی سے محروم کر دیا گیا ہے۔

فرات کے محافظوں نے آپ کے یہ کلمات سنے تو ان میں سے پانچ سو سواروں اور پیادوں نے آپ پر تیروں کی بارش شروع کر دی۔ حضرت عباس نے منہ کے سامنے ڈھال کر لی اور نیزے کو گھوڑے کی کنوتیوں پر سیدھا کر لیا اور فوج پر حملہ کر دیا۔ آپ کے حملے سے ۸۰ افراد ڈھیر ہو گئے اور باقی بھاگ گئے۔ آپ نے اپنا گھوڑا پانی میں اتارا تو یزیدی لشکر نے پھر آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ نے گھوڑا پانی سے باہر نکالا اور ان کے حملے کا بھرپور جواب دیا۔

پھر آپ نے فرات کی طرف رُخ انور کیا۔ گھوڑے سے اتر کر مشک کو پانی سے بھرا۔ خود پانی پینا چاہا مگر پھر آپ کو اہل بیت کے بچوں اور عورتوں کی پیاس یاد آ گئی اور آپ پانی پیے بغیر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور مشک کو کندھوں پر اٹھا لیا۔

یزیدی لشکر نے آپ کا راستہ روکا اور جنگ شروع کر دی۔ آپ مشک کی حفاظت بھی کرتے اور ساتھ جنگ بھی کرتے۔ آپ جنگ میں مصروف تھے کہ اچانک نوفل بن ازرق آپ تک پہنچ گیا اور اس بدبخت نے آپ پر وار کیا جس سے آپ کا دایاں ہاتھ کٹ گیا۔ حضرت عباس نے انتہائی جرأت کے ساتھ مشک کو بائیں کاندھے پر ڈالا۔ آپ پر ہر طرف سے تیر برس رہے تھے کہ عبداللہ بن شہاب کلبی بقول بعض حکیم بن طفیل نے حملہ کر کے آپ کا بایاں ہاتھ بھی کاٹ دیا۔

جب آپ کا بایاں ہاتھ کٹ گیا تو آپ نے مشک دانتوں میں لے لی۔ اچانک ایک تیر مشک کو آ لگا اور مشک میں سوراخ ہو گیا۔ جس سے سارا پانی زمین پر بہہ گیا۔

حضرت عباس نے زبان حال سے کہا......

کیا حکمت ہے کہ پانی ہمارے پیاسوں کے حلق تک نہ پہنچ سکا۔

منادی نے غیب سے آواز دی۔

آپ لوگوں کے لیے بہشت میں شربت تیار کیا گیا ہے۔ مناسب نہ تھا کہ آپ پانی سے ہونٹ تر کر لیتے۔

ادھر خیمے میں سکینہ رضی اللہ عنہا یہ دعا مانگ رہی تھیں۔

؎ سدا زندہ رہے مولا مرا چچا علم والا
سلامت لوٹ کر خیموں میں آ جائے حرم والا

لیکن میدان جنگ کا منظر کچھ یوں تھا کہ

؎ صراحی چین کی ضرب قضا نے توڑ کر رکھ دی
کمر ابنِ علی کی ماشکی نے توڑ کر رکھ دی

شہادت

؎ دشمن آوندا ویکھ عباس غازی رکھی نظر ربِ ذوالجلال اُتے
ابن زید حریصی نے وار کیتا لعنت پوے گی سدا چنڈال اُتے
ہو گئے اوہدی تلوار دے دو ٹکڑے جدوں وجی عباس دی ڈھال اُتے
گیا بھاگ مرتد ملعون کتا اگے لگ کے موت خیال اُتے
اتنے وچہ گروہ ایک ظالماندا چھا گیا اے مرد خیال اُتے
نوری شمع نوں ظالماں گھیر لیا بارش پتھراں دی گویا لال اُتے
بازو کٹ گئے چھانی مشک ہوئی صبر صادقاں اپنے حال اُتے
ہو گئے حضرت عباس شہید دائم سدا رحمتاں ہون لجپال اُتے

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بازو کٹ گئے۔ اور مدافعت کی طاقت نہ رہی۔ تو

حسینی علم کو اپنے سینے سے چمٹا لیا۔ اور جب زخم پہ زخم کھا کر زمین پر گر پڑے۔ تو کہا۔

یَا اَخَاہُ اَدْرِکْ اَخَاکَ

اے بھائی ''حسین رضی اللہ عنہ'' اپنے بھائی کی امداد کو پہنچو۔

حضرت عباس کی آواز جب امام کے کانوں میں پہنچی تو آپ جان گئے کہ عباس شہادت کا جام پینے والے ہیں۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر ایک آہ کھینچی کہ اس کی ہیبت سے زمین کربلا کانپ اٹھی اور فرمایا:

''اب میری کمر ٹوٹ گئی اور چارہ جوئی میں کمی آ گئی۔'' (روضۃ الشہداء: ص: ۳۳۶)

جب امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے بھائی کی طرف چلے تو راستے میں بھائی کے کٹے ہوئے ہاتھوں پر نظر پڑی تو آپ نے اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

لنگھیا سیّد سی جتھوں اوہناں راہواں نوں سلام
اے علم بردار تیریاں کٹیاں بانہواں نوں سلام
باپ ول گودی دے وچ صائم جدوں سی ویکھیا
تیریاں حسرت زدہ اصغر نگاہواں نوں سلام

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اپنے جانباز اور وفادار بھائی کی نعش نہر فرات کے کنارے چھوڑ کر اور کمر پر ہاتھ رکھ کے واپس آ گئے۔

بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ

جب امام حسین آستین سے آنسو پونچھتے ہوئے خیمہ سے واپس آئے۔ جیسے ہی آپ خیمہ کے قریب پہنچے تو جناب سکینہ دوڑ کر آئیں اور قریب آ کر کہنے لگیں:

بابا جان!

هَلْ لَّكَ عِلْمٌ بِعَمِّي الْعَبَّاسِ.

آپ کو میرے چچا عباس کا علم ہے کہ وہ کہاں ہیں؟

ابا جان میں نے ان کو پانی لانے کو کہا تھا وہ اب تک پلٹ کر نہیں آئے بابا۔ وہ تو کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتے تھے۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ بے ساختہ رو پڑے اور فرمایا:

اے سکینہ دیکھ مقتل کی طرف رخ موڑ کر
چل بسا عباس بھی مجھ کو اکیلا چھوڑ کر

تھے ترے چچا کے بیٹی، منتظر شیر خدا
جانب جنت گیا میری کمر کو توڑ کر

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی شہادت

سورج پنہ گزین سی اندر فرات دے
کربل سمے تھلاں دی جوانی حسین اے
سانوں ملی اے روشنی لہو دے نکھار توں
اس روشنی دی اصلوں روانی حسین اے
لوکی تے آکھدے سی کہ پانی فرات اے
دھرتی ایہہ جان دی سی کہ پانی حسین اے

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے۔آپ کی والدہ کا نام ام لیلیٰ بنت مرہ تھا۔آپ رضی اللہ عنہ ہم شکل مصطفیٰ اور شبیہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے القاب سے مشہور تھے۔آپ نہایت خوبصورت، اعلیٰ صلاحیتوں کے مالک تھے۔آپ کی کنیت ابوالحسن ہے۔شہادت کے وقت آپ کی عمر اٹھارہ سال تھی۔

علی اکبر، امام الاولیاء کا نوجواں بیٹا
علی اکبر، شہید کربلا کا پاسبان بیٹا
علی اکبر، دل حیدر، جگر بند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
علی اکبر، دمِ زہراء، شبیہِ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
علی اکبر، گلستانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین غنچہ
علی اکبر، ریاضِ خلد کا سب سے حسین غنچہ

علی اکبر، مبشرِ کربلا کے جانبازوں کا
علی اکبر، مؤذن عشق آسودہ نمازوں کا

بارگاہ حسین سے......اجازت کی درخواست

جب حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی شہید ہو گئے ہیں اور پیچھے سوائے بابا کے اور کوئی نہیں بچا تو بارگاہ حسین میں حاضر ہوئے امام حسین رضی اللہ عنہ مقتل گاہ کی طرف جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ علی اکبر رضی اللہ عنہ آگے بڑھ کر ان سے لپٹ گئے اور عرض کی:

ابا جان! آپ مقتل کی طرف ہرگز نہ جائیں۔ کیونکہ میں آپ کے بغیر ایک دن اور ایک لمحے کا بھی تصور نہیں کر سکتا کہ میں اس دنیا میں زندہ رہوں۔ اس لیے آپ میدان کارزار میں نہ جائیں بلکہ پہلے مجھے بھیجیں۔ میں بھی شہادت کی تمنا رکھتا ہوں۔ دین رسول کی سربلندی کے لیے میں بھی اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

مری یہ حسرتیں ہونے نہ دو پامال رک جاؤ
تمہیں ناموس حیدر علیہ السلام کی قسم فی الحال رک جاؤ

اے ساقی کوثر کے بیٹے! پہلے ہمیں جامِ شہادت نوش کرنے دو۔

نہ ہم جب تک فدا ہوں آپ کا جینا مناسب ہے
پلا کر سب کو پھر سرکار کا پینا مناسب ہے

امام عالی مقام نے......علی اکبر کو پھوپھی زینب کے پاس بھیج دیا

جب علی اکبر رضی اللہ عنہ اجازت کے لیے آئے تو امام حسین نے ان کو ان کی پھوپھی کی طرف بھیج دیا کہ وہ فیصلہ کر لیں۔

بھریا سانس امام حسین ٹھنڈا نالے اکھوں نیر اُچھالیا اے
خبرے کی اجے میں ویکھناں ایں ہر طرف دکھاں گھیرا پالیا اے
فرقت بھائی بھتیجے تے بھانجے دی لانبو وچہ کلیجڑے بالیا اے
علی اکبر دے بارے نہ دخل دیواں رخصت اوہ دیوے جس پالیا اے
جانے اوہ یا ایس دی جانے پھوپھی اساں اپنا پیر نکالیا اے
کروز ینب مسکین تے ترس بانو اگے اوس بہوں دکھڑا جالیا اے
دونویں عون و محمد قربان کر کے سر تے صبر پہاڑ اٹھالیا اے
بیٹی علی دی مرے گی نال ہادے اوہدا حال میں ویکھیا بھالیا اے
باہجوں علی اکبر لیک دور اوہنوں جانو موت نے جام پیالیا اے
گوہڑا پھوپھی بھتیجے دا پیار دائم دکھ جال جس پال وکھالیا اے

حضرت زینب رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں

سنیا ایں جنگنوں چلیا علی اکبر میتھوں کی ہُن گل چھپاوندے ہو
پت تساں دا انت مار، باپ تسی میرے تیر کلیجڑے لاوندے ہو
کون کوئی میں دکھی غریب زینب چنگے درد ہمدرد ونڈاون دے ہو
میں بگاڑی کسینوں یاد کتھے آپے رخصتاں پے فرماوندے ہو
میں تے پالدی رہی کنیز بن کے میرا وقت نہ یاد لیاوندے ہو
مینوں عون و محمد تھیں ودھ پیارا جنہوں پے ہتھیار پہناوندے ہو
اج ہو گیا حق ادا میرے پے خدمتاں تے پانی پاوندے ہو
دیکھ بھال سنبھال لیو مال اپنا جلدی جان نوں پے جلاوندے ہو
ایہ لوا کبر دے بچپن دے جھنجھنے بھی کیوں نہ دار ثوسیس اٹھاوندے ہو
ایہ سلوکا تے ایہ قمیض بھی جے ہور کی حساب کراوندے ہو

پتر ہویا جوان مبارکاں جے مینوں بو ہے توں پچھاں ہٹاوندے ہو
میری سال اٹھاراں دی سب خدمت پے کھوہ دبے وچہ وگاوندے ہو
پتہ لگ گیا کربلا آ کے مینوں سمجھ اغیار بھلاوندے ہو
پالاں میں تے تسی میدان بھیجو سدھے کالجے تیر چلاوندے ہو
بھیناں نال نہ کدی انج ویر کردے چنگا دے کے دان رجاوندے ہو
ڈگی دھرت تے ہو بے ہوش زینب دائم اکبری شمع بجھاوندے ہو

حضرت علی اکبر کے اجازت مانگنے پر...... سیّدہ زینب کے تاثرات

جانی تیری جوانی توں جان صدقے میری جان اکبر پھوپھی واریاں میں
تیرا دکھ نہ رب وکھائے ہائے جھلاں ہور مصیبتاں بھاریاں میں
حسن ادب تے وفا تقویٰ تیرے وچہ صفتاں پایاں ساریاں میں
تیرا دکھ نہ رب وکھائے ہائے جھلاں ہور سب ناز برداریاں میں
ٹور عون و محمد میدان وَلے جانے رب نہ ڈولیاں ہاریاں میں
بیٹھ گئی ساں خیمیاں وچہ پردے گھڑیاں حوصلے نال گزاریاں میں
دونویں لال مڑ کے کر کے دفن ہتھیں انا للہ فقط پکاریاں میں
تینوں جاندیاں ویکھ لے جان چلی مضطرب اندر بے قراریاں میں
میرا خیمیاں وچہ ہون بہن مشکل بچہ تدھ تے وِک سدھاریاں میں
رہساں ویکھدی کھڑی میدان ولوں زینب سوہنیاں وڈی دکھیاریاں میں
تینوں ویکھ کٹاریاں وِچہ اکبر کھاساں جگر دے وچہ کٹاریاں میں
میری ہوگئی بھری ہوئی گود خالی امت وچہ پردیس دے ماریاں میں
گلے لگ کے اگ مچا کے جاہ تیری وچہ فرقت کرساں زاریاں میں
دائم رب رسول دے حکم اتوں سنے باغ پروار بہاریاں میں

آقا حسین......اپنی بہن سے مخاطب ہوتے ہیں

اماں جائی میری بھین پیاری زینب سو وار حسین بلہار تیرے
میری ماں بھی توں تے بھین بھی توں احسان نے بے شمار تیرے
ہور کون دردی میرا تدھ باجھوں نکے وڈے نوکر خدمتگار تیرے
میری شاخ دا پھل جوان اکبر پلیا ناز تھیں وچہ گلزار تیرے
تیری گل تھیں رونگٹے کھڑے ہو گئے کھا گئے نکتے راز دار تیرے
مرحبا اسلام دی راہ اندر ہو گئے عون و محمد نثار تیرے
توں کوئی مجھ نالوں رہی گھٹ ناہیں ہین کارنامے شاندار تیرے
عصمت چمکسی وچہ تاریخ آدم چرچے رہن گے سدا سنسار تیرے
آون والیاں سنگتاں یاد کرسن ایہ قربانیاں عمل کردار تیرے
پردے داریاں نور ایمان تقویٰ جگر حوصلے صبر قرار تیرے
ماں باپ تیرا میرا ہے اِکو حسب نسب بھیناں تابدار تیرے
نانا پاک رسول مختار میرے نانا پاک رسول مختار تیرے
اکبر بھیج نہ بھیج میدان اندر دے نہ دے رخصت اختیار تیرے
چر تیک نے پتلے ساہ دائم تفر ہاشمی وچہ دربار تیرے

علی اکبر کی میدان جنگ جانے کی تیاری

سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کا حد سے بڑھا اصرار دیکھ کر میدان جنگ میں جانے کی اجازت دے دی۔ اور اپنے ہاتھوں سے مسلح کیا۔ اور اپنے گھوڑے عقاب پر سوار کیا۔

لانبو کڈھیا آن دوپہر ویلے جیہڑی دھکدی اگ سویر دی اے
گلاں سن کے ویر شبیر دیاں موتی ہنجواں دے زور و کیردی اے

اکبر جا میدان قربان پھوپھی سر تے ہتھ پیار دے پھیر دی اے
چن چودھویں دا شالا رہے روشن پھیرے مار ظلمت پئی گھیر دی اے
بجھ جائے نہ چشم چراغ اکبر چڑھی کربلا ہاٹھ انھیر دی اے
ایہ اسد اللہ الغالب دا پوترا اے کوٹھی وڈی جوان دلیر دی اے
دیکھ ہاشمی گھبرو مس بھناں رحمت رن وچہ پھل بکھیر دی اے
رہنی دھوم ہمیش جہان اندر حیدر شیر دے شیر دے شیر دی اے
اکبر سوہنیاں جھب مہار موڑیں اڑی جان لب تے بڑی دیر دی اے
ملک فلک مرحبا کہن دائم موتی جنتاں دے حور کیر دی اے

میدان جنگ...... حُسن علی اکبر سے چمک اٹھا

بخشی ہے خدا نے اسے توقیر محمد
گیسو ہے کہ ہر زلف گرہ گیر محمد
چہرہ ہے کہ آئینۂ تصویر محمد
باتوں میں ہے رنگینیٔ تاثیر محمد
چہرہ وہی صورت وہی دستور وہی ہے
نقشہ وہی انداز وہی نور وہی ہے

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ خیمہ سے رخصت ہو کر میدان کارزار کی طرف تشریف لائے تو گویا جنگ کے مطلع میں ایک آفتاب چمکا...... مشکین کاکل کی خوشبو سے میدان مہک گیا...... چہرہ کی تجلی نے معرکۂ کارزار کو عالم انوار بنا دیا۔

(روضۃ الشہداء: ۲/ ۲۱۲)

نور نگاہ فاطمہ آسماں جناب
صبرِ دلِ خدیجہ پاک ارم قباب

لختِ دل امام حسین ابنِ ابوتراب
شیر خدا کا شیر وہ شیروں میں انتخاب
صورت تھی انتخاب تو قامت تھا لاجواب
گیسو تھے مشک ناب تو چہرہ تھا آفتاب

میدان کربلا میں فاطمی نوجوان پشتِ سمندر پر جلوہ آرا تھا...... چہرہ کی تابش ماہِ تاباں کو شرمارہی تھی...... سروقامت نے اپنے جمال سے ریگستان کو بستانِ حسن بنا دیا...... جوانی کی بہاریں قدموں پر نثار ہو رہی تھیں...... سنبل کاکُل سے خجل...... برگِ گل اس کی نزاکت سے منفعل...... حسن کی تصویر...... مصطفیٰ کی تنویر...... حبیب کبریا ﷺ کے جمال اقدس کا خطبہ پڑھ رہی تھی...... یہ چہرۂ تاباں اس روئے درخشاں کی یاد دلا رہا تھا۔

اللہ کا شیر......میدانِ جنگ میں

اُٹھیں میلیاں ذات دے نال پڑھکے کھیڈ عشق اکبر
کردا سیر مقام لاہوت اُتے نیک خوتے نیک نہاد اکبر
دنیا و مافیہا تھیں گزر گیا مستوار فقیر آزاد اکبر
اللہ اکبر میدان نوں گیا پچھوں پہلے کیتا اے اکبر جہاد اکبر
پنجتن دے جن ضیاء افشاں پائی من دی خاص مراد اکبر
بن کے دولہا شہادت دے پہن سہرے ویکھن چلیا ابد الآباد اکبر
سائے سائے تلواراں دے جاں صدقے لگا جاوندا اے شاد شاد اکبر
فانی حرصدے توڑ طاغوت باطل کیتا رب دا گھر آباد اکبر
جان پدر روح زینب کان حشمت بنی علی دی آل اکبر
طفل و پیر امیر فقیر تائیں اصغر اکبر نوں رہے گا یاد اکبر

یاد باش اکبر شاد باش اکبر آکھے پیا شاباش استاد اکبر
تیغ اجل بھی پڑھ گئی مدح دائم زندہ باد اکبر زندہ باد اکبر

شیر خدا میدان کارزار میں آیا۔ دشمنوں کی صفوں کی طرف نظر کی۔ ذوالفقار حیدری کو چمکایا اور اپنی مبارک زبان سے رجز شروع کی:

انا علی ابن الحسین ابن علی
نحن اھل البیت اولی بالنبی

''(لوگو! سن لو) میں علی (اکبر) بن حسین بن علی المرتضیٰ ہوں۔ بیت اللہ شریف کی قسم ہم لوگ رسول دو جہاں کے بہت زیادہ قریبی ہیں۔''

جس وقت شہزادہ علی اکبر نے یہ رجز پڑھی ہوگی...... کربلا کا چپہ چپہ اور ریگستانِ کوفہ کا ذرہ ذرہ کانپ گیا ہوگا...... ان مدعیانِ ایمان کے دل پتھر سے بدر جہا بدتر تھے...... جنہوں نے اس نو بادۂ چمنستانِ رسالت کی زبانِ شیریں سے یہ کلمے سنے پھر بھی ان کی آتشِ عناد سرد نہ ہوئی...... اور کمینہ سینہ سے کینہ دور نہ ہوا۔

یہ کون ہے؟...... جس کی تجلی نگاہوں کو خیرہ کر رہی ہے؟

شہزادہ علی اکبر مصطفیٰ کی تصویر کو سلام
ابراہیم کے خواب کی تعبیر کو سلام
مل سکے نہ جس کی مثال قیامت تلک
فاطمہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے ماہ منیر کو سلام
ایسی قربانی بے نظیر کو سلام
شبیر کے نانا کی عطرت کی تطہیر کو سلام
شہیدان کربلا اسیران قافلہ
آپ کے وقار کو سلام آپ کے ضمیر کو سلام

ابنِ سعد کے لشکر نے علی اکبر کے حسن و جمال سے حیران ہو کر ابن سعد سے پوچھا یہ پیکر حسن و جمال نوجوان کون ہے؟ جس کے ساتھ جنگ کرنے کے لیے ہم یہاں آئے ہیں۔ (روضۃ الشہداء، ص:۳۳۷)

یہ آ رہا ہے، جو بن سنور کے
یہ کون میدان میں آ رہا ہے
یہ چاند کس کا ہے دیکھ کر
جس کو چاند چہرہ چھپا رہا ہے
جبیں اقدس دمک رہی ہے
سنان نیزہ چمک رہی ہے
لرز رہی ہے زمین کربل
یہ کون نعرے لگا رہا ہے
یہ کون مرد مدینہ آیا؟
رخِ قضاء پہ پسینہ آیا؟
یہ کون صفدر ہے تانے سینہ؟
جلالِ حیدر دکھا رہا ہے

جب ابن سعد کے لشکری اس سے بار بار پوچھنے لگے تو اس نے ندامت اور شرمندگی کے ساتھ کہا، یہ حسین کا بیٹا ہے۔ اور شبیہ مصطفیٰ ﷺ ہے۔

جب کربلا کی فضاؤں نے پور حسین کو دیکھا ہوگا تو یوں نغمہ سنایا ہوگا۔

اسے جمال رسول ﷺ کہیے
علی کے گلشن کا پھول کہیے

چراغ حرم بتول کہیے
جو رن میں برچھی ہلا رہا ہے

جوان و دلبر، دلیر ہے یہ
علی علیہ السلام کے جنگل کا شیر ہے یہ

اجل کی آنکھوں میں آنکھ ڈالے
نبی کا پرچم اڑا رہا ہے

جو وار ہو گا شدید ہو گا
وہ اپنے رنگ میں جدید ہو گا

زبان پہ ھل من مزید ہوگا
اٹھا کے نیزہ وہ آ رہا ہے

علی اکبر نے جواب دیا ہوگا

علی اکبر ہے میرا نام ہے دادا مرتضٰی میرا
سخی لجپال کا بیٹا ہوں نانا مصطفٰی میرا
شبیہ مصطفٰی کہتے ہیں مجھ کو سب جہاں والے
زمیں والے فلک والے، مکان والا مکاں والے

شجاعت و بہادری

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے نعرہ مارا اور دشمنوں کی فوج کو للکارا کہ کوئی ہمت والا ہے تو میرے مقابلے میں آئے۔ مگر کوئی بھی آپ کے مقابلے کے لیے نہ نکلا دشمن خونخوار میں سے کوئی ایک بھی آگے نہ بڑھا۔ تو آپ خود ہی قلب لشکر میں گھس گئے اور یزیدی سپاہیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنا شروع کر دیا۔ جس طرف زدکی پڑے

کے پرّے ہٹا دیئے۔ ایک ایک وار میں کئی کئی دیو پیکر گرا دیئے۔ کبھی میمنہ پر چمکے تو اس کو منتشر کر دیا۔ کبھی میسرہ کی طرف پلٹے تو صفیں درہم برہم کر دیں، ہر طرف شور برپا ہو گیا۔ دلاوروں کے دل چھوٹ گئے۔ بہادروں کی ہمتیں ٹوٹ گئیں۔ کبھی نیزے کی ضرب تھی۔ کبھی تلوار کا وار تھا۔ شہزادۂ اہل بیت کا حملہ نہ تھا عذاب الٰہی کی بلائے عظیم تھی۔

؎ صد آفرین کیڈیاں کوٹھیاں نے سیّد پیر شبیر دلیر دیاں
اوتھے لئی سی بنھ خلیل پٹی چھری ویکھ اکھیں نیر کیر دیاں

پیش نظر حسین دے وچہ کربل فوجاں رہیاں کٹاریاں پھیر دیاں
توبہ فرش کی عرش تے گیاں گرداں ایس ظلم طوفان اندھیریاں

دہویں ماہ محرم دی شروع عیداں کونے شام وچہ صبح سویر دیاں
ہویاں آمداں وچہ میدان دائم حیدر شیر دے شیر دے شیر دیاں

پیاس کی شدت

دھوپ میں جنگ کرتے کرتے چمنستانِ اہل بیت کے گلِ شاداب کو تشنگی کا غلبہ ہوا...... باگ موڑ کر والد ماجد کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا:

یَا اَبَتَاہُ! اَلْعَطَشُ

اے پدر بزرگوار! پیاس کا بہت غلبہ ہے۔

غلبہ کی کیا انتہا تین دن سے پانی بند ہے...... تیز دھوپ ہے...... اس میں جانبازانہ دوڑ دھوپ ہے...... گرم ریگستان ہے...... لوہے کے ہتھیار جو بدن پر لگے ہوئے ہیں...... وہ تمازتِ آفتاب سے آگ ہو رہے ہیں...... اگر اس وقت حلق تر کرنے کے لیے چند قطرے مل جائیں تو فاطمی شیر بد خصلتوں کو پیوندِ خاک کر ڈالے......

شفیق باپ نے جانباز بیٹے کی پیاس دیکھی مگر پانی کہاں تھا جو اس تشنۂ شہادت کو دیا جاتا...... دستِ شفقت سے چہرۂ گلگلوں کا گردوغبار صاف کیا...... اور اپنی انگشتری فرزندِ ارجمند کے دہان اقدس میں رکھدی...... پدرمحترم کی شفقت سے فی الجملہ تسکین ہوئی۔

کوفی......واصلِ جہنم ہونے لگے

پھر شہزادۂ حسین نے میدان کی طرف رخ کیا پھر صدادی:

هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ

کوئی جان پر کھیلنے والا ہو تو سامنے آئے۔

ابن سعد نے طارق سے کہا کہ افسوس ہے تم پر کہ تم اپنی بہادری کی باتیں کرتے ہو مگر ایک نوجوان کے مقابلے کے لیے نہیں جا رہے۔ وہ پیاسا ہے، خستہ حال اور ماندہ ہو چکا ہے۔ طارق نے کہا کہ میں اہل بیت کے شہزادے کے مقابلے میں جا کر اپنی آخرت تباہ نہیں کر سکتا۔ مگر ابن سعد نے اس کو موصل کی حکومت کا لالچ دیا اور وعدہ کیا تو وہ بد بخت میدان میں آپہنچا۔ میدان میں آتے ہی اس نے نیزے کا وار کیا مگر شہزادۂ عالیجاہ رضی اللہ عنہ نے اس کا نیزہ رد فرما کر سینہ پر ایسا نیزہ مارا کہ طارق کی پیٹھ سے نکل گیا۔ اور وہ ایک دم گھوڑے سے گر گیا۔ پھر طارق کا بیٹا عمر بن طارق جھلاتا ہوا گھوڑا دوڑا کر شہزادہ پر حملہ آور ہوا مگر آپ نے ایک ہی نیزہ مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔

اس کے بعد اس کا بھائی طلحہ بن طارق بھی آگے بڑھا۔ حضرت علی اکبر نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر زین سے اٹھا لیا اور زمین پر اس زور سے پٹخا کہ اس کا دم نکل گیا۔

ابن سعد نے ایک مشہور بہادر مصراع ابن غالب کو بھیجا مگر شہزادہ نے تلوار

سے اس کا نیزہ قلم کر کے اس کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ زین تک کٹ گیا۔ اب کسی میں ہمت نہ رہی کہ کوئی مقابلہ کے لیے آئے۔

ابن سعد نے محکم بن طفیل اور ابن نوفل کو ایک ایک ہزار لشکر دے کر بھیجا کہ یکبارگی حملہ کردو مگر شہزادہ رضی اللہ عنہ نے نیزہ اٹھا کر ان پر حملہ کیا اور انہیں دھکیل کر قلب لشکر تک بھگا دیا۔

شہزادہ علی اکبر...... باپ کی خدمت میں

گزارش کی اگر تھوڑا سا پانی بھی میسر ہو
خدا چاہے تو دم بھر میں فنا اعداء کا لشکر ہو
تسلی دی لگایا باپ نے بیٹے کو سینے سے
کہا نورِ نظر محروم ہیں ہم کھانے پینے سے
بہت نزدیک ہے اے لختِ دل وہ وقت آنے کو
کہ آئیں خلد سے حوریں تمہیں پانی پلانے کو
یہ کہہ کر سرورِ کونین نے انگشتری اپنی
پئے تسکین منہ میں لاڈلے فرزند کے رکھ دی
سرِ میداں چلے پھر شیرِ غراں کی طرح اکبر
جلالِ ہاشمی جلوہ نما تھا روئے انور پر

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ پر پیاس کی شدت بہت ہوئی پھر گھوڑا دوڑا کر بابا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

اَلْعَطَشُ اَلْعَطَشُ

پیاس کی بہت شدت ہے۔

اس مرتبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے نورِ دیدہ!

''حوضِ کوثر سے سیرابی کا وقت قریب آ گیا ہے۔ دستِ مصطفیٰ ﷺ سے وہ جام ملے گا جس کی لذت نہ تصور میں آسکتی ہے نہ زبان سے بیان ہوسکتی ہے۔''

یہ سن کر حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو خوشی ہوئی اور وہ پھر میدان کی طرف لوٹے اور یمین و یسار سے دشمن پر حملہ کر دیا۔

☆ شہادت

ایہہ شہید اکبر بن شہید اکبر اللہ اکبر جوان شہید ہویا
نور العین حسین دا جان زینب اکبر مان تران شہید ہویا
صد آفرین ہاشمی شہزادہ خاطر دین ایمان شہید ہویا
سینہ تان کے نوجوان اکبر نعرہ مار میدان شہید ہویا
شیشے عشق دے ویکھ جمال اپنا اپنا آپ پچھان شہید ہویا
راضی شاہد عرب و عجم دائم پایا سرِ نہاں شہید ہویا

جب حضرت علی اکبر دوبارہ میدان جنگ میں گئے تو لشکر اشرار نے یکبارگی چاروں طرف سے گھیر کر حملے کرنا شروع کر دیئے۔ آپ بھی حملہ فرماتے رہے اور دشمن ہلاک ہو ہو کر خاک و خون میں لوٹتے رہے لیکن چاروں طرف سے نیزوں کے زخموں نے تن نازنین کو چکنا چور کر دیا تھا اور چمنِ فاطمہ کا گلِ رنگیں اپنے خون میں نہا گیا تھا، پیہم تیغ و سنان کی ضربیں پڑ رہی تھیں اور فاطمی شہسوار پر تیر و تلوار کا مینہ برس رہا تھا، اس حالت میں آپ پشت زین سے روئے زمین پر آئے اور سرو قامت نے خاکِ کربلا پر استراحت کی۔ اس وقت آپ نے آواز دی یاابتاہ! ادرکنی اے پدر بزرگوار! مجھ کو لیجئے۔ حضرت امام رضی اللہ عنہ گھوڑا بڑھا کر میدان میں پہنچے اور جانباز نونہال کو خیمہ میں لائے اس کا سر گود میں لیا، حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ

نے آنکھ کھولی اور اپنا سر والد کی گود میں دیکھ کر فرمایا: ''جان ما نیاز مندان قربان تو بـاد۔'' اے پدر بزرگوار! میں دیکھ رہا ہوں آسمان کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ بہشتی حوریں شربت کے جام لئے انتظار کر رہی ہیں۔ یہ کہا اور جان آفریں کے سپرد کی۔

(روضۃ الشہداء، مترجم/باب نہم، ج:۲، ص:۲۱۶، ع:۳۳)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ○

اج رب دے ناویں زندگی لائی حسین نے
لُٹ لئی خدا دی ساری خدائی حسین نے
اِج نہیں کسے وی باپ نے پتر نوں چکیا
اکبر دی جیویں لاش اٹھائی حسین نے
اللہ دے راہ تے ساری لٹائی اے
وچ کربلا دے اپنی کمائی حسین نے
روضہ رسول پاک دا تھرتھر سی کنبیا
اصغر دی قبر جد سی بنائی حسین نے
نانے میرے دی یا خدا امت نوں بخش دے
لاشاں دے وچ سی جھولی وچھائی حسین نے
یاری خدا دے ناں نہیں سوکھی لگاونی
لائی تے لا کے توڑ نبھائی حسین نے

☆علی اکبر......زندہ باد

اکھیں میلیاں ذات دیناں پڑھکے تھیـــعـــص اکبر
دنیا و مافیہا تھیں گزر گیا مستوار فقیر آزاد اکبر

کردا سیر مقام لاہوت اُتے نیک خوتے نیک نہاد اکبر
اللہ اکبر میدان نوں گیا پچھوں پہلے کیتا اے اکبر جہاد اکبر
پنجتن دے جن ضیاء افشاں پائی من دی خاص مراد اکبر
نیکے دولہا شہادت دے پہن شہرے ویکھن چلیا ابدالآباد اکبر
شادباش اکبر شادباش اکبر آکھے پیا شاباش استاد اکبر
تیغ اجل بھی پڑھ گئی مدح دائم زندہ باد اکبر زندہ باد اکبر

باب نمبر 7

شہادتِ حسین (رضی اللہ عنہ)

احسان مانتا ہے زمانہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا
حور و ملک نے گایا ترانہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا

اب تک سخی کے ہاتھ کی دھومیں ہیں چار سو
صدیوں سے بٹ رہا ہے خزانہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا

جس کے قصیدے آیت تطہیر نے پڑھے
ایسا بنایا رب نے گھرانہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا

چیخا ہے جس کی ضرب سے ہر دور کا یزید
ایسا بنایا رب نے نشانہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا

حُبِ حسین سے ملے جنت میں داخلہ
دیتا ہے چونکہ جنت نانا حسین (رضی اللہ عنہ) کا

شرق و غرب میں چرچا ہے اس کے پیار کا
اک میں ہی تو نہیں ہوں دیوانہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا

سنی ہوں اس لئے ہوں میں شبیر پہ فدا
پایا ہے عشق میں نے یگانہ حسین (رضی اللہ عنہ) کا

کون حسین؟

شمعِ ایوانِ نبی، نورِ حرم، ناصرِ دین
رونقِ بزمِ حسن، خاتمِ زہرا کا نگیں
وہ مکارم کی اساس اور شرافت کا امین
چرخ جس کے درِ اقدس پہ جھکاتا ہے جبیں
اس کی درگاہ کا وہ جاہ و حشم ہوتا ہے
سر عقیدت سے شہنشاہ کا، خم ہوتا ہے

کون حسین؟

بے کسوں اور غریبوں کا سہارا، وہ حسین (رضی اللہ عنہ)
ظالموں کے جو مقابل تھا صف آرا، وہ حسین (رضی اللہ عنہ)
حضرتِ فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کے عزم کا تارا، وہ حسین (رضی اللہ عنہ)
تھا پیمبر کو دل و جاں سے بھی پیارا، وہ حسین (رضی اللہ عنہ)
اُس کو گلزار رسالت کی کلی کہتے ہیں
ہم عقیدت سے، حسین (رضی اللہ عنہ) ابنِ علی (رضی اللہ عنہ) کہتے ہیں

کون حسین؟

حُسنِ تخلیق کا شہکار — میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے
عشق کا مطلعِ انوار — میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے
گلِ گلزارِ حرم — میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے
زُبدۃ آلِ ہاشم — میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے

جرأتِ حیدرِ کرار	میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے
کشتِ ایمان	میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے
چمن زارِ صداقت	میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے
موجِ گل	میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے
ابرِ گہربار	میرا حسین رضی اللہ عنہ ہے

کون حسین؟

دارین کا سلطان حسین ابنِ علی ہے
منہ بولتا قرآن حسین ابنِ علی ہے
مانا کہ مسلمان کی پہچان ہے کلمہ
کلمے کی تو پہچان حسین ابنِ علی ہے

کون حسین؟

جو دہکتی آگ کے شعلوں پہ سویا وہ حسین
جس نے اپنے خون سے عالم کو دھویا وہ حسین
جو جواں بیٹے کی میت پہ نہ رویا وہ حسین
جس نے سب کچھ کھو کر پھر کچھ نہ کھویا وہ حسین

شہادت حسین...... کتنی عظیم ہے؟

ہر زندہ ضمیر کے وارث	حسین ہیں
مشکل کشا کی شمشیر کے وارث	حسین ہیں
قرآن کی تفسیر کے وارث	حسین ہیں
ہر قول کی تاثیر کے وارث	حسین ہیں

هرمحرر کی تحریر کے وارث — حسین ہیں
ہرمقرر کی تقریر کے وارث — حسین ہیں
ہرمدبر کی تدبیر کے وارث — حسین ہیں
ہرشہید کی شہادت کے وارث — حسین ہیں

لفظ لا الٰہ الا اللہ کا......ضامن حسین ہے

ابرِ کرم کا بھیگا ساون حسین ہے
کتنے حسین حرفوں کا آنگن حسین ہے
ممکن نہیں کہ حشر تک مٹا سکے کوئی
اس لا الٰہ الا اللہ لفظ کا ضامن حسین ہے

امام زین العابدین......میدانِ جنگ کے لئے تیار

ٹور قاصد نوں آئے سرکار خیمے عجب قدرتاں رب دکھان لگا
کھلا پہن ہتھیار بیمار عابد شمع جذبہ ایثار جگان لگا
چڑھیا ہویا سی سخت بخار ایسا نبض تیز تے دل گھبران لگا
صورت باپدی ویکھ کجھ کہن لگا کہہ سکیا نہ تھرتھران لگا
چکر کھا زمین تے پیا پُٹھا فیر اُٹھ کے قدم اُٹھان لگا
زینب آکھدی تھکیاں موڑ اینھوں ناہیں سُنداجتکنوں جان لگا
ویکھاں ترسدی پئی اے شہر بانو ایویں جان غریب گوان لگا
لایا گھُٹ حسین نے نال سینے سر پھیر کے ہتھ سمجھان لگا
بچہ کیوں جہان توں سیداندا اصلوں نام نشان مٹان لگا
تیری موت سادات دا خاتمہ اے عرش کھا لرزہ تھرتھران لگا

دادے دادی نوں کی جواب دیسیں جدوں حشر نوں ہوں میزان لگا
دائم چپ کر گیا بیمار عابد باپ آخری لفظ فرمان لگا

اب وہ وقت آ گیا کہ جاں نثار ایک ایک کر کے شہید ہو چکے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر اپنی جانیں قربان کر گئے اب صرف حضرت سیّدنا علی بن الحسین (امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) تھے جو مردوں میں زندہ باقی بچ گئے تھے لیکن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ بیمار وضعیف تھے باوجود اس بیماری وضعف کے خیمہ سے باہر آئے اور حضرتِ امام حسین رضی اللہ عنہ کو اکیلا دیکھ کر میدان کارزار جانے اور اپنی جان نثار کرنے کے لئے نیزہ دست میں تھام لیا مگر بیماری و کمزوری، سفر کی مشکلات، بھوک و پیاس، متواتر فاقوں اور پانی کی تکلیفوں سے ضعف اس قدر بڑھ گیا تھا کہ کھڑے ہونے سے آپ رضی اللہ عنہ کا بدن مبارک کانپتا تھا اس کے باوجود ہمتِ مردانہ کا یہ حال تھا کہ میدان کا عزم کر دیا۔
(روضۃ الشہداء: جلد دوم، صفحہ:۴۶۱)

اِمام عالی مقام......حضرت زین العابدین کو روک دیتے ہیں

شہہ دین نے لگایا پیار سے بیٹے کو سینے سے
تسلی دی کہا بیٹا نہ تم ہو بیزار جینے سے
ہو تم روحِ اہلِ بیتِ پاک دُنیا میں
چلے گا تم سے ہی نامِ شہہ لولاک دُنیا میں
بقائے نسلِ سلطانِ رسالت کا سبب تم ہو
جہاں میں یادگارِ عترتِ محبوبِ رب تم ہو
تمہی ہو ناخدائے کشتیِ آلِ پیمبر بس
تمہی ہو قلزمِ وحدت کے اے بیٹا شناور بس

ہو میر کاروانِ قافلہ تم آلِ حیدر کے
ہو تم سالارِ اعظم ملتِ محبوبِ داور کے
تمہیں دُنیا میں رہ کر رہبری دنیا کی کرنا ہے
تمہیں ہر دورِ نیک و بد سے دنیا کے گزرنا ہے
یہ فرما کر لگایا آپ نے عابد کو سینے سے
عطا کیں نعمتیں وہ سب جو پائی تھیں مدینے سے
بنایا دم زدن لختِ دل کے دل کو آئینہ
علومِ معرفت سے بھر دیا سجاد کا سینہ
تسلی دی بنایا جانشیں پھر اپنا عابد کو
سرِ کربل کی ہر حالت کے ناظر اور شاہد کو

حضرت امام (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: جانِ پدر! پلٹ آؤ، میدان جانے کا قصد نہ کرو تمہاری ذات کے ساتھ ہماری بہت امیدیں وابستہ ہیں، بے کسانِ اہل بیت (علیہم الرضوان) کو وطن کون پہنچائے گا، بیبیوں کی نگرانی کون کرے گا، جو امانتیں بڑوں کی میرے پاس ہیں کس کو سپرد کی جائیں گی، میری نسل کس سے چلے گی اور حسینی سیدوں (علیہم الرضوان) کا سلسلہ کس سے جاری ہوگا یہ سبھی توقعات مجھے تمہاری ہی ذات سے وابستہ ہیں۔ دودمانِ رسالت و نبوت کے آخری چراغ تم ہی ہو، تمہاری ہی طلعت سے دُنیا مستنیر ہوگی۔ اے میرے لختِ جگر! یہ تمام کام تمہارے ذمہ کئے جاتے ہیں، میرے بعد تم ہی میرے جانشین ہو گے، تمہیں میدان جانے کی اجازت نہیں ہے۔

(روضۃ الشہداء (مترجم)، باب: ۹، ج: ۲، ص: ۳۴۱-۳۴۴)

حضرت زین العابدین کی...... بارگاہِ حسینی میں گزارش

قریب شاہ دین آئے جھکایا سر کو قدموں پر
ادب سے عرض کی اے قبلۂ کونین کے سرور

خدارا لاج اب رکھ لیجئے بیمار بیٹے کی
فُغاں سن لیجئے اپنے ضعیف و زار بیٹے کی

نہ فرمائیں حضور اقدام ابھی مجھ کو اجازت دیں
میں خواہانِ شہادت ہوں مجھے اذنِ شہادت دیں

تمنا ہے مجھے بھی آپ پر قربان ہونے کی
ہم آغوشِ شہیداں چین میں جنت سے سونے کی

شہیدوں میں مرے بھی نام کو تحریر فرماؤ
عطا مجھ کو بھی اپنے ہاتھ سے شمشیر فرماؤ

حضرت اِمام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ میرے باقی بھائی تو شہادت پا چکے اور حضور کے سامنے ہی ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے آغوشِ رحمت وکرم میں پہنچے، میں رہ گیا ہوں، میں بھی شہادت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہونا چاہتا ہوں۔ مگر حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ نے کچھ پذیرانہ فرمایا اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو ان تمام ذمہ داریوں کا حامل کیا اور خود جنگ کے لئے تیار ہو گئے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ سر پر باندھا، سیّد الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی سپر پشت پر رکھی۔ اہل خیمہ نے اس پورے منظر کو کس طرح اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو گا؟ اِمام میدان میں جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہو گئے۔

(روضۃ الشہداء، باب نہم، جلد:۲، ص:۳۴۱-۳۴۴)

آقا حسین کی......اِمام زین العابدین کو وصیت

ہر صبح دی سوہنیا شام ہوندی ہر اِک ابتدا دی انتہا بچہ
ہر اِک زندگی دے اُتے موت غالب ہر تنفس قتیل قضا بچہ
کلمہ حقدا جاندے دشمنانوں گئے خلق دے نال پڑھا بچہ
دیگئے غیرت دی وچ محافظت دے نانے پاک نسخہ کیمیا بچہ
بناں عمل دے زندگی موت لعنت عمل نال ہمیش بقا بچہ
جیہڑے موت نوں سہکے لان سینے کدی ہوندے نہیں فنا بچہ
خوشبو جہاندی رہیگی سدا تازہ شیدا نور دی باد صبا بچہ
اے زمین کی اے طائر عرشدے بھی کرن پے اس چمن صدا بچہ

حضرت اِمام حسین رضی اللہ عنہ اِمام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو دیکھا کہ بیماری وضعیف ہونے کے باوجود نیزہ تھامے میدانِ جنگ میں دُشمن کا سامنا کرنے کو تیار تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اِمام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو گلے سے لگا لیا اور محبت کرتے ہوئے فرمایا:

''بیٹا! تمہارا ابھی وقت نہیں آیا تم آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چمکتے ستارے ہو اور تم اپنی ماؤں اور بہنوں کے محافظ ہو اور تم نے اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) کو اپنے وطن واپس پہنچانا ہے۔ تمہی سے حسینی سلسلہ جاری ہوگا اسی لئے تم صبر سے کام لو اور اس راہ میں آنے والی ہر قسم کی مصیبت کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا۔ تم نے ہر صورت میں شریعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاسداری کرنی ہے اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا شعار بنانا ہے۔ جب تم واپس اپنے نانا سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ انور پر حاضر ہو گے تو میرا اسلام کہنا اور جو مناظر تمہاری آنکھوں نے دیکھے وہ بیان کرنا

اور پھر میری ماں سیّدہ خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کی قبر پر جانا اور انہیں بھی میرا سلام پیش کرنا اور میرے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کی قبر پر جانا اور انہیں بھی میرا سلام پیش کرنا اور میرے بیٹے تمہی اب میرے جانشین ہو۔''

(روضۃ الشہداء: جلد: ۲،ص:۴۶۱)

آقا حسین کی...... حضرت شہر بانو کو وصیت

اور پھر حضرت اِمام رضی اللہ عنہ نے حضرت شہر بانو سے فرمایا! شہر بانو میں اُس خدمت کا حق ادا نہیں کر سکتا جو تم نے اہلِ بیت کے لئے کی۔ تو نے ہر طرح کی پریشانی میں میرا ساتھ ایک وفادار بیوی کی طرح دیا۔ اور میری خاطر اپنی عمر بھر کی جمع پونجی اس میدان میں لٹا دی۔ تو نے اپنے بچوں کو اللہ کی راہ میں نثار کیا۔ تم نے جو بھوک و پیاس برداشت کی تاریخ اس پر فخر کرے گی۔ میرے نانے کی امت تیرے نام کو بوسہ دے گی۔ میرے بعد بھی اسی صبر کا مظاہرہ کرنا جیسے تم نے میدانِ کربلا میں اپنے بیٹوں کی قربانی کی صورت میں دِکھایا کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے جسم کے ٹکڑے دیکھ کر اور میری لاش پر گھوڑے دوڑتے دیکھ کر تم صبر و شکر کا دامن چھوڑ دو۔

آقا حسین کی...... حضرت زینب و وصیت

حضرت اِمام رضی اللہ عنہ نے اپنی پیاری اور معصوم بیٹی کو پیار کرتے ہوئے حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا کے حوالے کیا اور فرمایا:

''زینب (رضی اللہ عنہا)! میری اِس بیٹی کا خیال رکھنا اور اِسے میری لاش کے قریب ہرگز نہ لانا اور نہ ہی اِسے کبھی یتیم ہونے کا احساس ہونے دینا۔''

حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

''بھائی آج یہ بچی ہی نہیں میں بھی یتیم ہو رہی ہوں اور آپ رضی اللہ عنہ کے بعد ہمارا

کیا ہوگا۔''

حضرت اِمام رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''تم صبر سے کام لینا اور تم صابرین کی اولاد میں سے ہو اور تم جانتی ہو کہ یہ دُنیا فانی ہے لہٰذا تم اُس کو ترجیح دو جو ہمیشہ رہنے والی زندگی (اُخروی) ہے۔ جیسا کہ ہمارے پیارے نانا حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اِس دُنیا سے چلے گئے اور پھر ہماری ماں سیّدہ خاتونِ جنت بھی اِس فانی دُنیا سے تشریف لے گئیں، ہمارے باپ حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کو شہید کیا گیا اور پھر ہمارے بھائی حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دیا گیا مگر ہم نے ان تمام مشکلات اور مصیبتوں پر صبر کیا بالکل اسی طرح اب تم آنے والی مصیبت پر صبر کرنا۔''

یہ فرما کر حضرت سیّدنا اِمام حسین رضی اللہ عنہ خیمہ سے رُخصت ہوئے اور جب باہر آئے تو دیکھا کہ کوئی بھی جانثار زندہ نہ تھا۔ حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا بھی خیمے سے باہر نکل آئیں تو دیکھا کہ بھائی کو گھوڑے پر سوار کرانے والا کوئی نہیں تو حضرت سیّدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا:

''بھائی فکر مند کیوں ہوتے ہو کیا ہوا جو گھوڑے پر سوار کروانے والے کوئی نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی موجود ہے۔''

خون اَکھیاں چوں ورھدا تے ہتھ کنبدے
کیویں کھچاں میں درداں دی تصویر نوں
لاش اکبر دی چکی وی ہے کس طراں
جا کے پچھو تے سہی پیر شبیر نوں
کون دسے سی پھردی چھری کس طراں
کون دسے سی کنبے کیویں دو جہاں

لال زہرا دا ٹریا سی مقتل دے ول
آخری وار جد مل کے ہمشیر نوں

حضرت زینب کا اپنے بھائی کو جواب

چم چم چہرہ حسین رضی اللہ عنہ حسین رضی اللہ عنہ بھیا ہوندے رہے نے شاہ کونین صدقے
نور یاد حسین تے گیسواں تھیں ہر اِک دُرّ صدقے ہر اِک نین صدقے
سورج چن تارے گلشن زار سارے مشرقین صدقے مغربین صدقے
جان عون رضی اللہ عنہ و محمد رضی اللہ عنہ عباس رضی اللہ عنہ قاسم رضی اللہ عنہ اصغر رضی اللہ عنہ صدقے نور العین صدقے
میرے ویرتوں عرش نشین صدقے یوسف علیہ السلام اتوں یعقوب علیہ السلام دے نین صدقے
تیرے اِک اِک دُکھ توں سخی صابر سارے سُکھ صدقے سارے چین صدقے
کِسے نہیں کیتی کِسے نہیں کرنی جویں کیتی ہر چیز حسین رضی اللہ عنہ صدقے
صاف پیر شبیر رضی اللہ عنہ نے دس دِتا غنی دین صدقے مفلس لین صدقے

نواسۂ رسول کی......میدانِ جنگ کے لئے تیاری

نانے پاک دی پکڑ دستار پہلے چُم چُم اکھیاندے اُتے لائی اے
اللہ اللہ درود سلام پڑھکے سر تے بنھ حسین رضی اللہ عنہ سجا لئی اے
تیغ حیدری رضی اللہ عنہ حیدری مار نعرہ شیر حیدری رضی اللہ عنہ کس کھا لئی اے
اِک ماں دیاں ہتھاندی سلی ہوئی بنھ کم دینال ردا لئی اے
پنڈ صبر دی سخی حسین رضی اللہ عنہ صابر پکی بنھ کے سر تیے چا لئی اے
ہتھ پھیر کے زینب رضی اللہ عنہا دے سر اُتے سیّد ٹردیاں نیک دُعا لئی اے

حضرت امام رضی اللہ عنہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو خیمہ میں لے آئے اور اپنے بزرگوں کی امانتیں اُن کے سپرد کیں اور تقویٰ و رضائے الٰہی کی وصیت فرمائی۔ پھر

آپ رضی اللہ عنہ نے اسلحہ زیب تن کیا۔ مصری قبا زیب تن کی، دستارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سر پر سجائی سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ڈھال پشت پر ڈال لی۔
(روضۃ الشہداء، ص:۳۴۴، الحیات الحکی، جلد:۲، ص:۲۲۳)

دردناک منظر

حضرت اِمام رضی اللہ عنہ اِمام زین العابدین رضی اللہ عنہ کو چھوڑ کر جنگ کی تیاری کے بعد اہلِ بیت کو وصیتیں فرمانے لگے اور پھر میدان میں تشریف لے آئے جب پردیس میں آپ کی آنکھوں کے سامنے پورا کنبہ خون میں ڈوبا بے گورو کفن پڑا تھا اور اب جب آخری سہارا آپ رضی اللہ عنہ بھی میدان میں لڑنے کے لئے جا رہے تھے تو اہل بیت پر کیا بیت رہی ہوگی وہ کیسے یہ دردناک منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے کہ اِمام عالی مقام رضی اللہ عنہ کو گھوڑے پر سوار کرنے والا اب کوئی نہیں رہا اور اب آپ رضی اللہ عنہ بھی میدانِ جنگ میں جا رہے ہیں۔ سکینہ رضی اللہ عنہا نے کن حسرت آمیز آنکھوں سے ابا جان کو دیکھا ہوگا، شہر بانو نے درد سے بھری نگاہوں سے کیسے اپنے سرتاج کا دیدار کیا ہوگا اور اِمام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے لئے وہ گھڑی کیسی ہوگی۔ یقیناً ان آگ کے دریاؤں کو پار کرنا صرف آلِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کام ہے۔

آ اے قلمیں ہر قلم ہو جا لکھنی نہیں آسان شبیر رضی اللہ عنہ دی گل
رونق رنگ قوالیاں گیت ناہیں سینے چیر جاندی اِتھے تیر دی گل
عابد پابہ زنجیر دی گل خنجر تیغ تلوار شمشیر دی گل
سن کے لرزدے زمین افلاک دائم دردناک ہمشیر دے ویر دی گل

بیٹھ شانے شاندار اُتے جیہڑا رنگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رنگیا اے
روشن صبح شہادت دا نور حسن جنہوں نوک تے شامیاں ٹنگیا اے

سر تے چمکدی ویکھ سنگین قاتل سیّد سجدیوں مول نہ سنگیا اے
دائم صبر دا دان خدا کولوں روز ازل حسین نے منگیا اے

مقابلے کا آغاز

حضرت اِمام رضی اللہ عنہ کو اپنے دشمنوں کے ناپاک ارادوں کا پتہ تھا اور آپ رضی اللہ عنہ یہ جانتے تھے کہ یہ لوگ کسی طرح خونِ ناحق وظلم بے نہایت سے باز آنے والے نہیں ہیں تو اِمام عالی مقام رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تمہارے دلوں میں جو بات ہے اِسے پورا کرو اور جس کو بھی بھیجنا چاہتے ہو میرے مقابلے کے لئے اُس کو بھیجو۔

مشہور بہادر جنگجو جن کو ایک خاص وقت کے لئے رکھا گیا تھا حضرت اِمام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں بھیجے گئے۔ ایک بے حیا آپ رضی اللہ عنہ کے مقابل آتا ہے، غرور وقوت میں سرشار بہادری کی ڈینگیں مارتا ہوا آتا ہے، جونہی حضرت اِمام رضی اللہ عنہ کی طرف تلوار کھینچتا ہے ابھی ہاتھ اُٹھا ہی تھا کہ اِمام رضی اللہ عنہ نے ایسی ضرب لگائی کہ سر کٹ کر دور جا گرا اور غرور خاک میں مل گیا۔

ایک اور آگے بڑھا یہ خواہش لے کر کہ اِمام رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ہنرمندی دکھا کر لوگوں کے دل جیت لوں گا ایک نعرہ مار کر کہنے لگا شام وعراق کے بہادرانِ کوہ شکن میں میری بہادری کا غلغلہ اور مصر وروم میں بھی میری بہادری کے چرچے ہیں اور دنیا بھر کے بہادر میرا لوہا مانتے ہیں آج میری طاقت اور ہنرمندی کو دیکھو۔ ابنِ سعد کے لشکر والے اس غرور میں ڈوبے ہوئے تھے وہ اس سرکش کی باتوں سے بہت خوش ہوئے اور سب مقابلے کو دیکھنے لگے۔ لشکریوں کو اس بات کا یقین تھا کہ حضرت اِمام رضی اللہ عنہ پر بھوک و پیاس حد سے گزر چکی ہے لہٰذا ان پر غالب آنا کوئی اتنا مشکل کام نہیں جب سپاہِ شام کا یہ گستاخ گھوڑے کو دوڑاتا ہوا سامنے آیا تو اِمام عالی مقام رضی اللہ عنہ ۔ فرمایا:

''تم مجھے نہیں جانتے جو بھی میرے مقابلے میں اس غرور کے ساتھ آتا ہے میں اُس کو اپنی نظروں سے کچھ اہمیت نہیں دیتا اگر ایک ایک کر کے میرے مقابلے میں آیا تو تیغِ خون آشام سے سب کا کام تمام کر دیا جائے گا تم مجھے کمزور دیکھ کر بڑی دلیری دِکھا رہے ہو۔''

یہ سن کر شام کا نوجوان اور غرور وطیش میں آ گیا اور آپ رضی اللہ عنہ کو جواب دینے کی بجائے تلوار کا وار کر دیا۔ حضرت اِمام رضی اللہ عنہ نے اس کے وار سے بچتے ہوئے اُس کی کمر پر ایسی ضرب لگائی کہ جیسے کھیرا تھا اور کاٹ دیا ہو۔ اہلِ شام کو اس بات کا اطمینان تھا حضرت اِمام رضی اللہ عنہ کے سوا اب تو کوئی باقی نہیں رہا، یہ کہاں تک مقابلہ کریں گے اور اس بھوک و پیاس اور اتنی گرمی میں کب تک اپنے جوہر دکھائیں گے کوئی تو کامیاب ہو ہی جائے گا یوں ایک ایک کر کے گھوڑا دوڑاتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں آئے مگر ایک ہی وار میں آپ رضی اللہ عنہ نے سب کا کام تمام کر دیا۔ کسی کے سر پر تلوار کی ایسی ضرب لگائی کہ زین تک کاٹ ڈالی، کسی کو نیزے پر اُٹھا کر زمین پر پٹخ دیا، کسی کی کمر پر ایسی ضرب لگائی کہ یوں لگے جیسے کھیرا کاٹ ڈالا۔ (روضۃ الشہداء، (مترجم)، باب:۹، ج:۲، ص:۳۴۷-۳۵۶)

اِمام عالی مقام کی……شجاعت و بہادری

واللہ تیغ شبیر رضی اللہ عنہ تقدیر غالب کئی صفاں دیاں صفاں کٹدی گئی
جگر نال اشاریاں پھٹدی گئی لہو نال اشاریاں چٹدی گئی
نکلی چمکی گری اُٹھی ناز کردی سو سو جان اِک پھیریوں وٹدی گئی
اکی ست تھیں سر اندے دھڑ کٹے دوزخ ست پست کر سٹدی گئی
تخت تاج تے موج تھیں چڑھی دمدم فوج دشمناندی پلپل گھٹدی گئی
پیر نہ کسے دے ہتھ آیا سر پیر تائیں چٹ دی گئی

اِک تھیں دو کیتے دو تھیں چار کیتے کر کے خاک در خاک پلٹدی گئی
نال غیرتاں پھٹدی گئی دائم اگوں پچھوں اکو جیہا پھٹدی گئی
اگا آوندی خاک ملاوندی گئی پچھاں ہٹدی بھی قبر کھٹدی گئی
برق حق پیہم شعلے ماردی گئی باطل عزم دیاں جڑھاں پٹدی گئی

عبداللہ بن عمارا حضرت اِمام رضی اللہ عنہ کی مخالف فوج کا ایک جنگجو تھا۔ اس نے بیان کیا ہے کہ میں نے دیکھا کہ اِمام رضی اللہ عنہ کو دونوں اطراف سے پیادوں نے گھیرا ہوا ہے آپ ان کے درمیان میں ہیں پھر انہوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا۔ آپ نے دونوں اطراف سے حملہ کرنے والوں کو بکھیر دیا۔ عبداللہ کہتا ہے:

''خدا کی قسم! میں نے کسی ایسے بے کس و مجبور کو نہیں دیکھا، جس کی اولاد، اہل بیت اور سب ساتھی قتل ہو چکے ہوں اور اتنی جرأت و بہادری سے لڑتے ہوئے بہادری کے جوہر دکھائے۔

خدا کی قسم! نہ ان سے پہلے اور نہ بعد کوئی ان کی مثل نظر آئے۔''

آپ رضی اللہ عنہ نے اپنے زخم پر چادر لپیٹی اور برستے ہوئے تیروں میں گھوڑے سے اس وجہ سے اُتر گئے کہ وہ گھوڑا اِمام رضی اللہ عنہ کے نانا جان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور اپنے نانا جان کی اس نشانی کو زخموں سے بچانے کے لئے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے گھوڑے کے بغیر پیدل چل کر بھی تلوار کے وہ جوہر دکھائے کہ لشکرِ یزید میں سے کوئی بھی شخص قریب آنے کی جرأت رکھتا ہو۔

حمید بن مسلم نے بیان کیا ہے اور اسے طبری نے نقل کیا:

''اور وہ پیدل ہو کر بھی اس طرح مقابلہ کر رہے تھے جیسے کوئی بہادر شہسوار۔'' (طبری، جلد:۶، ص:۲۵۹-۲۶۰، البدایہ والنہایہ، جلد:۸، ص:۱۸۸)

یزیدیوں کی بوکھلاہٹ

آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کے آگے جب بڑے بڑے پہلوانوں کے حوصلے جواب دے گئے تو سالارِ لشکر عمرو بن سعید نے اپنی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"اے شام کے لشکر تم پر افسوس ہے......

جانتے ہو کس سے لڑ رہے ہو......

یہ دیکھو جو عرب کے سب سے بڑے جنگجو (حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ) کا بیٹا ہے۔" (الحیات الخفی، جلد:۲، ص:۳۲۴)

یزیدیوں کی یلغار

عمرو بن سعید کی یہ بات سن کر پندرہ ہزار (15000) یزیدیوں نے آپ رضی اللہ عنہ پر تیر برسانا شروع کر دیئے مگر اللہ عزوجل کی قدرت دیکھئے کہ کوئی بھی تیر آپ رضی اللہ عنہ تک ہی نہ پہنچا اور نہ ہی آپ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کو کوئی تیر لگا۔ اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ دوبارہ خیمہ میں چلے گئے اور وہاں پر موجود بیبیوں کو تسلی دی اور دوبارہ مخالفین کا مقابلہ کرنے کے لئے میدانِ جنگ میں تشریف لے آئے۔

(روضۃ الشہداء، ج:۲، ص:۴۶۷)

شہادت

سب کچھ خدا کی راہ میں قربان کر دیا
سارا جہان حسین رضی اللہ عنہ نے حیران کر دیا
سچ کے سفر پہ خوف کسی ظلم کا نہیں
ابن علی رضی اللہ عنہ نے راستہ آسان کر دیا

کرب و بلا کی جنگ میں صبر حسین رضی اللہ عنہ نے
تازہ ہر ایک فرد کا ایمان کر دیا

حضرت اِمام رضی اللہ عنہ کی تلوار نے کئی دشمنوں کو واصلِ جہنم کیا آپ جس طرف بھی نظر کرتے یزید کا لشکر بھاگ جاتا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے معاً شمشیر براں کو نیچے کرلیا اور جنگ سے ہاتھ پیچھے کرلیا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ شہادت پر لبیک کہتے ہوئے خود کو قضائے خدائے لم یزل کے سپرد کرنے کا ارادہ کرلیا ہو پھر کسی جانب سے آواز گونجی ہو:

جمال دین رسول صلی اللہ علیہ وسلم بس کر، عرب کے ماہ مبین بس کر
جناب زہرا رضی اللہ عنہا کے دل کے ٹکڑے، علی کے در ثمین بس کر
فلک نے آواز دی میں تجھ پہ، نثار اے ذوالفقار والے
کہ تیری ہیبت سے کربلا کی، لرز رہی ہے زمین بس کر
رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی آب کوثر کا، جام تھامے منتظر تھے
بلا رہے تھے علی رضی اللہ عنہ کہ آ جا، نبی کے دیں کے معین بس کر

وقت شہادت سنان بن انس نخعی نے آپ کو نیزہ مارا جس سے آپ زخمی ہوکر گھوڑے سے نیچے تشریف لے آئے۔ سنان بدبخت نے آپ کا سر کاٹ کر خولی بن یزید کو دے دیا۔

اس طرح آپ جام شہادت نوش فرما گئے۔ (البدایہ والنہایہ: ۸/۱۸۸)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۝

نوٹ:- آج بروز پیر، 21 ستمبر 2015ء کو اس کتاب کا اختتام ہوا۔ یاد رہے کہ کافی سارے عنوانات مثلاً فضائل اہل بیت، سیرت اہل بیت، محبت اہل بیت کی برکات، یادِ حسین کی شرعی حیثیت، ابتلاء و آزمائش کی حکمتیں اور برکات.

صبر کے ثمرات، شہادت کی فضیلت وعظمت، جہاد کی ضرورت واہمیت، حسین کا پیغام امت مسلمہ کے نام، امام پاک پر اعتراضات اوران کے جوابات، شہادت حسین کی انفرادیت، شہادت کے بعد کے واقعات، قاتلانِ حسین کا عبرتناک انجام، یزید کیا کون اور کیسا انسان تھا؟ وغیرہ وغیرہ رہ گئے ہیں۔ یہ عنوانات گلشن خطیب کی کسی جلد میں آئیں گے (انشاءاللہ عزوجل)

اللہ کریم ہمیں حق سمجھنے کی توفیق بخشے۔ (آمین ثم آمین)

غبارِ راہِ طیبہ

حافظ ظفر اقبال چشتی نظامی عفی عنہ

21 ستمبر 2015ء

بروز پیر 1436ھ

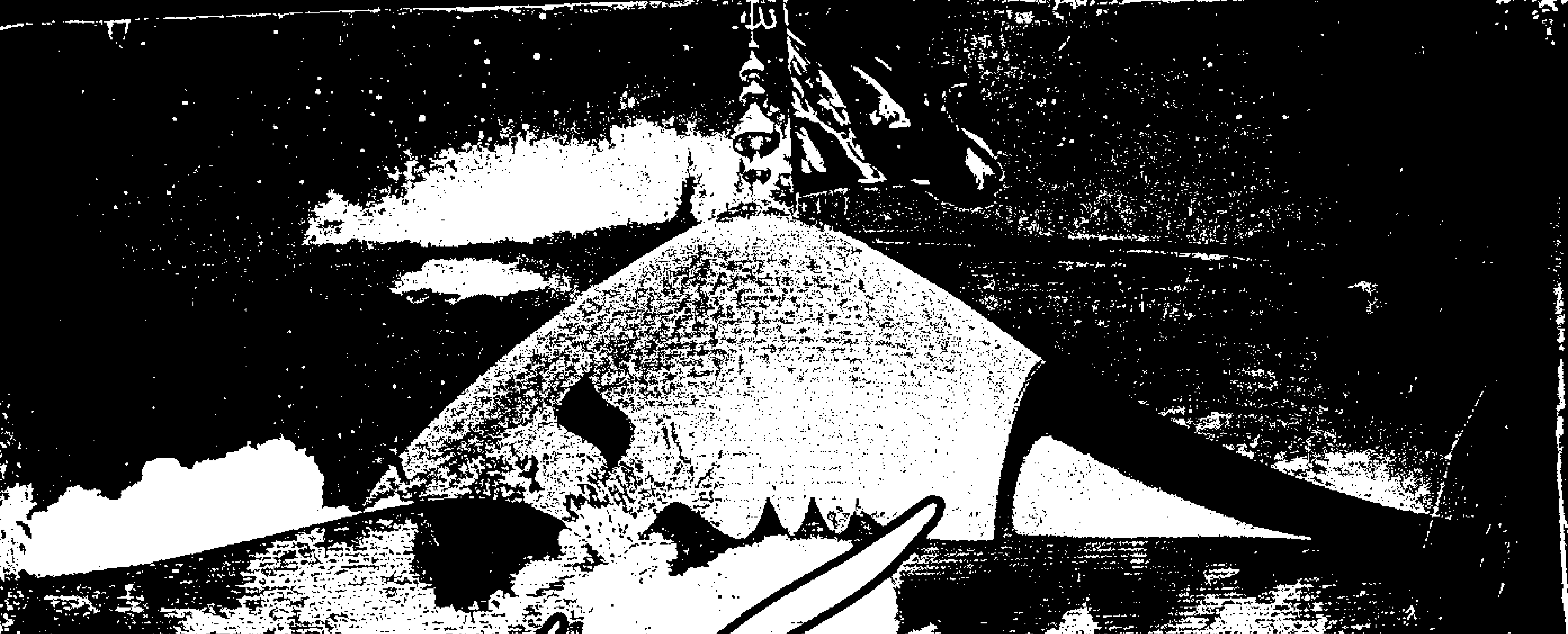

واقعۂ کربلا

- واقعہ کربلا کا پس منظر
- نواسۂ رسول کا کوفہ جانے کا فیصلہ
- سفر کربلا کا آغاز
- واقعاتِ کربلا
- شہادتیں
- رسول کریمؐ کے دِلبر کی شہر دلبر سے جُدائی
- اہلِ کوفہ کے خطوط اور حضرت مُسلم کا سفر کوفہ

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی

شاکر پبلی کیشنز لاہور